

فی الصلوٰۃ علی المیت اخلصوا بالداء
(الحديث: مدونہ کبریٰ ج 1 ص 174)
نماز جنازہ میں میت کے لیے خالص دعا کرو۔

نماز جنازہ کے بعد مسنون دعاء جنازہ گاہ میں یا قبر پر؟

تالیف

داعی توحید و سنت

پیر طریقت
مولانا محمد نواز حفیظ فیصل آبادی
مدظلہ العالی
امیر عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت ضلع فیصل آباد

خلیفہ مجاز

پیر طریقت رہبر شریعت

مولانا
معظم
علامہ
محکم الدین گھمن
برکات دامت

مرکزی امیر و بانی عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت

الناشر خاتقاہ حنفیہ فیصل آباد

چک نمبر 66 ج ب دھاندرہ جھنگ روڈ نزد ایئر پورٹ
متصل جامعہ امام اعظم ابوحنفہ فیصل آباد



فی الصلوٰۃ علی المیت اخلصوا بالدعاء
(الحریث: مدونہ کبریٰ ج 1 ص 174)

نماز جنازہ میں میت کے لیے خالص دعا کرو۔

نماز جنازہ کے بعد مسنون دعاء جنازہ گاہ میں یا قبر پر؟

تالیف

داعی توحید و سنت

پیر طریقت
مولانا محمد نواز حدیفی فیصل آبادی
مدظلہ العالی

امیر عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت ضلع فیصل آباد

خلیفہ مجاز

پیر طریقت رہبر شریعت

مولانا
مکرم السلام
علامہ
محالین گھمن
برکات دامت

مرکزی امیر و بانی عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت

الناشر خانقاہ حنفیہ فیصل آباد
چک نمبر 66 ج ب دھاندرہ جھنگ روڈ نزدائیر پورٹ
متصل جامعہ امام اعظم ابوحنفیہ فیصل آباد

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب : نماز جنازہ کے بعد مسنون دُعا جنازہ گاہ میں یا قبر پر؟
 مؤلف : مناظر اہل السنّت والجماعت مولانا محمد نواز فیصل آبادی
 اشاعت : نومبر 2014ء
 ناشر : مکتبہ شاہ نفیس 16 فسٹ فلورز بیدہ سنٹر 40

اردو بازار لاہور 042-37062763

0300-4235523

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ملنے کے پتے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(۱) مکتبہ اہل السنّة والجماعت 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

(۲) مکتبہ العارفی نزد جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

0312-6621421

(۳) مکتبہ القرآن امین پور بازار فیصل آباد

0312-7477054

انتساب

میں اپنی اس کوشش کو اپنے عزیز بزرگ

مہر طفیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی جانب منسوب کرتا ہوں کہ جن کے

جنازہ کے بعد مروجہ دعاء

اس کتاب کے لکھنے کا سبب بنی۔

محمد نواز فیصل آبادی

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1-	نام کتاب	1
2-	انتساب	3
3-	فہرست مضامین	4
4-	عرض مؤلف اور سبب تصنیف	
5-	پیش لفظ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ	
6-	مقدمہ مناظر اسلام داعی توحید و سنت حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ	
7-	باب اول : نماز جنازہ خود دعا ہے	
8-	پہلا ثبوت: حدیث سے	
9-	دوسرا ثبوت: علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ سے	
10-	تیسرا ثبوت: بحر الرائق سے	
11-	چوتھا ثبوت: فتح القدیر سے	
12-	پانچواں ثبوت: فتاویٰ شامی سے	
13-	چھٹا ثبوت: طحاوی سے	
14-	ساتواں ثبوت: فتاویٰ بزازیہ سے	
15-	آٹھواں ثبوت: ہدایہ سے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
16-	نواں ثبوت: عنایت سے	
17-	دسواں ثبوت: مبسوط سرخسی سے	
18-	گیارہواں ثبوت: محیط برہانی	
19-	بارہواں ثبوت: فتاویٰ سعدیہ سے	
20-	تیرہواں ثبوت: کشف الفطاء سے	
21-	چودھواں ثبوت: حاشیہ کنز الدقائق سے	
22-	پندرہواں ثبوت: شرح الکبیر علی المغنی سے	
23-	نماز جنازہ دُعا ہے تو اسکو نماز کیوں کہتے ہیں؟	
24-	سولہواں ثبوت: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے	
25-	سترہواں ثبوت: علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ سے	
26-	اٹھارواں ثبوت: خان صاحب بریلوی سے	
27-	انیسواں ثبوت: مفتی احمد یار نعیمی سے	
28-	بیسواں ثبوت: مولوی امجد علی عظمیٰ سے کہ نماز جنازہ اور نماز کے احکام میں فرق ہے	
29-	نماز میں بھی دُعا ہے تو اس کے بعد دُعا کیوں کی جاتی ہے؟	
30-	نماز جنازہ دُعا ہے تو اس سے پہلے ثناء اور درود شریف کیوں ہے؟	
31-	باب دوم: خالص دعاء جنازہ کے اندر ہونی چاہیے	
32-	حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا الہ الدعاء ہماری دلیل ہے اس پر تمیں قرآن اور دلائل	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
-33	پہلی دلیل: نبی اقدس ﷺ سے قولی حدیث	
-34	دوسری دلیل: نبی اقدس ﷺ کا اپنا مبارک عمل اس پر ۱۸ احادیث	
-35	میت کیلئے جنازہ میں کوئی دعا متعین نہیں کوئی بھی پڑھ سکتے ہیں	
-36	اخلاص سے دعا کرنے کے کیا معنی ہیں؟	
-37	اخلاص کا مفہوم مولوی احمد رضا خان صاحب سے	
-38	تیسری دلیل: راوی حدیث اذا صلیتم .. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان حلفی	
-39	چوتھی دلیل: محدثین کی گواہی کہ حدیث اذا صلیتم علی المیت کا تعلق نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا سے ہے۔	
-40	امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
-41	صاحب رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی وضاحت	
-42	امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
-43	امام محمد بن سلیمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
-44	امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
-45	امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
-46	امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
-47	علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
-48	علامہ ابن العزائمی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
49-	نوٹ: ضروری وضاحت	
50-	علامہ سعد اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
51-	پانچویں دلیل: بریلوی عالم حسن مجددی صاحب کی گواہی	
52-	چھٹی دلیل: خان صاحب بریلوی کی تحقیق	
53-	ساتویں دلیل: حدیث اذا صلیتم علی المیت... کو آئمہ نے نماز جنازہ میں قرآن نہ کرنے پر بطور دلیل پیش کیا ہے۔	
54-	امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
55-	علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
56-	علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
57-	آٹھویں دلیل: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے کہ خلاص سے دعا تیسری تکبیر کے بعد ہے	
58-	جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی سنت سے مراد صحابی کیا ہے؟	
59-	قرأت اور غیر مقلدین کا موقف اور احادیث سے اس موقف کی تردید	
60-	نماز جنازہ میں قرآن نہیں ہے مزید اٹھارہ روایات	
61-	نویں دلیل: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ جنازہ ادا کر کے جنازہ گاہ سے چلے جاتے تھے۔	
62-	حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا عمل	
63-	حضرت سعید بن جبر رحمۃ اللہ علیہ کا عمل	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
-64	حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کا عمل	
-65	حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو درداء، حضرت انس بن مالک اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل	
-66	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل	
-67	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا عمل	
-68	حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا عمل	
-69	دسویں دلیل: نبی اقدس ﷺ کا جنازہ کے بعد بیٹھ جانا	
-70	گیارہویں دلیل: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تائید	
-71	بارہویں دلیل: نبی اقدس ﷺ کا جنازہ کے بعد باتوں میں مشغول ہونا	
-72	تیرہویں دلیل: نبی اقدس ﷺ کا فرمان کہ میت والوں کو مشقت میں ڈالنا جائز نہیں	
-73	مولوی احمد رضا خان صاحب کی وضاحت کہ جنازہ کے بعد دعا کیلئے میت کو رکھ چھوڑنا ٹھیک نہیں (پانچ حوالہ جات)	
-74	چودھویں دلیل: حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے کہ افضل چیز نماز جنازہ میں استغفار ہے	
-75	پندرہویں دلیل: حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے کہ نماز جنازہ میں میت کیلئے تکبیریں اور استغفار ہے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
76-	سولہویں دلیل: نماز جنازہ پڑھنے سے میت کا حق ادا ہو گیا، حضرت زید اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی گواہی	
77-	سترہویں دلیل: خیر القرون میں صفیں ٹوٹنے سے پہلے ہی چارپائی اٹھالی جاتی تھی امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی	
78-	اٹھارہویں دلیل: کہ نماز جنازہ پڑھنے والا سفارشی ہے حضرت حکم، حضرت شععی، حضرت عطاء اور حضرت مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ کی وضاحت	
79-	انیسویں دلیل: میت کی تدفین میں جلدی مطلوب ہے احادیث سے ثبوت	
80-	پہلی حدیث: حضرت حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے	
81-	دوسری حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے	
82-	تیسری حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے	
83-	چوتھی حدیث: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے	
84-	پانچویں حدیث: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت	
85-	چھٹی حدیث: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت	
86-	ساتویں حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت	
87-	آٹھویں حدیث: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت	
88-	نویں حدیث: حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ کی وصیت	
89-	دسویں حدیث: حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ بن حسین رضی اللہ عنہ کی وصیت	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
90-	گیارہویں حدیث: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت	
91-	بیسویں دلیل: مسبوق جنازہ کے اٹھائے جانے سے پہلے صرف تکبیرات کہے گا	
92-	اکیسویں دلیل: نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم کرنا جائز ہے (چھ روایات)	
93-	بائیسویں دلیل: جنازہ پڑھنے سے میت کی بخشش ہو جاتی ہے	
94-	نماز جنازہ میں تین صفوں کے ذریعے میت کی بخشش	
95-	سو آدمیوں کے نماز جنازہ کی وجہ سے میت کی بخشش	
96-	چالیس نمازیوں کے طفیل میت کی بخشش	
97-	تئیسویں دلیل: مومن کے جنازہ میں شریک لوگ بخش دیئے جاتے ہیں	
98-	چوبیسویں دلیل: نماز جنازہ کا تکرار جائز نہیں، فقہاء رحمہم اللہ کی وضاحت حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی وضاحت	
99-	صاحب ہدایۃ رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
100-	صاحب دُرر الاحکام رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
101-	فتاویٰ عالمگیری سے وضاحت	
102-	پچیسویں دلیل: مروجہ دعائیت کی خواہش کی مخالفت ہے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
103-	چھبیسویں دلیل: نماز جنازہ کی نیت کے الفاظ میں دعاء واسطے اس حاضرمیت کے الفاظ ہیں	
104-	ستائیسویں دلیل: مولوی احمد رضا خان صاحب اور پیر نصیر الدین گلوڑوی صاحب کے ہاں جنازہ کے بعد دعائے مانگنے پر لڑائی جھگڑا جائز نہیں	
105-	اٹھائیسویں دلیل: مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہاں جنازہ کے بعد دعاء کو کبھی کبھی چھوڑنا بھی چاہیے	
106-	انتیسویں دلیل: نماز جنازہ کے بعد دعاء مفتی امین صاحب کے ہاں مباح ہے	
107-	مباح کی شرعی حیثیت مولوی احمد رضا خان صاحب اور مولوی امجد علی اعظمی کی نظر میں	
108-	تیسویں دلیل: نماز جنازہ کے بعد دعاء فقہاء کے ہاں ممنوع ہے	
109-	خلاصہ کلام	
110-	باب سوم: مروجہ دعاء فقہاء کرام کے ہاں مکروہ، ممنوع اور بدعت ہے	
111-	نماز جنازہ کے بعد دعاء کیلئے نہ ٹھہرے فقہاء کرام کی تصریحات	
112-	(۱) خلاصۃ الفتاویٰ کا حوالہ	
113-	(۲) فتاویٰ سراجیہ کا حوالہ	
114-	(۳) زاد الآخرت کا حوالہ	
115-	(۴) فتاویٰ برہنہ کا حوالہ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
-116	(۵) حاشیہ جواہر النقیس کا حوالہ	
-117	(۶) قنیہ کا حوالہ	
-118	(۷) جامع الرموز کا حوالہ	
-119	(۸) حاشیہ مالا بد مند کا حوالہ	
-120	(۹) محیط برہانی کا حوالہ	
-121	(۱۰) فتاویٰ سعیدیہ کا حوالہ	
-122	(۱۱) (۱۲) فتاویٰ بزازیہ اور بحر الرائق کا حوالہ	
-123	(۱۳) فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ	
-124	(۱۴) کشف الرموز کا حوالہ	
-125	(۱۵) مرقات کا حوالہ	
-126	(۱۶) حجابۃ الفقہ کا حوالہ	
-127	(۱۷) حاشیہ زواو الآخرت کا حوالہ	
-128	(۱۸) مشکوٰۃ المصابیح کے حاشیہ کا حوالہ	
-129	(۱۹) مظاہر حق کا حوالہ	
-130	نماز جنازہ کے بعد دعا مطلقاً ممنوع ہے	
-131	(۲۰) المدخل لابن حاج رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ	
-132	(۲۱) بحر الرائق کا ایک اور حوالہ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
133-	(۲۲) نفع المفتی والسائل کا حوالہ	
134-	(۲۳) فتاویٰ سعیدیہ کا حوالہ	
135-	(۲۴) حاشیہ شرح الیاس کا حوالہ	
136-	(۲۵) کتاب وجیز الصراط کا حوالہ	
137-	(۲۶) مجموعہ خانی کا حوالہ	
138-	(۲۷) برجندی حاشیہ شرح وقایہ کا حوالہ	
139-	(۲۸) الجوهرة النيرة کا حوالہ	
140-	نماز جنازہ کے بعد قرآن پڑھ کر دعا کروانا بھی ممنوع ہے	
141-	(۲۹) ذخیرۃ کبریٰ کا حوالہ	
142-	(۳۰) ابن حامد کا حوالہ مفتی احمد یار نعیمی سے	
143-	(۳۱) خلاصۃ الفتاویٰ کا حوالہ	
144-	(۳۲) جامع الفوائد کا حوالہ	
145-	(۳۳) مصباح الہدایۃ کا حوالہ	
146-	مفتی احمد یار نعیمی صاحب کے ہاں کھڑے ہو کر دعا کرنا منع ہے	
147-	دعاء کی غرض سے میت کو جنازہ کے بعد رکھ چھوڑنا مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہاں بھی مکروہ ہے	
148-	مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہاں لمبی اور مختصر دعا کے کیا معنی ہیں؟	
149-	نماز جنازہ اور مروجہ دعا کے اعمال اور اجزاء کا تقابلی جائزہ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
150-	مفتی وقار الدین قادری صاحب کے ہاں دعا کی غرض سے دُفن میں تاخیر کے لئے وقفہ بہتر نہیں	
151-	اجتماعی دعاء صفیں توڑ کر اور صفیں توڑے بغیر ہر صورت مکروہ ہے	
152-	مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہاں ضعیف اور نادر قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں	
153-	نماز جنازہ کے بعد دعاء کے اثبات سے متعلق رسالہ سب سے پہلے مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے	
154-	بدعت کی لغوی تعریف	
155-	(۱) مفردات القرآن کا حوالہ	
156-	(۲) علامہ فیروز آبادی کی قاموس کا حوالہ	
157-	(۳) مختار الصحاح کا حوالہ	
158-	(۴) کتاب مغرب کا حوالہ	
159-	(۵) اساس البلاغۃ کا حوالہ	
160-	(۶) لسان العرب کا حوالہ	
161-	(۷) مجمع بحار الانوار کا حوالہ	
162-	(۸) نووی شرح مسلم کا حوالہ	
163-	(۹) کتاب صراح کا حوالہ	
164-	(۱۰) مصباح اللغات کا حوالہ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
165-	(۱۱) فیروز اللغات کا حوالہ	
166-	(۱۲) المنجد کا حوالہ	
167-	بدعت کی شرعی تعریف	
168-	(۱) تاج العروس کا حوالہ	
169-	(۲) علامہ ابوالحق رحمۃ اللہ علیہ غناطی کا حوالہ	
170-	(۳) تفسیر ابن کثیر کا حوالہ	
171-	(۴) فتح الباری کا حوالہ	
172-	(۵) جامع العلوم والحکم کا حوالہ	
173-	(۶) الجنتہ کا حوالہ	
174-	(۷) عمدۃ القاری کا حوالہ	
175-	(۸) کتاب النبراس کا حوالہ	
176-	خلاصہ کلام	
177-	دنیوی امور میں کوئی نیا طریقہ اختیار کرنا بدعت نہیں	
178-	مروجہ دعاء کے بدعت ہونے کی وجہ	
179-	سنت کی اہمیت اور بدعت کی مذمت نبی اقدس ﷺ اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں	
180-	(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
181-	(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت	
182-	(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت	
183-	(۴) حضرت عرابض رضی اللہ عنہ بن ساریہ کی روایت	
184-	(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت	
185-	(۶) حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ کی روایت	
186-	(۷) حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	
187-	(۸) حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ کی روایت	
188-	(۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان	
189-	(۱۰) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت	
190-	(۱۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان	
191-	(۱۲) حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	
192-	(۱۳) حضرت سہل رضی اللہ عنہ بن سعد کی روایت	
193-	(۱۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان	
194-	(۱۵) علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور فرمان	
195-	(۱۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت	
196-	(۱۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی روایت	
197-	(۱۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان	
198-	(۱۹) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
199-	(۲۰) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان	
200-	(۲۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک اور فرمان	
201-	(۲۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت	
202-	(۲۳) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	
203-	(۲۴) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	
204-	(۲۵) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	
205-	(۲۶) حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	
206-	(۲۷) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	
207-	منع کی دلیل دکھاؤ کا جواب کہ جس کام کو نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے باوجود کر سکنے کے چھوڑا ہے اس کا چھوڑنا اور نہ کرنا سنت ہے۔ اسپر ۲۴ دلائل	
208-	پہلی دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا دعائیں جمع سے منع کرنا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اسکو مکروہ فرمانا	
209-	دوسری دلیل: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا بشر بن مروان کو نمبر پر دونوں ہاتھ اٹھانے سے منع کرنا اور دلیل میں نبی اقدس ﷺ کس طرح نہ کرنے کو پیش کرنا	
210-	تیسری دلیل: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ جس عبادت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کیا تم بھی مت کرو	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
211-	چوتھی دلیل: حضرت شیعہ رضی اللہ عنہ کا نبی اقدس ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے تمام سونا چاندی تقسیم نہ کرنے کو بطور دلیل پیش کرنا	
212-	پانچویں دلیل: عید کی نماز سے پہلے کوئی نماز نہ پڑھنے پر حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا نبی اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ترک کو بطور دلیل پیش کرنا	
213-	چھٹی دلیل: طلوع فجر کے بعد نوافل کے منع پر حضرت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا نسبت ترکیہ کو بطور دلیل پیش کرنا	
214-	ساتویں دلیل: حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اعضاء وضو کو تین مرتبہ سے زیادہ مرتبہ دھونا مکروہ فرمایا اور دلیل میں نبی ﷺ اقدس کے نہ کرنے کو پیش کیا	
215-	آٹھویں دلیل: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان پیروی جس طرح کی کام کے کرنے میں ہوتی ہے اس طرح چھوڑنے میں بھی ہوتی ہے	
216-	نویں دلیل: بقول شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ محدثین کا موقف یہ ہے کہ پیروی جس طرح فعل میں واجب ہے اسی طرح چھوڑنے میں بھی واجب ہے۔	
217-	دسویں دلیل: علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ حنفی کا فرمان: جو کام نبی ﷺ نے نہ کیا ہو اس فعل کے نہ کرنے میں بھی اتباع لازم ہے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
218-	گیارہویں دلیل: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ سے منقول نہ ہونے کی وجہ سے سورۃ کافرون سے آخر تک بالجمع پڑھنا مکروہ ہے فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ	
219-	بارہویں دلیل: آٹھ رکعت سے زیادہ رات کے وقت اور چار رکعت سے زیادہ دن کے وقت ایک سلام سے نفل مکروہ ہیں کیونکہ نبی ﷺ سے منقول نہیں۔ ہدایہ اور البدائع الصنائع سے وضاحت	
220-	تیرہویں دلیل: علامہ ابراہیم حلی رحمۃ اللہ علیہ حنفی کا صلوة الراغب کو اسلاف سے منقول نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ فرمانا	
221-	چودھویں دلیل: صاحب فتح القدیر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان: شرعی دلائل کا نہ ہونا حکم شرعی کی نفی کیلئے کافی ہے	
222-	پندرہویں دلیل: علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان کہ آپ ﷺ کا کسی کام کو نہ کرنا اس کے مکروہ ہونے پر دلیل ہے	
223-	سولہویں دلیل: علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان کہ آپ ﷺ کا کسی کام کو چھوڑنا ہمارے حق میں سنت ہے	
224-	سترہویں دلیل: صاحب المواہب اللدنیہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان: نبی ﷺ کی فرمانبرداری آپ ﷺ کے تمام اقوال و افعال کے کرنے اور چھوڑنے میں ہوگی	
225-	اٹھارہویں دلیل: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لہیثی سے کہ تقاضے کے باوجود نبی ﷺ جو چھوڑ دیں اس کا چھوڑنا سنت ہے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
226-	انیسویں دلیل: حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ بن اسماعیل کا فرمان: جس کام کو آپ ﷺ نہ کریں اس کا نہ کرنا سنت ہے	
227-	بیسویں دلیل: جو قول و فعل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہو وہ اہل السنۃ والجماعت کے ہاں بدعت ہے	
228-	اکیسویں دلیل: صاحب مدخل رحمۃ اللہ علیہ کا مختلف بدعات کے رد میں اسلام کے ان اعمال کو چھوڑنے کو بطور دلیل پیش کرنا	
229-	بائیسویں دلیل: علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا نبی اقدس ﷺ کے ترک کو بطور دلیل کے پیش کرنا	
230-	تیسویں دلیل: جمعہ میں اذان کہنا سنت ہے اور عید میں چھوڑنا سنت ہے مجالس الابرار کا حوالہ	
231-	چوبیسویں دلیل: مولوی احمد رضا خان صاحب کا نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چھوڑنے کو بطور دلیل پیش کرنا (تین عبارات)	
232-	مولوی حامد رضا خان صاحب کا موقف کہ دلیل پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے، دوسروں سے دلیل مانگنے والا پاگل مجنون ہے یا مکار پرفنون	
233-	بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ میں فرق اور اسکی وضاحت	
234-	بدعت حسنہ سے مراد بدعت لغوی ہے جو کہ درحقیقت سنت ہی ہے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
235-	حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ سنت ہے اور باجماعت نماز تراویح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لغوی اعتبار سے بدعت فرمایا	
236-	قرآن و سنت میں حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کی تاکید اور ترغیب	
237-	آیات مبارکہ	
238-	(۱) آیت ومن یشاقق الرسول.... الخ	
239-	(۲) آیت والسبقون الاولون.... الخ	
240-	(۳) آیت وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ امْنُوا كَمَا امْنِ النَّاسُ..... الخ	
241-	(۴) آیت فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ..... الخ	
242-	احادیث مبارکہ	
243-	حدیث نمبر ۱: حضرت عمر باض رضی اللہ عنہ بن ساریہ کی روایت	
244-	حدیث نمبر ۲: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت	
245-	حدیث نمبر ۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت	
246-	حدیث نمبر ۴: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت	
247-	حدیث نمبر ۵: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان	
248-	حدیث نمبر ۶: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
249-	بدعات میں کوئی حسن و خوبی نہیں سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کا فیصلہ	
250-	(۱) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
251-	(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی وضاحت	
252-	(۳) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
253-	کائنات میں کوئی ایسی بدعت نہیں جس کو اختیار کرنے والا اسکو اچھا نہ سمجھتا ہو	
254-	(۴) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
255-	باب چہارم: نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعاء فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے	
256-	پہلا اصول : مکروہ کو اچھا سمجھنا گناہ ہے	
257-	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
258-	دوسرا اصول : کسی کام کے سنت اور بدعت ہونے میں اشتباہ ہو تو اس سے بچنا ضروری ہے	
259-	علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
260-	علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
261-	فتاویٰ عالمگیری سے وضاحت	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
262-	تیسرا اصول : مستحب چیز پر اصرار اور اسکی رخصت کو عزیمت بنالینا منع ہے	
263-	علامہ طاہر الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
264-	چوتھا اصول : عبادات میں اپنی طرف سے اوقات اور کیفیات کو متعین کرنا بدعت ہے۔	
265-	علامہ ابن دقیق رحمۃ اللہ علیہ العید کی وضاحت	
266-	علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
267-	صاحب مجالس الابراہم رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
268-	اسلاف کی طرف سے انفرادی طور پر ثابت عبادات کو اجتماعی رنگ میں اوقات اور کیفیات کے تعین کے ساتھ بدعت قرار دیئے کی مثالیں	
269-	پہلی مثال : ذکر اللہ کے لئے کسی وقت اور اجتماع کا التزام بدعت ہے	
270-	اجتماعی ذکر کے التزام کی ترویج علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ سے	
271-	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے	
272-	علامہ ابن دقیق رحمۃ اللہ علیہ سے	
273-	دوسری مثال : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے درود شریف کی فضیلت کے باوجود جہر اجتماعی درود پڑھنے والوں کو مسجد سے نکال دیا	
274-	تیسری مثال : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مسجد سے اجتماعی رنگ میں چاشت کی نماز کو بدعت قرار دیا ہے (صحیح مسلم)	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
-275	علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ سے اسکی وضاحت	
-276	چوتھی مثال : نماز تہجد کی فضیلت کے باوجود اسکی جماعت کا اہتمام منع ہے	
-277	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
-278	مولوی امجد علی اعظمی صاحب نے بھی نفل نماز کی جماعت کے اہتمام کو مکروہ کہا ہے	
-279	پانچواں اصول : عام احکام سے اُمور خاصہ کا اثبات درست نہیں	
-280	علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
-281	امام غرناطی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
-282	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کے بعد دعاء نہ ہوئی	
-283	باب پنجم : نماز جنازہ کے بعد دعا قبر پر مسنون ہے نہ کہ جنازہ گاہ میں	
-283	پہلی دلیل : قرآن کریم کی آیت ولا تصل علی احد... الخ	
-284	دوسری دلیل : دفن کے بعد میت کے حق میں نبی اقدس ﷺ خود بھی دعا فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیتے۔	
-285	تیسری دلیل : حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کا قبر پر دعا کرنا	
-286	چوتھی دلیل : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ کی قبر پر دعا کرنا	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
287-	پانچویں دلیل: حضرت احنف رضی اللہ عنہ کا حضرت ضرار بن القعقاع کی قبر پر دعا کرنا	
288-	چھٹی دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبر پر دعا کرنا	
289-	ساتویں دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت یزید بن المکلف کی قبر پر دعا کرنا	
290-	آٹھویں دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر دعا کرنا	
291-	نویں دلیل: حضرت ابن المنکدر کا قبر پر دعا کرنا	
292-	دسویں دلیل: نماز جنازہ کے اندروالی اور قبر والی دعا کے ابواب تو کتب حدیث میں موجود ہیں لیکن نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کیلئے کی محدث نے باب قائم نہیں کیا	
293-	دونوں قسم کے ابواب کے ثبوت کے طور پر محدثین کی کتب سے حوالہ جات	
294-	گیارہویں دلیل: کتب حدیث میں نماز جنازہ کے اندروالی دعائیں بھی موجود ہیں اور قبر پر پڑھی جانے والی دعائیں بھی موجود ہیں، لیکن نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء کے الفاظ موجود نہیں	
295-	کوئی اللہ کا بندہ ”باب الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ“ کیلئے خالی جگہ میں کی حدیث کی کتاب کا حوالہ لکھ کر اسکو پُر کر دے۔	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
296-	کوئی اللہ کا بندہ حدیث کے حوالہ سے نماز جنازہ کے بعد کی مروجہ دعاء کے الفاظ لکھ اس خالی جگہ کو پُر کر دے	
297-	بارہویں دلیل: مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی نماز جنازہ کے اندر کی دعاؤں اور قبر پر کی جانے والی دعا کو ذکر کیا لیکن نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کو ذکر نہیں کیا	
298-	تیرھویں دلیل: جنازہ کے بعد دعاء مانگ کر چلے جانے کی صورت میں تدفین میں شرکت کی فضیلت سے محرومی	
299-	میت کی تدفین میں شرکت کی فضیلت پر احادیث	
300-	چودھویں دلیل: مروجہ دعاء کو اختیار کرنے کا وبال قبر والی مسنون دعاء سے محرومی ہے	
301-	احادیث میں صراحت کہ بدعت کو اختیار کرنے کا وبال اس جیسی سنت سے انسان محروم ہو جاتا ہے	
302-	پندرھویں دلیل: دعائیں غلو اور تجاؤز کو نبی اقدس ﷺ نے ناپسند فرمایا	
303-	سولھویں دلیل: مروجہ دعاء کی وجہ سے سورۃ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کے پڑھنے اور سننے سے محرومی	
304-	میت کی تدفین کے بعد قبر پر سورۃ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کے پڑھنے میں غیر مقلدوں کے اکابر کا اقرار	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
305-	فتاویٰ غزنویہ کا حوالہ	
306-	فتاویٰ علمائے حدیث کا حوالہ	
307-	فتاویٰ اہل حدیث کا حوالہ	
308-	اسکی وضاحت مولوی عبدالغفار محمدی سے	
309-	غیر مقلدین کے اکابر کی طرف سے قبر پر دعا کی مشروعیت کا اقرار	
310-	فتاویٰ ثنائیہ کا حوالہ	
311-	فتاویٰ علمائے حدیث کا حوالہ	
312-	فتاویٰ الہجدیث کا حوالہ	
313-	قبر پر کی جانے والی دعاء میں غیر مقلدین کے اکابر کی طرف سے ہاتھ اٹھانے کا ثبوت	
314-	فتاویٰ ثنائیہ کا حوالہ	
315-	فتاویٰ علمائے حدیث کا حوالہ	
316-	احکام ومسائل نور پوری کا حوالہ	
317-	فتاویٰ الہجدیث کا حوالہ	
318-	ضمیمہ فتاویٰ ستاریہ کا حوالہ	
319-	باب ششم: مروجہ دعاء کے اثبات میں حدیث۔ حدیث: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاخْلَصُوا لَهُ الدُّعَاءَ پر استدلال کا علمی جائزہ	
320-	(۱) فاخلصوا میں ف سے استدلال اور اس کے جوابات	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
321-	جواب نمبر ۱: شرح تلوتح سے	
322-	جواب نمبر ۲: حاش تلوتح سے	
323-	جواب نمبر ۳: اسلاف اس قاعدہ سے باخبر ہونے کے باوجود اس دعاء کے قائل نہیں	
324-	(۲) شرط اور جزاء میں تغایر کے مسئلہ سے استدلال	
325-	جواب نمبر ۱: تغایر کے مسئلہ کی وضاحت	
326-	جواب نمبر ۲: حدیث کا ترجمہ یوں کرنا کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کے بعد دعا کرو، غلط ہے	
327-	حدیث کے ترجمہ کی درست نشاندہی بریلوی عالم مولوی عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری صاحب سے	
328-	وگرنہ قرآن و سنت میں دوسرے مقامات پر بھی شرط ماضی اور جزاء امر ہونے کی صورت میں ترجمہ ماضی والا کرنا پڑے گا	
329-	قرآن و سنت سے ایسے ۴۰ مقامات کی نشاندہی کہ جہاں شرط ماضی اور جزاء امر ہے لیکن ان کا ترجمہ فریق مخالف بھی ماضی والا نہیں کرے گا	
330-	جواب نمبر ۳: حدیث کا یہ ترجمہ اور مطلب نبی اقدس ﷺ کے فرمان فی الصلوٰۃ علی المیت اخلصو بال دعاء کے خلاف ہے	
331-	جواب نمبر ۴: اسلاف میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے یہ معنی نہیں لیا	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
332-	باب ہفتم : جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء پر پیش کئے جانے والے دلائل کا تحقیقی جائزہ	
333-	فصل نمبر ۱: قرآن کریم سے پیش کئے جانے والے دلائل کے تحقیقی جوابات	
334-	تمام دلائل پر اجمالی نظر	
335-	آیات قرآنی سے استدلال کے تفصیلی جوابات	
336-	آیت نمبر ۱: اُجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ سے استدلال اور اسکے ۴ جوابات	
337-	آیت نمبر ۲: وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ سے استدلال اور اس کے چار جوابات	
338-	آیت نمبر ۳: وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ ... سے سراج احمد سعیدی صاحب کا استدلال اور اسکے دو جوابات	
339-	آیت نمبر ۴: سراج احمد سعیدی صاحب کا آیت وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ اٰمَنُوا سے استدلال اور اس کے تین جوابات	
340-	سراج احمد سعیدی صاحب کی تفسیر عثمانی میں چار تحریفات کا انکشاف	
341-	آیت نمبر ۵: سراج احمد سعیدی صاحب کا آیت فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ سے استدلال اور اس کے تین جوابات	
342-	اس آیت کی صرف ایک تفسیر نہیں بلکہ کئی تفسیریں کی گئی ہیں	
343-	اس آیت کی تفسیر (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
344-	(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے	
345-	(۳) حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے	
346-	(۴) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ بصری سے	
347-	(۵) حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے	
348-	(۶) حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ بن طلحہ سے	
349-	(۷) حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے	
350-	(۸) حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے	
351-	(۹) مفتی احمد یار نعیمی سے	
352-	(۱۰) مولوی نعیم الدین مراد آبادی سے	
353-	سراج احمد سعیدی صاحب کی تفسیر خزائن العرفان میں بددیانتی کا انکشاف	
354-	سراج احمد سعیدی صاحب نے نماز جنازہ کو صلوٰۃ مکتوبہ میں شامل کیا ہے ”حالانکہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں“ نماز جنازہ کے صلوٰۃ مکتوبہ نہ ہونے پر ۶ دلائل	
355-	پہلی دلیل: صلوٰۃ مکتوبہ کا اطلاق پنج وقتی نمازوں پر ہونے کی پہلی دلیل آیت اِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ہے۔	
356-	دوسری دلیل: اسلاف اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کے ضمن میں پنج وقتی نمازوں پر صلوٰۃ مکتوبہ کا اطلاق کیا ہے کہ جب پنج وقتی نمازوں میں سے کسی نماز کا وقت ہوا اور جنازہ بھی آ موجود ہو تو پہلے صلوٰۃ مکتوبہ ادا ہو پھر جنازہ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
357-	(۱) حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	
358-	(۲) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے صلوٰۃ مکتوبہ سے ابتداء کی	
359-	(۳) حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	
360-	(۴) حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	
361-	(۵) حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور فرمان	
362-	(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان	
363-	(۷) حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان مصنف عبدالرزاق سے	
364-	دلیل نمبر ۳: حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا نماز جنازہ کو صلوٰۃ مکتوبہ میں داخل نہ کرنا نماز جنازہ کی امامت کے مسئلہ میں	
365-	دلیل نمبر ۴: نماز جنازہ کے صلوٰۃ مکتوبہ نہ ہونے پر دلیل یہ بھی ہے کہ اس کا ادا کرنا ہر آدمی پر فرض نہیں	
366-	دلیل نمبر ۵: محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں	
367-	دلیل نمبر ۶: فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں	
368-	نماز جنازہ خود دعا ہے نہ کہ نماز اس پر مزید حوالہ جات	
369-	(۱) حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ نخعی کا فرمان	
370-	(۲) حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	
371-	(۳) حاشیہ ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ	
372-	(۴) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
373-	(۵) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ	
374-	(۶) ملبوط سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کے دو مزید حوالے	
375-	ان آیات سے استدلال کا جواب کہ جن میں دعائے مانگنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید ناراضگی کا اظہار ہے	
376-	فصل نمبر ۲: احادیث طیبہ سے پیش کئے جانے والے دلائل کے تحقیقی جوابات	
377-	پہلی حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ پر دعاء سے استدلال کا جواب	
378-	دوسری حدیث: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال اور اس کا جواب	
379-	تیسری دلیل: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال اور اس کا جواب	
380-	چوتھی دلیل: غزوہ نموتہ کے شہداء پر دعاء استغفار سے استدلال اور اس کا جواب	
381-	پانچویں دلیل: حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب	
382-	چھٹی دلیل: حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب	
383-	ساتویں دلیل: سوسفارشیوں والی روایت سے استدلال اور اس کا جواب	
384-	آٹھویں دلیل: چالیس سفارشیوں والی روایت سے استدلال اور اس کا جواب	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
385-	نویں دلیل: فوت شدہ پر چار آدمیوں کی گواہی والی روایت سے استدلال اور اس کا جواب	
386-	دسویں دلیل: گذرتے ہوئے جنازہ کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تاثرات والی روایت سے استدلال اور اس کا جواب	
387-	گیارہویں دلیل: بچے کی نماز جنازہ والی روایت سے استدلال اور اس کا جواب	
388-	بارہویں دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نماز جنازہ ہو چکنے کے بعد آنے والی روایت سے استدلال اور اس کا جواب	
389-	تیرہویں دلیل: جنازہ کے بعد ایک آدمی کے دعا مانگنے والی روایت سے استدلال اور اس کا جواب	
390-	چودھویں دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ناتمام استدلال اور اس کا جواب	
391-	پندرہویں دلیل: جنازہ ہو چکنے کے بعد پہنچنے پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے دعا کرنے سے استدلال اور اس کا جواب	
392-	سولہویں دلیل: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے دعا کرنے کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب	
392-	سترہویں دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب	
393-	اٹھارہویں دلیل: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
394-	انیسویں دلیل: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب	
395-	بیسویں دلیل: حضرت عبید ابی عامر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب	
396-	اکیسویں دلیل: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب	
397-	بائیسویں دلیل: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب	
398-	تیسویں دلیل: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ پڑھانے کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب	
399-	چوبیسویں دلیل: سورۃ فاتحہ کے مسئلہ سے مروجہ دعا پر استدلال اور اس کا جواب	
400-	پچیسویں دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ پڑھانے کے بعد دوبارہ جنازہ کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب	
401-	چھیسویں دلیل: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے معمول سے استدلال اور اس کا جواب	
402-	فصل نمبر ۳: فقہاء کرام اور اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات سے استدلال کے جوابات	
403-	نمبر ۱: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے غلط استدلال اور اس کا جواب	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
404-	نمبر ۲: حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے غلط استدلال اور اس کا جواب	
405-	نمبر ۳: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے غلط استدلال اور اس کا جواب	
406-	نمبر ۴: اشعۃ اللمعات اور کشف الفطاء سے غلط استدلال اور اس کا جواب	
407-	نمبر ۵: ابن ابی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے غلط استدلال اور اس کا جواب	
408-	نمبر ۶: امام فضلی رضی اللہ عنہ کے قول سے غلط استدلال اور اس کا جواب	
409-	نمبر ۷: علماء دیوبند کثر اللہ امثالہم کی عبارت سے غلط استدلال اور اس کے جوابات	
410-	مروجہ دعاء کے لازم امور اور علماء دیوبند رحمہم اللہ کا موقف	
411-	نمبر ۸: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی عبارت سے غلط استدلال اور اس کا جواب	
412-	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی اصل عبارت اور مفتی امین صاحب کی غلطی	
413-	مفتی عزیز الرحمن عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے تفصیلی فتاویٰ	
414-	۷ عدد فتوے	
415-	مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا فتویٰ کہ مروجہ دعاء بدعت ہے	
416-	دارالعلوم دیوبند کا حالیہ فتویٰ کہ مروجہ دعاء ثابت نہیں	
417-	فتاویٰ محمودیہ سے وضاحت کہ مروجہ دعاء بدعت ہے، ۶ فتوے	
418-	نمبر ۹: مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے غلط استدلال اور اس کا جواب	
419-	مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی فتاویٰ کہ مروجہ دعاء بدعت ہے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
420-	نمبر ۱۰: حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات سے غلط استدلال اور اس کا جواب	
421-	نمبر ۱۱: کتاب شرح برزخ سے غلط استدلال اور اس کا جواب	
422-	نمبر ۱۲: کتاب انوار الباری سے غلط استدلال اور اس کا جواب	
423-	مفتی امین صاحب کا ایک سوال اور اس کا جواب	
424-	نمبر ۱۳: فتاویٰ فریدیہ کی عبارات سے غلط استدلال اور اس کا جواب	
425-	مفتی فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بریلوی حضرات کا موقف ایک نہیں۔ دونوں میں وجود فرق	
426-	اختتام کتاب	
427-	ایک گزارش۔ ایک اپیل	

عرض مؤلف وسبب تالیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلیٰ ونسلم علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد!

زندگی اور موت سے ہر انسان کا واسطہ ہے۔ زندگی ہے تو شریعت کے مطابق گزارنے کے لئے اور موت ہے تو اس کا انعام پانے کے لئے۔

لیکن انعام تو تب ملے گا کہ جب زندگی واقعی شریعت مطہرہ کے مطابق گذرے۔ آج شریعت کی جگہ رسومات نے لے رکھی ہے، شریعت پر عمل کی اس قدر فکر نہیں کہ جس قدر صلاحیتیں رسومات کی ادائیگی میں صرف ہو رہی ہیں، پھر انتہائی قابل افسوس بات تو یہ ہے کہ موت کے وقت بھی یہ رسمیں پیچھا نہیں چھوڑتیں۔

آج امت کو موت کے وقت کی جن رسومات کا سامنا ہے ان میں ”نماز جنازہ کے بعد چارپائی رکھ کر دفن سے پہلے اہتمام سے جنازہ گاہ میں اجتماعی دعاء“ بھی شامل ہے۔ بعض حضرات میت کیلئے نماز جنازہ کی اس قدر ترغیب نہیں دیتے کہ جس قدر اس ”مروجہ دعاء“ کی ترغیب دیتے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سادہ لوح عوام کی توجہ بنسبت نماز جنازہ کے اس مروجہ دعاء کی طرف صرف ہو کر رہ گئی ہے، نماز جنازہ سیکھنے کی بجائے، اسی مروجہ دعاء سے کام چلنے لگا ہے۔ سو میں سے بچانوں فیصد حضرات کو نماز جنازہ اور اس کا طریقہ نہیں آتا۔ حالانکہ یہ میت کے لئے دعاء کی سب سے بہترین صورت ہے پھر طرفہ یہ کہ مروجہ دعاء کے بغیر نماز جنازہ کو ادھورا سمجھا جانے لگا ہے۔ اگر دعاء کی ہی بات ہے تو جنازہ کے بعد قبر پر دعاء کی ترغیب کیوں نہیں دی جاتی؟

حالانکہ اس کا سنت ہونا فریق مخالف کو بھی تسلیم ہے؟ لیکن عملاً کتنی مرتبہ ایسا ہوا کہ جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کروانے والے حضرات قبر پر دعاء کئے بغیر ہی چلے گئے؟ سنت جاتی ہے تو بدعت آتی ہے، قبر والی دعاء کی اہمیت جو کہ سنت ہے دلوں سے نکل چکی ہے، اس لئے عملاً اس کا اہتمام بھی فریق مخالف

کی طرف سے بہت کم ہوتا ہے۔

پھر اس مروجہ دعاء کو ثابت کرنے کیلئے عجیب و غریب باتیں بنائی جاتی ہیں۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ چونکہ دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ دعاء جنازہ کے اندر موجود ہے اس لئے بعد میں مانگنے کی ضرورت نہیں، اس لئے ان سے کہا کرو کہ کھانا کھانے کے بعد پانی نہ پیا کرو کیونکہ پانی سالن وغیرہ میں موجود ہے، لہذا اس کے بعد پانی پینے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ یہ دلیل نہیں بلکہ ڈھکوسلہ ہے، کیونکہ سالن اور کھانے کو کوئی بھی پانی نہیں کہتا، اس کا نام سالن اور کھانا رکھنا دلیل ہے اس بات کی کہ اب اس میں پانی مغلوب ہو گیا، تبھی تو اس کا نام سالن رکھا؟ جبکہ نماز جنازہ میں دعاء والا پہلو غالب ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ وہ دعاء ہے تفصیلی حوالہ جات باب اول میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک صاحب نے ایک اور بات بنائی کہ دیوبندی جنازہ کے بعد دعاء اس لئے نہیں مانگتے کہ ان کو پتہ ہے ہماری میت کی مغفرت تو ہونی نہیں، اس لئے دعاء سے کیا فائدہ؟ چھوڑو دعاء کو۔ یہ بھی بہتان تراز کی سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ اگر ہمیں یہ یقین ہوتا کہ ہماری مغفرت نہیں ہوتی تو پھر ہم نماز جنازہ ہی کیوں پڑھتے؟ جبکہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا نماز جنازہ میں تین صفوں کے ذریعے میت کی مغفرت ہو جاتی ہے (سنن ابی داؤد، باب فی القف علی الجنائز ج ۲، ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور) دوسری روایت میں آیا ہے کہ سو آدمیوں کے نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے میت کی بخشش ہو جاتی ہے (سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی من صلی علیہ جماعۃ المسلمین ص ۱۰۷ ناشر قدیمی کتب خانہ کراچی) ایک اور روایت میں آیا ہے کہ چالیس نمازیوں کے طفیل میت کی بخشش ہو جاتی ہے (سنن ابی داؤد، باب فضل الصلوۃ علی الجنائز ج ۲ ص ۹۸) اب ہمیں تو نبی اقدس ﷺ کے فرمان پر یقین ہے کہ میت کی نماز جنازہ پڑھنے سے اس کی بخشش ہو جاتی ہے، جس کو یقین نہیں وہ بعد میں بھی دعاء کرنا چاہتا ہے تو کرتا رہے۔

اور حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ میت کی نماز جنازہ پڑھنے سے اس کا حق ادا ہو جاتا ہے جو ان کے ذمہ ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۳ ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، مصنف عبدالرزاق ج

ص ۵۱۴ ناشر المجلس العلمی وادارة القرآن کراچی) ہمیں چونکہ خود بھی جنازہ آتا ہے اور ہماری عوام کو بھی آتا ہے، اس لئے ہم میت کا نماز جنازہ پڑھ کر حق ادا کر لیتے ہیں۔ اپنی عوام کا جنازہ آپ خود لے لیں۔ پھر کوئی کہنے والا شاید کہے کہ پھر آپ قبر پر دعاء کیوں مانگتے ہیں؟ ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ قبر پر دعاء ہم نبی اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی اتباع میں مانگتے ہیں، قبر پر نبی اقدس ﷺ نے یہ دعاء مانگی اور صحابہ کرام کو بھی مانگنے کا حکم دیا، اس لئے ہم بھی یہ دعاء مانگتے ہیں۔

القصة! کہ قبر والی سنت دعاء کی جگہ اس جنازہ گاہ والی مروجہ دعاء نے لے لی ہے۔ اس لئے قبر والی سنت دعاء کو چھوڑا جا رہا ہے اور جنازہ گاہ والی مروجہ دعا کو زبردستی مسلط کیا جا رہا ہے۔ پھر ظلم یہ کہ اگر کوئی عالم دین نماز جنازہ کے بعد سنت کے مطابق قبر پر دعاء کرنے کی ترغیب دے اور ورثاء میت کی تدفین کیلئے اس کی چارپائی کو اٹھانے لگیں تو زبردستی اس دعاء کو نہ کرنے والوں پر مسلط کیا جاتا ہے جیسا کہ خود میرے ساتھ مختلف علاقوں میں اس کے متعدد واقعات پیش آچکے ہیں، میرے اپنے علاقہ چک نمبر 66 ج. ب دھاندرہ فیصل آباد میں یہ صورت پیش آئی کہ جب میں اپنے پھوپھا جی مہر محمد طفیل رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ پڑھانے سے فارغ ہوا تو ایک صاحب آگے آ کر مروجہ دعاء کی ترغیب دینے لگے۔ اب اگر میں بھی اس طرح کا طریقہ اختیار کرتا تو کہنے والے کہتے کہ یہ مولوی لوگ تو اپنے جھگڑے فوٹگی کے موقع پر بھی نہیں چھوڑتے، پھر وہ مولوی صاحب قبر والی مسنون دعاء کئے بغیر ہی گھر کو چل دیئے، میں نے مزاحمت اس وقت مناسب نہ سمجھی اور اہل سنت والجماعت کے موقف کو تفصیل سے دلائل کے ساتھ پیش کرنے کا ارادہ کر لیا۔

الحمد للہ تعالیٰ زیر نظر کتاب ”نماز جنازہ کے بعد مسنون دعاء جنازہ گاہ میں یا قبر پر؟“ اسی ارادہ کی تکمیل ہے۔ یہ نام اس لئے تجویز کیا گیا کہ یہ غلط فہمی دور ہو جائے کہ ہم دعاء کے منکر ہیں، ہم دعاء کے منکر نہیں بلکہ مسنون دعاء جو کہ قبر والی ہے اس کے قائل ہیں۔

اس کتاب کا مقصد تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ صاف اور واضح الفاظ میں اہل سنت والجماعت

کے موقف کو پیش کرنا ہے۔ اگر کہیں تنقید ہے بھی تو تنقید برائے اصلاح ہے اور فریق مخالف کے لڑچکر کے مقابلہ میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

کچھ صاحبان ہمارے پاس سراج احمد سعیدی صاحب کی کتاب ”تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنائزۃ“ اور مفتی امین صاحب کا رسالہ ”نماز جنازہ کے بعد دعاء کا حکم“ لے کر آئے اور ان دونوں رسالوں سے دلائل دینے کی کوشش کرنے لگے، اس لئے آخر میں ان دونوں رسالوں کے دلائل کا بھی جواب دے دیا گیا ہے، جو گالیاں اور بہتان تراشیاں سراج احمد سعیدی صاحب نے اپنے رسالہ میں کی ہیں، ان کا جواب دینا میں نے مناسب نہیں سمجھا اور غیر متعلقہ بحثیں چھیڑ کر انہوں نے اپنے رسالہ کا حجم بڑھایا ہے، ان کا جواب دینا بھی ضروری نہ سمجھا۔ کیونکہ گالیاں دینا ہمارے اکابر کا طرز نہیں ہے۔

اگر کسی کو میری تحریر سے اختلاف ہو تو ادب اور اخلاق کے دائرے میں رہتے ہوئے سنجیدہ جواب تحریر کر سکتا ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ جواب وہ درست تصور ہوگا جو کہ ”نماز جنازہ کے بعد والی دفن سے پہلے اہتمام سے جنازہ گاہ میں ہی میت کی چارپائی رکھ کر کی جانے والی اجتماعی دعاء“ سے متعلق اہل سنت والجماعت اور خصوصاً ائمہ فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے مفتی بہ قول کے موافق ہو۔ شاذ قول کے ہم ذمہ دار نہیں اور نہ ہی اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۱۵، ج ۱۱ ص ۲۴۷، ج ۱۰ ص ۴۴) حق بات کو قبول کرنا ہم اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

اہل علم حضرات سے بھی درخواست ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کوئی بات خلاف سنت یا تحقیق کے خلاف پائیں تو ازراہ مہربانی اطلاع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی اصلاح کی جاسکے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہم لوگ امن کے داعی ہیں۔ اور پوری امت بھی امن چاہتی ہے، خواہ مخواہ اس مسئلہ کو اُچھال کر بد امنی پھیلانے سے گریز کیا جائے۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اس موقع پر اپنے عظیم محسن و مرشد اور امت مسلمہ کے عظیم قائد کا شکریہ ادا نہ کروں کہ جن کی شفقتوں کے زیر سایہ بندہ اپنی زندگی کے لمحات کو صرف کرنا عظیم سعادت سمجھتا ہے۔

میری مراد سرمایہ اہل سنت والجماعت، نمونہ اسلاف متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (امیر مرکز یہ عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت) ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کیلئے پیش لفظ تحریر فرما کر بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

اور داعی توحید و سنت، قاطع شرک و بدعت، مناظر اسلام حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ جنہوں نے کتاب پر نظر ثانی فرما کر بندہ کی علمی اور فکری رہنمائی فرمائی اور اپنی علمی مصروفیات کے باوجود اس کتاب کا مقدمہ تحریر فرمایا جزاکم اللہ خیراً فی الدنیا والآخرۃ۔ آمین ثم آمین۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے میری، میرے والدین، استاذہ کرام اور مجھ سے محبت رکھنے والے دوستوں کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

ابورافع محمد نواز فیصل آبادی سنی حنفی حسینی عفی عنہ

22-09-2014

برائے رابطہ: 0332-6566136

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ ، وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا ، وَكُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ . (صحیح مسلم: رقم 867)

کہ بہترین بیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، بہترین نمونہ وسیرت جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، برے کام وہ ہیں جو نئے نئے گھڑے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیرت اور ہدی کا تقابل بدعت سے فرما کر یہ بات واضح فرمادی ہے کہ آپ علیہ السلام کی سیرت اور نمونہ کے خلاف جو کچھ ایجاد کیا جائے گا وہ بدعت ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سراپا ہدایت ہے جبکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس بدعت اور گمراہی کا انجام سوائے ناکامی اور جہنم کی آگ کے اور کیا ہوگا؟ چنانچہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (ت 303ھ) کی اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ . (سنن النسائی: رقم الحدیث 1577)

کہ ہر گمراہی دوزخ کی طرف لے جانے والی ہے۔

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1372ھ) بدعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو، یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا یا چھوڑ جائے۔“
(تعلیم الاسلام۔ حصہ چہارم)

سنت اور بدعت کے اس تناظر میں یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیے کہ ایک مسلمان کی وفات کے بعد اس کے رشتہ داروں اور اعزہ اقارب کی طرف سے جو بہترین تحفہ و ہدیہ اسے بھیجا جاسکتا ہے وہ اس کے لیے دعا مغفرت کرنا ہے انفرادی طور پر جب چاہیں اس کے لیے دعا کی جاسکتی ہے اس میں کوئی قباحت نہیں اور شریعت میں اس کا ثبوت بھی ملتا ہے لیکن نماز جنازہ کے متصل بعد اجتماعی شکل میں دعا کرنے کا ثبوت نصوص شرعیہ میں کہیں نہیں ملتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین حضرات اور تبع تابعین کرام رحمہم اللہ نے کئی جنازے پڑھے اور پڑھائے لیکن کسی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد اجتماعی رنگ میں دعا مانگی ہو۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے نماز جنازہ کے متصل بعد دعا سے منع فرمایا ہے۔ ابوحنیفہ ثانی علامہ زین الدین ابن نجیم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (ت 970ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَدْعُو بَعْدَ التَّسْلِيمِ . (المحرر الرائق: فصل السلطان احق بصلاته)

ترجمہ: (نماز جنازہ پڑھنے والا) سلام پھیرنے کے بعد دعا نہ کرے۔

سلطان المحدثین ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (ت 1014ھ) لکھتے ہیں:

ولا يدعو للميت بعد صلاة الجنازة لأنه يشبه الزيادة في صلاة الجنازة .

(مرقاۃ المفاتیح: باب المشی بالجنازة)

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے

مشابہ ہے۔

فقہاء کرام کے اس ذمہ دار طبقہ (جن کی قرآن و سنت میں مہارت مسلم ہے) کی ان تصریحات کے بعد بھی اہل بدعت نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا ضروری سمجھتے ہیں بلکہ اتنی شد و مد سے اس کے قائل ہیں کہ مانعین دعا کے بارے میں انتہائی گرے ہوئے اور سوقیانہ الفاظ لکھتے ہیں۔ مثلاً:

”جو دعا سے روکے وہ تمام زمانے میں زیادہ احمق ہے۔“ (مقیاس حقیقت)

قارئین کرام! یہ ہے بدعت کا وہ ناسور جو اہل بدعت کو نہ صرف یہ کہ بدعات کا گرویدہ بنا دیتا ہے بلکہ یہ انہیں امت کے جید اور ذمہ دار طبقہ یعنی فقہاء کرام کے خلاف زبان درازی کرنے پر بھی ابھارتا ہے جس کے نتیجے میں یہ لوگ ہدایت سے کوسوں دور چلے جاتے ہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ بصورتِ اجتماعیت کے لیے دعا کرنے کا ثبوت صرف نمازِ جنازہ کی صورت میں یا قبر پر دعا کی شکل میں ہے۔ یہی طریقہ صحیح اور ثابت ہے اور اہل بدعت کا عمل غلط اور قابلِ ترک ہے۔

زیرِ نظر کتاب ”نمازِ جنازہ کے بعد مسنون دعا، جنازہ گاہ میں یا قبر پر“ عزیزم مناظرِ اسلام مولانا محمد نواز فیصل آبادی زید مجدہ کی تازہ تالیف ہے جس میں انہوں نے دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا ہے کہ جنازہ کے متصل بعد اجتماعی رنگ میں دعا کرنا بدعت جبکہ دفن کے بعد قبر پر دعا کرنا مسنون ہے۔ مولانا موصوف عالمی اتحاد اہل السنّت والجماعت فیصل آباد کے امیر ہیں۔ زبان کی شائستگی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہوئے قلم سے بھی نوازا ہے۔ اس حسین امتزاج کا نتیجہ ہے کہ زیرِ نظر موضوع پر نصوص شرعیہ اور فقہاء کرام رحمہم اللہ کی تصریحات ذکر کر کے دعا کا قبر پر مانگنا مسنون ثابت کیا ہے۔ اسی ضمن میں ان نصوص کا صحیح مطلب اور محمل بھی بیان فرمایا ہے جن سے اہل بدعت استدلال کرتے ہیں، اہل بدعت کے عامیانہ اشکالات کا بھی خوب خوب جائزہ لیا ہے۔ یوں اس بحث کے تقریباً تمام گوشوں پر مدلل بحث فرمائی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب ”نمازِ جنازہ کے بعد مسنون دعا، جنازہ گاہ میں یا قبر پر“ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ عوام و خواص کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور مؤلف موصوف کو سعادتِ دارین سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

محتاج دعا محمد الیاس گھسن

2- اکتوبر 2014ء

مقدمہ

داعی توحید وسنت قاطع شرک وبدعت مناظر اہل السنۃ والجماعت

حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

الحمد للہ وکفی و صلی اللہ وسلم علی نبیہا المصطفیٰ اما بعد!

برادران اہل سنت، برادرِ مکرم مخدوم محترم حضرت مولانا محمد نواز صاحب فیصل آبادی کا حکم ہوا کہ میری اس کتاب پر آپ کچھ لکھ کر دیں۔ بندہ اپنے کو اس لائق تو نہیں پاتا کہ بڑوں کی کتاب پر کچھ لکھے اگر چہ ٹوٹی پھوٹی اپنی تحریریں مختلف کتب میں چھپتی رہتی ہیں۔ فللہ الحمد۔

بہر حال مخدوم من کا حکم تھا۔ جس سے انکار کی گنجائش نہیں اس لیے چند باتیں عرض خدمت ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس عنوان پر تفصیلی کتاب کی ضرورت تھی جس ضرورت کو حضرت محترم نے پورا فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو اس سے مستفید فرمائے۔

دوسری بات یہ ہے خلاق عالم جل مجدہ نے دین اسلام کو نبی پاک ﷺ پر اتارا۔ آپ ﷺ کی زبان اقدس کو بھی اور آپ کے عمل مبارک کو دنیا کیلئے لائق اقتداء فرمایا۔

كما قال اللہ تعالیٰ

انا انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

یعنی آپ کی زبان مبارک جو دین کی تشریح فرمائیگی وہی معتبرا اور جو آپ کا وجود مسعود مبارک عمل کر کے دکھائے گا وہی دین تصور کیا جائیگا۔

اب آپ ﷺ کے اقوال مبارک میں کہیں بھی اس دعا کا جو مروج ہے دور دور تک اشارہ

بھی نہیں اور نہ ہی آپ ﷺ کے عمل مبارک میں کہیں بھی ثبوت مل سکتا ہے۔

ورنہ اسلاف امت اس بات کا تذکرہ تو کرتے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے یا کر کے دکھایا ہے مگر بعد افسوس کہنا پڑتا ہے کہ اس فرقہ بریلویت سے پہلے کسی نے بھی قرآن و سنت سے اس دعا کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں فرمائی بلکہ اس کے برخلاف اس کی ممانعت پر فتویٰ جات مل جاتے ہیں۔ جب اس مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے امت میں ان سے پہلے کوئی بھی نہیں ملتا تو پھر اس بارے میں کیا کہا جائے تو ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ان کے اکابر کی مصدقہ کتاب نصرۃ الحق میں لکھا ہے کہ:

”غیر مقلدین مل کر بتائیں کہ زیر بحث آیت سے کس معتبر محدث مفسر نے فاتحہ خلف الامام کی فرضیت پر استدلال کیا ہے اگر نہیں کیا تو پھر اپنے مذہب کی خاطر تفسیر بالرائے سے باز رہو اللہ سے ڈرو۔“ (نصرۃ الحق ج 1 ص 231)

اب آپ بتائیں ایک طرف تو یہ کہیں کہ اگر امت میں یہ استدلال کسی نے نہیں کیا لہذا یہ تفسیر بالرائے اور من مانی تشریح نہیں؟

اگر غیر مقلدین کریں تو مجرم اور رضا خانی غیر مقلد کریں تو مجرم و مثاب کیوں؟
القصہ یہ سلسلہ طویل ہے ہم اختصار سے صرف ایک حدیث شریف کا ترجمہ پیش کرتے ہیں اور اس پر کچھ عرض کرتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف ابن ماجہ، ابوداؤد شریف سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔ اذا صلیت علی المیت فاخلصوا الہ الدعا۔

اب بریلوی حضرات نے مروجہ کو ثابت کرنے کیلئے رحمت دو عالم سرکار دو عالم ﷺ کے وجود پر بہتان باندھا کہ سرکار طیبہ ﷺ فرماتے ہیں نماز جنازہ پڑھنے کے بعد خلوص سے دعا کرو۔
تفصیلی کلام تو اسی کتاب میں آپ پڑھیں گے مگر بریلوی علماء کے گھر سے ہم شواہد پیش

کرتے ہیں کہ یہ ترجمہ غلط ہے۔

(۱) مفتی فیض احمد اویسی بہاولپوری صاحب لکھتے ہیں۔

قال عليه السلام اذا صليت على الميت فاخلصوا له الدعاء۔ (ابوداؤد) (صلوة الجنائز ص 465)
جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کیلئے خالص دعاء مانگو۔

(دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت ص ۱۶)

معلوم ہوا کہ یہ ترجمہ کہ نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کے بعد اخلاص سے دعا کرو۔

اویسی صاحب نے نہیں کیا۔

(۲) فتاویٰ ملک العلماء مولوی ظفر الدین بہاری سے سوال ہوا کہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں جو کچھ امام کو پڑھنا چاہیے وہ مقتدی کو بھی پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
تو وہ جواب دیتے ہیں۔

مقتدی بھی سب پڑھیں کہ نماز جنازہ صرف ذکر و دعا ہے قرأت قرآن نہیں اور مقتدی کو بھی صرف قرأت قرآن عظیم ہی منع ہے باقی دعا و اذکار میں وہ امام کے شریک ہیں مثل امام سب کچھ پڑھیں۔

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں اذا صليت على الميت فاخلصوا له الدعاء۔ جب تم کسی کے جنازہ کی نماز پڑھو تو خلوص کے ساتھ اس کیلئے دعا مانگو۔ (فتاویٰ مسلک العلماء ص 142, 171)
معلوم بہاری صاحب اس روایت کا ترجمہ بھی ٹھیک کر رہے ہیں اور اس کا مطلب بھی اندر والی دعا لے رہے ہیں۔

(۳) مفتی نظام الدین ملتانی لکھتے ہیں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے سنا کہ فرماتے تھے کہ جس وقت تم نماز پڑھو جنازے پر تو پس خالص کرو واسطے

اس کے دعا کو۔ (انوار شریعت ج 2 ص 278)

(۴) پیر حسن جان سرہندی صاحب کا ہے وہ آپ کتاب کے اندر ملاحظہ فرمائیں گے تو معلوم ہو گیا کہ اس کا ترجمہ ہی بریلوی غلط کرتے ہیں۔

شاید کسی بریلوی کو یہ شکوہ ہو کہ چونکہ اس میں فاف ہے جو کہ تعقیب مع الوصل کیلئے آتی ہے تو گزارش یہ ہے کہ اس عنوان سے بھی فاضل موصوف نے کافی کچھ لکھ دیا ہے تھوڑی سے گزارش ہم بھی کرتے ہیں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں

دوسرا اعتراض: شیطان نے مردود ہونے کے بہت عرصہ بعد حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا تھا مگر یہاں ارشاد ہے فوسوس لھما الشیطان ف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دھوکا دینا فوراً ہوا یہ کیونکر درست ہوا۔ جواب: یا تو یہاں ف فوراً کے معنی میں نہیں صرف بعدیت بیان فرمانے کیلئے ہے۔

(تفسیر نعیمی ج 8 ص 417)

بات ثابت ہوگئی کہ اگر بالفرض اس روایت میں جنازے کے بعد دعاء کا حکم ہے تو پھر مطلق بعد کیلئے ہے یعنی جنازہ کے بعد دعا کرنا اور وہ دفن کے بعد ہے۔

توف کا لحاظ کر کے بھی مروجہ دعا ثابت نہیں ہوتی کیونکہ کبھی ف فوراً بعد کیلئے نہیں ہوتی بلکہ صرف بعد کیلئے ہوتی ہے تو ہم بھی کہہ دیں گے جیسے مفتی صاحب نے کہا۔ اور اس سے قبر پر دعا ثابت ہوگی۔ ایک اور جگہ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ گذشتہ قوموں کو ہلاک پہلے کیا گیا اور ان پر عذاب بعد میں آیا کہ ارشاد ہوا۔ اھلکناھا فجاءھاباً سناً۔ ف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلاکت عذاب سے پہلے ہوئی۔ حالانکہ عذاب پہلے آیا اور وہ ہلاک بعد میں ہوئے۔

جواب: تفسیر کبیر وغیرہ نے اس اعتراض کے تین جواب دیئے ہیں کہ ایک یہ کہ اھلکنا کے معنی ہیں

اردنا اھلاکھم ہم نے ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا۔ جیسے اذ اتمم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجھکم میں نماز میں کھڑے ہونے کا ارادہ کرنا مراد ہے اس صورت میں فاتر تیب کی ہے دوسرے یہ کہ ف تریب کی نہیں بلکہ تفصیل کی ہے یعنی ہم نے ان کو اس طرح ہلاک کیا کہ ان پر ہمارا عذاب آیا۔ الخ

تیسرے یہ کہ ہلاکت اور عذاب ایک ہی چیز تھے ایک ساتھ واقع ہوئے اہل عرب ایسے موقع پر ف بول دیتے ہیں۔ (تفسیر نعیمی ج 8 ص 352، 353)

یہی بات ہم کرتے ہیں کہ یا اذا صلیتم علی المیت کا مطلب یہ ہے اذا اردتم الصلوٰۃ علی المیت یعنی جب تم نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کرو تو اس ارادہ کے بعد خلوص سے دعا کرو۔

یا یہ فاتر تیب کیلئے نہیں بلکہ تفصیل کیلئے ہے یعنی جب تم جنازہ پر نماز پڑھو تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ خلوص سے اس کیلئے دعا کرنا۔

یا نماز جنازہ اور دعا ایک ہی چیز ہے لہذا اکٹھی ہی ہوگی۔

اور نماز کے اندر ایسے موقعوں پر عرب ف بول دیا کرتے ہیں۔

جب ہم بریلوی حضرات کو کہتے ہیں کہ فقہانے لکھا ہے۔

لا یقوم بالداء تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ جناب اس کا معنی ہے کہ کھڑے ہو کر دعا نہ کریں۔ ہم انتہائی معذرت سے کہتے ہیں کہ جب آپ کے پاس کوئی مہمان آئے اور جانے لگے تو آپ کہتے ہیں یا ررات کو ہمارے پاس قیام کرو۔ اب قیام اسی یقوم کا مصدر ہے جس کا معنی آپ لوگ کر رہے تھے کہ کھڑے ہو کر دعا نہ کرے بلکہ بیٹھ کر کرے۔ تو پھر کیا آپ ساری رات مہمان کو کھڑا کرنے کیلئے گزارش کر رہے ہیں اگر آپ اس معنی کو ماننے کیلئے تیار نہیں تو وہ ہم بھی نہیں مانتے۔

بلکہ یہاں اور وہاں دونوں جگہوں میں معنی ہے ٹھہرنا کہ آپ ہمارے پاس ٹھہریں اور اسی طرح لا یقوم جو فقہاء نے لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ جنازہ پڑھنے کے بعد دعا کرنے کیلئے نہ ٹھہریں اور نہ رکیں۔

قرآن مقدس میں ہے حسنت مستقر اَوْ مقاما، یہاں مقاما کا معنی کھڑا ہونا نہیں بلکہ ٹھہرنے اور رکنے کی جگہ رہنے کا محل ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے یا اہل یثرب لا مقام لکم یہاں بھی کھڑے ہونے کے معنی میں نہیں بلکہ رہنے اور ٹھہرنے کے معنی میں ہے۔

تو یہی معنی علماء کرام کے اقوال میں ہے کہ جنازہ پڑھنے کے بعد دعا کیلئے نہ ٹھہرے۔
اب ایک مثال آیت سے بھی پیش کرتا چلوں کہ بریلوی کیسے اسلاف اور انکی تفاسیر کو چھوڑ کر اپنی طرف سے تفاسیر کر رہے ہیں آیت پیش کی جاتی ہے۔

اذا سلک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان۔

یعنی قرآن تو کہتا ہے جب بھی مانگو مگر یہ دیوبندی روکتے ہیں۔

ہمارا جواب بریلوی مسلک کی ہی زبان میں ہے کہ
مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں کھڑے ہو کر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ہم بھی منع کرتے ہیں۔ (جاء الحق ص 281)

اب بتائیے کیا مفتی صاحب نہیں روک رہے؟

اور دوسری بات یہ ہے کہ جہاں اہل السنۃ دیوبند نے روکا ہے وہیں فقہاء کرام بھی روک رہے ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے تو کیا وہ سب بھی قرآن کے معانی و مفہوم کو سمجھنے سے قاصر رہے۔
اب ایک مثال عقلی ملاحظہ فرمائیے۔

بریلوی حضرات کے پاس چونکہ دلائل تو اس مسئلہ پر نہیں ہیں لہذا عقلی ڈھکوسلے چھوڑتے ہیں کہ جی چونکہ قرآن و سنت میں منع نہیں کیا گیا لہذا جائز ہے۔

بریلویوں سے کوئی پوچھے کہ اذان کے اندر درود و سلام پڑھنے سے منع کیا گیا ہے کیا۔ جی علی خیر العمل سے قرآن و سنت میں ممانعت ہے کیا۔ ظہر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنے کی ممانعت

ہے اگر اس طرح کی بے شمار چیزیں ایسی ہیں کہ قرآن و سنت میں ممانعت نہیں ملتی تو پھر بھی ان کو نہیں کیا جاتا تو پھر اس کو کیوں کیا جاتا ہے اسکو بھی ترک کرنا چاہیے۔

اسی طرح ایک مثال یہ بھی دیکھئے کہ کہتے ہیں فتاویٰ فریدیہ وغیرہا میں لکھا ہے کہ جنازہ کے بعد دعا جائز ہے تو عرض خدمت ہے کہ اول تو انہوں نے التزام سے بچنے کا قول بھی لکھا ہے جو کہ آپ کے ہاں ہوتا ہے تو بھی آپ کو مفید نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ فاضل بریلوی کہتے ہیں خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر عمل نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ص 75 رسالہ الہادی الحاجب عن جنازہ الغائب)

تو ہمارا مذہب تو مشہور ہے کہ مروجہ دعا درست نہیں تو اس کے برخلاف اگر کسی ہمارے شیخ کا قول ہوگا تو مرجوح ہے اس پر عمل نہ ہوگا ایک بات فاضل بریلوی کے قول سے پتہ چلی کہ بعض مشائخ مذہب کے لفظ اشارہ کر رہے ہیں ان کی بات پر عمل بھی نہ ہوگا اور انکی بزرگی اور مشیخت پر بھی فرق نہ آئے گا۔

شاید کوئی ہے کہ بعض لوگ تو انہی کے قول کی وجہ سے دعا مانگ لیتے ہیں اگر بدعت ہے تو کم از کم وہ تو بدعتی ہوئے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ فاضل بریلوی کے صاحبزادے مفتی مصطفیٰ رضا خان بریلوی لکھتے ہیں۔ قوالی مع مزامیر ہمارے یہاں ضرور حرام و ناجائز و گناہ ہے اور سجدہ تعظیمی بھی ایسا ہی ہے ان دونوں مسئلوں میں بعض صاحبوں نے اختلاف کیا ہے اگرچہ وہ لائق التفات نہیں مگر اس نے ان مبتلاؤں کو حکم فسق سے بچا دیا ہے جو ان مخالفین کے قول پر اعتماد کرنے اور جائز سمجھ کر مرتکب ہوتے ہیں۔

اگرچہ شرعاً ان پر دھرا الزام ہے ایک ارتکاب عوام کا دوسرا اسے جائز سمجھنے، خلاف قول جمہور کا۔ (فتاویٰ مصطفویہ ص 456 رضا کیڈمی بمبئی 1421ھ/2000ء)

(بحوالہ عرفان مذہب و مسلک ص 51)

تو معلوم ہو گیا کہ بریلوی اکابر نے جب ان عاملین کو فاسق و مجرم نہیں گردانا تو پھر ان کو کیسے مجرم ٹھہرائیں گے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے اور قیامت میں انہی اکابر و اسلاف و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔

آمین بجاہ نبی الکریم الامین و صلی اللہ علیہ وسلم علی آلہ و اصحابہ اجمعین

محمد ابوالیوب قادری

۲۰۱۴/۰۶/۰۵ء

۰۳۰۶-۸۰۹۸۷۸۸

باب اوّل

نماز جنازہ خود دعا ہے

نماز جنازہ حقیقت میں میت کے لئے دعا اور استغفار ہے۔

نماز جنازہ کے دعا ہونے کا ثبوت حدیث سے

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے شہید پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں ایک روایت نقل فرمائی ہے، سب سے پہلے اسے درج کیا جاتا ہے:

”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم السیف محاء الذنوب والصلوة علیہ شفاعۃ لہ ودعاء۔“ (مبسوط ج ۲ ص ۵۸)

”نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے اور شہید پر نماز جنازہ پڑھنا اس کے لئے شفاعت اور دعا ہے۔“

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے فیصلہ ہو گیا کہ نماز جنازہ خود میت کے لئے دعا ہے۔

دوسرا ثبوت: علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ سے

فقہاء عظام بھی نماز جنازہ کو حقیقت میں میت کے حق میں دعا ہی بتلاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”مقصود الصلوۃ علی الجنازہ هو الدعاء للمیت۔“

(زاد المعاد ج ۱ ص ۵۰۵ مطبوعہ بیروت)

”جنازہ پر نماز پڑھنے سے مقصود میت کے حق میں دعا کرنا ہے۔“

تیسرا ثبوت: بحر الرائق سے

فقہ حنفی کی مشہور کتاب بحر الرائق میں لکھا ہے:
 ”انہا الدعاء لا الصلوة المخصوصة . (بحر الرائق ج ۱ ص ۱۹۳)
 ”نماز جنازہ درحقیقت دعاء ہے نہ کہ نماز مخصوصہ“

چوتھا ثبوت: فتح القدر سے

فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتح القدر میں لکھا ہے:
 ”ان حقیقتہا الدعاء والمقصود منها .“ (فتح القدر ج ۲ ص ۱۸)
 ”نماز جنازہ کی حقیقت اور اس سے مقصود دعاء ہے۔“

پانچواں ثبوت: فتاویٰ شامی سے

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
 ”لا نہا لیست من کل وجه صلوة .“ (فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۱۸۹)
 ”نماز جنازہ ہر لحاظ سے نماز نہیں ہے۔“

چھٹا ثبوت: طحاوی سے

فقہ کی مشہور کتاب طحاوی میں لکھا ہے:
 ”ان المقصود الدعاء للمیت ای من الصلوة علی المیت .“
 (طحاوی علی المراتی الفلاح ج ۱ ص ۳۵۶)
 ”میت پر نماز جنازہ سے مقصود میت کیلئے دعا کرنا ہے۔“

ساتواں ثبوت: فتاویٰ بزاز سے

امام محمد بن شہاب کردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
 ”لا يقوم بالدعا بعد صلوة الجنازة لانه دعامة“

”نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے کیونکہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے۔“
(فتاویٰ بزاز ج ۱ ص ۸۳)

آٹھواں ثبوت: ہدایہ سے

شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
”والاتیان بالدعوات استغفار للمیت والبدایة بالثناء ثم بالصلوة سنة الدعاء.“ (ہدایہ ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)
”اور دعاؤں کا ادا کرنا میت کے لئے استغفار ہے اور ثناء سے شروع کرنا اور درود شریف پڑھنا دعا کیلئے سنت طریقتہ ہے۔“

سواری پر سوار شخص کیلئے جنازہ کے جواز کے تحت فرماتے ہیں:
”اجزأهم فی القیاس لانها دعاء.“ (ہدایہ ج ۱ ص ۱۸۱)
”قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کو کافی ہے کیونکہ نماز جنازہ دعا ہی تو ہے۔“

نواں ثبوت: عنایہ سے

صاحب عنایہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایہ کے قول ”الاتیان بالدعوات استغفار للمیت“ کے تحت لکھا ہے:

”اشارة إلى ان المقصود هو الدعاء.“ (حاشیہ فتح القدیر ج ۲ ص ۸۷)
”اس عبارت میں اس طرف اشارہ ہے کہ جنازہ سے اصل مقصود میت کیلئے دعا ہے۔“

دسواں ثبوت: مبسوط سرحسی رحمۃ اللہ علیہ سے

شمس الائمہ سرحسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
والمقصود بالصلوة على الجنازة استغفار للمیت والشفاعة له فلهذا يأتي

به ويذكر الدعاء المعروف اللهم اغفر لحينا وميتنا .“
 ”نماز جنازہ سے مقصود میت کے لئے استغفار اور اسکی شفاعت ہے لہذا دعا میں مشہور و معروف دعائے اللهم اغفر لحينا وميتنا آخر تک پڑھنی چاہیے۔
 علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

”لان هذه ليست بصلوة على الحقيقة انما هي الدعاء واستغفار للميت واشتراط الطهارة واستقبال القبلة فيها لا يدل انها صلوة حقيقة .“ (مبسوط ج ۲ ص ۲۴)
 ”کیونکہ نماز جنازہ حقیقت میں نماز نہیں ہے بلکہ میت کے لئے صرف دعا اور استغفار ہے اور جنازہ میں وضو کا شرط ہونا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ حقیقت میں نماز ہے۔“

گیارہواں ثبوت: محیط برہانی سے

صاحب محیط برہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
 ”ولا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلوة الجنازة لان اكثر صلاة الجنازة انما هو الدعاء.“

(الحیظ البرہانی ج ۳ ص ۱۰۹، مسئلہ نمبر ۲۵۲۵، الفصل الثانی والثلاثون: الجنازہ ناشر: مکتبہ الرشید الریاض السعودیہ)

”نماز جنازہ کے بعد آدمی دعاء کے لئے نہ ٹھہرے اس لئے کہ اکثر نماز جنازہ دعاء ہی ہے۔“

بارہواں ثبوت: فتاویٰ سعدیہ سے

مفتی سعد اللہ حقفی رحمۃ اللہ علیہ صاحب لکھتے ہیں:
 ”لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة لا نه دعا مرة .“ (فتاویٰ سعدیہ ج ۴ ص ۸۰)
 ”نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے کیونکہ اس نے ایک مرتبہ دعا مانگ لی ہے۔“

تیرہواں ثبوت: کشف الغطا سے

صاحب کشف الغطا رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”لا تناول صلوة الجنابة لأنها ليست بصلوة حقيقة إنما هي دعاء والاستغفار للميت الاترى انه ليس فيها الاركان التي تتركب بها الصلوة من الركوع والسجود الخ...“ (كشف الغطا حاشیہ مؤطا امام مالک ص ۲۱۰)

”کہ نماز جنازہ کو یہ بات شامل نہیں اس لئے کہ نماز جنازہ حقیقت میں نماز ہی نہیں ہے، وہ تو میت کے لئے دعا اور استغفار ہے اس لئے کہ اس میں وہ ارکان نہیں ہیں جن پر نماز مشتمل ہے، نہ آسمیں رکوع ہے نہ سجدہ..... الخ۔“

چودھواں ثبوت: حاشیہ کنز الاقائق سے

مولانا اعجاز علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”لان صلوة الجنابة ليست بصلوة حقيقة.“

(حاشیہ کنز الاقائق ص ۲۷)

”کہ نماز جنازہ حقیقت میں نماز ہی نہیں ہے۔“

پندرہواں ثبوت: شرح الکبیر علی المغنی سے

شرح الکبیر علی المغنی میں لکھا ہے:

”والدعاء ههنا واجب لهذا الحديث ولا نه المقصود فلا يجوز الاخلال به.“ (شرح الکبیر علی المغنی ج ۱ ص ۳۲۷)

”نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث (اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء) کی بنا پر اس مقام پر دعا واجب ہے اور اس لئے کہ نماز جنازہ میں اصل مقصود دعا ہے لہذا دعا کے بغیر جنازہ جائز ہی نہ ہوگا۔“

نماز جنازہ دعا ہے تو اس کو نماز کیوں کہتے ہیں؟

نماز جنازہ میں نماز والی بعض باتوں کا خیال رکھنے کی وجہ سے اسکو نماز کہہ دیا جاتا مثلاً طہارت حاصل کرنا، قبلہ رخ ہونا، قیام کرنا، آخر میں سلام پھیرنا وغیرہ۔ وگرنہ یہ ہر لحاظ سے نماز نہیں ہے کیونکہ اسمیں نہ رکوع ہے، نہ سجود، نہ تشهد اور نہ قعدہ، نہ اس سے پہلے اذان ہے نہ اقامت۔ لہذا یہ صورت تو نماز ہے لیکن بتصریح فقہاء ہر لحاظ سے نماز نہیں ہے بلکہ اسکو مجازاً نماز کہہ دیا گیا ہے۔ اس موقف کی تصدیق درج ذیل حوالوں سے بھی ہوتی ہے۔

سولہواں ثبوت: امام بخاری سے

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ”سماها صلوٰۃ لیس فیہا رکوع ولا سجود۔“ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۷ باب سۃ الصلوٰۃ علی الجنائزہ)
 ”جنازہ کا نام نماز رکھا ہے حالانکہ اسمیں رکوع اور سجدے نہیں ہیں۔“

سترھواں ثبوت: علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ سے

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لکن التسمیۃ لیست بطریق الحقیقۃ ولا بطریق الاشتراط ولا لکن بطریق المجاز۔“ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۲۲)
 ”لیکن جنازہ کا نام نماز رکھنا بطور حقیقت نہیں، نہ بطور اشتراک ہے بلکہ اسکو مجازی طور پر نماز کہا گیا ہے۔“

اٹھارھواں ثبوت: خان صاحب بریلوی سے

خان صاحب بریلوی اسی مسئلہ کو یوں بیان کرتے ہیں:
 ”وہابیہ کے بعض جاہلان بے خیر و مثل شوکانی صاحب نیل الاوتار ایسی جگہ اپنی اصول دانی یوں کھولتے ہیں کہ صلوٰۃ بمعنی نماز حقیقت شرعیہ ہے اور بلادلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔
 اقول، اولاً: ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقت شرعیہ صلوٰۃ بمعنی ارکان مخصوصہ ہے۔ یہ معنی خود نماز جنازہ میں کہاں؟ کہ اسمیں نہ رکوع ہے نہ سجود، نہ قرأت نہ قعود۔ الثالث عندنا والبواقی اجماعاً

(قرأت ہمارے نزدیک اور باقی تینوں بالا جماع کسی کے یہاں نہیں۔ ت) ولہذا یہ کہ وہ دعائے مطلق و صلوٰۃ مطلقہ میں برزخ ہے کما اشار الیہ البخاری فی صحیحہ و اطال فیہ (جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے اور اس بارے میں طویل کلام کیا ہے۔ ت) محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نماز جنازہ پر اطلاق صلوٰۃ مجاز ہے۔“

(الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب رسالہ مندرجہ فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۶۲ و ص ۳۶۳)
معلوم ہوا کہ جنازہ کو نماز مجازاً کہا گیا ہے، یہ حقیقت میں میت کے لئے دعاء اور استغفار ہے۔

انیسواں ثبوت: مفتی احمد یار نعیمی سے

مفتی احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

”قرآن کریم فرماتا ہے: ولا تصل علی احد منہم مات . (التوبہ: ۸۴)

”منافقین میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس پر جنازہ نہ پڑھیں۔“

آیت کریمہ میں نماز جنازہ صلوٰۃ فرمایا مگر ساتھ میں علیٰ ارشاد فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ نماز درحقیقت دعا ہے عرفی نماز نہیں جیسے رب فرماتا ہے۔ ”صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ (الاحزاب: ۱۶)۔ اے مسلمانوں! تم نبی پر درود و سلام پڑھو۔“ یہاں صلوٰۃ علیہ میں نماز مراد نہیں بلکہ درود و دعا مراد ہے کیونکہ اس کے بعد ”علی“ ارشاد ہے۔ جب صلوٰۃ کے بعد علیٰ ہو تو وہ بمعنی رحمت ہوتی ہے نہ کہ عرفی نماز اور ظاہر ہے کہ سورۃ فاتحہ و تلاوت قرآنی عرفی نماز کا رکن ہے نہ کہ دعا کا۔ دعا کے لئے تو حمد الہی درود شریف چاہیے، چونکہ جنازہ درحقیقت دعا ہے، ناکہ عرفی نماز لہذا اسمیں تلاوت قرآن کیسی؟ اس لئے اسمیں رکوع سجدہ نہیں اور اسمیں میت کو آگے رکھا جاتا ہے۔“

(جاء الحق حصہ دوم ص ۵۳۳ مطبوعہ شبیر برادرزلاہور)

قرأت کے مسئلہ میں جنازہ اگر دعا ہے تو پھر مروجہ دعا کی بحث میں جنازہ دعا کیوں نہیں؟
احناف کے ہاں جنازہ چونکہ دعا ہے اس لئے اس میں نہ قرأت ہے اور نہ ہی اس کے بعد مروجہ دعا۔

بیسواں ثبوت: مولوی امجد علی اعظمی سے کہ نماز جنازہ اور نماز کے احکام میں فرق ہے

نماز جنازہ اور نماز کے احکام میں بھی فرق ہے، یہ صرف ہماری بات اور موقف ہی نہیں بلکہ مشہور بریلوی عالم امجد علی اعظمی صاحب کی کتاب ”بہار شریعت“ میں بھی نماز جنازہ اور نماز کے درمیان کئی فرق موجود ہیں مثلاً:

(۱) نماز جنازہ کے لئے وقت شرط نہیں (بہار شریعت ص ۸۰ حصہ چہارم مطبوعہ ممتاز اکیڈمی لاہور) جبکہ نماز وقت مقررہ پر فرض ہے۔ (بہار شریعت ص ۸، ص ۲۲ حصہ سوم)

(۲) نماز جنازہ کیلئے جب وضو کرنے میں دیر لگ جانے کی وجہ سے نماز جنازہ کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پانی پر قدرت کے باوجود تیمم کیا جاسکتا ہے (بہار شریعت ص ۳۳ حصہ دوم، ص ۸۰ حصہ چہارم) لیکن اگر تنگی وقت کی وجہ سے وضو کی بجائے تیمم کر کے نماز پڑھی جبکہ وہ پانی پر قادر تھا تو دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھنا ہوگی (بہار شریعت ص ۳۴، حصہ دوم)

(۳) نماز جنازہ میں دو رکن ہیں (بہار شریعت ص ۸۱ حصہ چہارم) جبکہ نماز کے چھ رکن ہیں (بہار شریعت ص ۳۶ حصہ سوم)

(۴) نماز جنازہ میں تین سنتیں ہیں (بہار شریعت ص ۸۱ حصہ چہارم) جبکہ امجد علی اعظمی صاحب نے نماز کی ۸۸ سنتیں شمار کی ہیں (بہار شریعت ص ۴۱ تا ص ۴۷ حصہ سوم)

(۵) نماز جنازہ کے لئے اکیلا آدمی صف میں کھڑا ہو تو جائز ہے (بہار شریعت ص ۸۳ حصہ چہارم) جبکہ نماز کے جماعت کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں اکیلا آدمی صف میں کھڑا ہو تو مکروہ ہے (بہار شریعت ص ۶۹ حصہ سوم)

(۶) نماز جنازہ میں کچھلی صف افضل ہے (بہار شریعت ص ۸۳ حصہ چہارم) اور نماز میں پہلی صف افضل ہے (بہار شریعت ص ۶۶ و ص ۶۷ حصہ سوم)

(۷) نماز جنازہ میں عورت اگر مرد کے ساتھ کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوتی (بہار

شریعت ص ۸۴ حصہ چہارم) جبکہ نماز میں اگر عورت مرد کے ساتھ کھڑی ہوگئی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ (بہار شریعت ص ۶۹ حصہ سوم)

(۸) نماز میں مسبوق اپنی قضا شدہ رکعتیں ادا کرنے پر مامور ہے (بہار شریعت ص ۷۰ حصہ سوم) جبکہ نماز جنازہ میں مسبوق قضا شدہ ثناء درود شریف اور دعا کی بجائے صرف تکبیریں کہے گا (بہار شریعت ص ۸۴ حصہ چہارم) بلکہ مسبوق بعض صورتوں میں تو تکبیرات کو ختم کرنے پر مجبور ہے مثلاً اگر میت کی چار پائی کندھوں کے قریب اٹھالی جائے تو تکبیریں بھی ختم کر کے نماز توڑ دے گا۔ (دیکھئے فتح القدیر ص ۱۲۶، قاضی خان ص ۱۶۵، شامی ص ۲۱۷ ج ۲، البحر الرائق ص ۱۹۹ ج ۱)

مندرجہ بالا تفصیل سے بھی معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کی حقیقت دعا ہے، جب ایک مرتبہ دعا ہوگئی تو اس کے بعد دعا کیسی؟ اب بغیر کسی اور چیز کا انتظار کئے میت کی تدفین میں مصروف ہونا چاہیے۔

نماز میں بھی دعا ہے تو اس کے بعد کیوں دعا کی جاتی ہے

نماز کی حقیقت جنازہ کی طرح محض دعا نہیں بلکہ اسمیں دعائیں دعا تابع ہو کر مشروع ہوئی ہے بخلاف جنازہ کے کہ جنازہ پڑھنے والا گھر سے ہی میت کیلئے دعا اور استغفار کرنے کیلئے نکلتا ہے جب نماز سے مقصود محض دعا نہیں ہے اور جنازہ سے مقصود یہی دعا ہے تو اس وجہ سے نماز کے بعد دعا کرنے میں حرج نہیں اور جنازہ کے بعد دعا کرنے کی صورت میں تدفین میں بھی تاخیر ہوگی اس وجہ سے جنازہ کے بعد دعا کی غرض سے جنازہ گاہ میں رکنا درست نہ ہوگا تدفین کے بعد میت چونکہ اپنے مقام کو پہنچ چکی، اس کے بعد دعا بھی منع نہ ہوگی۔

نماز جنازہ دعا ہے تو اس سے پہلے ثناء اور درود شریف کیوں ہے؟

نماز جنازہ کی حقیقت چونکہ دعا ہے اور دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا حکم حدیث شریف میں موجود ہے (دیکھئے ترمذی شریف ج ۲ ابواب الادعوات) اس لئے نماز جنازہ میں میت کیلئے دعا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جاتا ہے۔

باب دوم

خالص دعا جنازہ کے اندر ہونی چاہیے

نماز جنازہ پڑھنے والا گھر سے چونکہ میت کیلئے دعا اور استغفار کرنے کے لئے چلا ہے اور نماز جنازہ خود دعا ہے، اس لئے خالص دعا بھی جنازہ کے اندر ہونی چاہیے نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد۔

حدیث: اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاخْلُصُوا لَهُ الدُّعَاءَ . ہماری دلیل ہے جنازہ گاہ میں نماز جنازہ کے سلام کے بعد مروجہ دعا کو خالص دعا ثابت کرنے کیلئے جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاخْلُصُوا لَهُ الدُّعَاءَ .“

(سنن ابن ماجہ ص ۱۰۹، سنن کبریٰ بیہقی ج ۴ ص ۴۰، جمع الفوائد من جامع الاصول وجمع الزوائد ص ۳۴ ج ۳، ریاض الصالحین ج ۲ ص ۳۱، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۲)

”جب تم میت کے لئے نماز جنازہ پڑھنے لگو تو اس کیلئے خالص دعا کرو۔“

حالانکہ اس حدیث کا نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا سے تعلق ہے نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد مروجہ دعا سے اور اس حدیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ خالص دعا جنازہ کے اندر ہونی چاہیے۔ اس موقف پر ہمارے پاس بہت سے حوالہ جات اور ثبوت موجود ہیں۔ یہاں کچھ ذکر کئے جا رہے ہیں۔

خالص دعا کے جنازہ کے اندر ہونے کے ثبوت

پہلا ثبوت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے:

جس طرح قرآن کریم کی بعض آیات دوسری بعض آیات کی تفسیر کرتی ہیں، اسی طرح نبی

اقدر ﷺ کی بعض احادیث بھی بعض احادیث کی تشریح کرتی ہیں۔ اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے نبی اقدس ﷺ کی ایک دوسری حدیث سے مذکورہ حدیث (اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء) کی تشریح اور وضاحت صاف نظر آرہی ہے، چنانچہ نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”فی الصلوة علی المیت اخلصوه بالدعاء .“

(مدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۴)

”میت پر نماز جنازہ میں اس کے لئے خالص دعا کرو۔“

اس حدیث میں ”فی الصلوة علی المیت“ کے الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء کا تعلق نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا سے ہے اور اخلاص بھی جنازہ کے اندر مطلوب ہے۔ حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء کو جنازہ کے بعد مرید دعا کی دلیل بتلانا نبی اقدس ﷺ کے فرمان کی صریح مخالفت نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

دوسری دلیل: نبی اقدس ﷺ کا اپنا مبارک عمل:

پہلی حدیث:

نبی اقدس ﷺ کا اپنا مبارک عمل بھی یہی تھا کہ آپ ﷺ میت کیلئے دعا تیسری تکبیر کے بعد جنازہ کے اندر مانگتے تھے، اور صاحب مشکوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ”اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء.“ کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی اقدس ﷺ کا مبارک عمل ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی علی الجنازة قال اللّٰهُمَّ اغفر

لحینا ومیتنا وشاهدنا وغائبنا آخر تک۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۶ ج ۱ ناشر المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

رسول اللہ ﷺ جب نماز جنازہ پڑھتے تو اس طرح دعا کرتے ”اللّٰهُمَّ اغفر لحینا و

میتنا وشاهدنا و غائبنا و صغیرنا آخرتک“

دوسری حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی صاحب مشکوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں روایت کی ہے۔
 ”عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ
 اللہم انت ربہا وانت خلقتها وانت ہدیتہا الی الاسلام وانت قبضت روحہا وانت
 اعلم بسرہا و علانیہا جئنا شفعا فاعفر لہ رواہ ابو داؤد۔“ (مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۴۷)
 ”حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز جنازہ میں یہ دعا بھی پڑھتے تھے۔
 اللہم انت ربہا وانت خلقتها آخرتک اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ خالص
 دعا جنازہ میں ہی مانگا کرتے تھے۔

تیسری حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث میں جنازہ کی خالص دعا ان الفاظ میں
 روایت کی گئی ہے۔

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم علی المیت فقال: اللہم عبدک وابن عبدک کان یشہد ان لا الہ الا اللہ وان
 محمداً عبدک ورسولک صلی اللہ علیہ وسلم وانت اعلم بہ منها ان کان محسناً
 فزد فی احسانہ وان کان مُسیئاً فاعفر لہ ولا تحرمنا اجرہ ولا تفتننا بعده۔“ (الاحسان
 بترتیب صحیح ابن حبان حدیث ۳۰۶۲ ج ۶ ص ۳۰ مطبوعہ مؤسسہ الرسالہ بیروت معجم کبیر طبرانی ج
 ۸ ص ۲۷۷)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز
 جنازہ میں یہ دعا پڑھی اللہم عبدک وابن عبدک آخرتک۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ حدیث اذا صلیتم الی المیت فاخلصوا الہ الدعاء۔ “ کے راوی ہیں انہی سے نبی ﷺ کا ذاتی عمل مبارک تین روایات میں ذکر کیا جا چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے جس دعا کو اخلاص سے مانگنے کی تلقین کی وہ وہی دعا ہے جو جنازہ کے اندر تیسری تکبیر کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ اگر جنازہ کے سلام کے بعد نبی ﷺ سے اسی جگہ کوئی اور دعا منقول ہوتی تو حضرت ابو ہریرہ ضرور نقل فرماتے۔ لیکن پورا ذخیرہ احادیث ٹٹولنے سے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جنازہ کے سلام بعد اسی جگہ جنازہ گاہ کی صراحت کے ساتھ کوئی روایت نہیں ملتی۔ جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ نبی ﷺ نے جنازہ کے سلام کے بعد جنازہ گاہ میں کوئی دعا نہیں فرمائی اور نہ امت کو اس کا حکم دیا ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ خالص دعائیت کیلئے جنازہ کی نماز کے اندر ہے نہ کہ سلام کے بعد۔ اور خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل بھی یہی ہے کہ خالص دعا جنازہ کے اندر ہے جیسا کہ عنقریب آپؐ سے ”راوی کا اپنا عمل“ کے عنوان سے ذکر کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی نبی ﷺ سے محدثین نے جنازہ میں خالص دعائیں اپنی کتب میں ذکر کی ہیں چند ایک ذکر کی جاتی ہے:

چوتھی حدیث

”عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی جنازة فقال: اللّٰهُمَّ عبدک وابن اُمتک یشہد أن لا اله الا أنت وحدک لا شریک لک ویشہد أن محمداً عبدک ورسولک أصبح فقیراً إلی رحمتک وأصبحت غنیاً عن عذابه تخلی من الدنیا و اهلها ان کان زاکیا فزکھ وان کان مخطئاً فاغفر له ، اللّٰهُم لا تحر منّا من أجره و تضلنا بعده۔

(مستدرک حاکم کتاب الجنائز ج ۱ ص ۳۵۹، المطالب العالیہ لابن حجر ص ۶۳، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۳)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھائی تو یہ دعا پڑھی اللہم عبدک وابن امتک آخرت تک۔

پانچویں حدیث

”عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ قال : دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی جنازۃ: اللہم هذا عبدک ابن عبدک ابن امتک ماض فیہ حکمک خلقتہ و لم یک شیئاً مذکوراً انزل بک وانت خیر منزل به اللہم لقنہ حجتہ والحقہ بنبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و ثبتہ بالقول الثابت فانہ افتقر الیک واستغنیا عنہ کان یشہد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فاغفر لہ وارحمہ ولا تحرمنا اجرہ ولا تفتننا بعدہ اللہم ان کان زاکیا فرکہ وان کان خاطئاً فاغفر لہ۔ (الجامع الکبیر للطبرانی ج ۲ ص ۱۸۷۰)

”امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر یہ دعا پڑھی اللہم هذا عبدک ابن عبدک ابن امتک آخرت تک۔

چھٹی حدیث

”عن ابی حاصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه صلی علی جنازۃ فقال الا اخبرکم کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی الجنازۃ کان یقول : اللہم انک خلقتها ونحن عبادک انت ربنا والیک معادنا۔“ (کنز العمال حدیث نمبر ۳۲۸۳۹ ج ۱۵ ص ۷۱۵)

”حضرت ابو حاصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی تو فرمایا: کیا میں تم کو اس بات کی خبر نہ دوں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز جنازہ پڑھتے تھے؟ نبی ﷺ نماز جنازہ میں یوں دعا کرتے تھے۔ اللہم انک خلقتها ونحن عبادک انت ربنا والیک معادنا۔“

ساتویں حدیث

”عن ابراهيم الأشهل عن ابيه رضى الله تعالى عنهما قال: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى على جنازة فقال: اللهم اغفر لنا ولنا وَاخِرنا وحيثنا وميتنا وذكرنا وانشانا وصغيرنا وكبيرنا وشاهدنا وغائبنا اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده.“ (كنز العمال حدیث نمبر: ۴۲۲۹۹ ج ۱۵ ص ۵۸۶)

”حضرت ابراہیم اشہل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو یہ دعا کی: اللہم اغفر لنا ولنا وَاخِر... آخر تک۔

آٹھویں حدیث

”عن يزيد بن ركانه رضى الله عنه قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على جنازة فدعا له اللهم عبدك وابن امتك احتاج إلى رحمتك وانت غني عن عذابه ان كان محسناً فزد في احسانه وان كان مُسيئاً فتجاوز عنه.“ (متدرک حاکم ج ۳ ص ۳۳)

”حضرت یزید بن رکانہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی اور اس کے لئے اس طرح دعا کی اللہم عبدک و ابن امتک آخر تک۔“

مندرجہ بالا روایات سے بھی معلوم ہوا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اخلاص سے دعا جنازہ کے اندر ہی کرتے تھے۔

میت کیلئے جنازہ میں کوئی دعا متعین نہیں کوئی بھی پڑھ سکتے ہیں

مذکورہ احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جنازہ میں میت کیلئے کوئی خاص دعا متعین نہیں ہے ہاں وہ دعاؤں میں سے کوئی بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

اخلاص سے دعا کرنے کے کیا معنی ہیں؟

بعض لوگ مروجہ دعا کو ثابت کرنے کے لئے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا) وہ زندہ، مردہ، حاضر، غائب، بچوں اور بوڑھوں، مذکر و مؤنث سب کیلئے ہے تو یہ خالص دعا میت کیلئے نہ ہوئی، اس لئے ہم جنازہ کا سلام پھیر کر اس کیلئے خالص دعا کرتے ہیں۔ حالانکہ اخلاص کا یہ مفہوم نہیں ہے جو بعض حضرات نے سمجھا ہے اخلاص کا مفہوم تو یہ ہے کہ جنازہ پڑھتے وقت محض الفاظ کے پڑھنے کو ہی کافی نہ سمجھا جائے بلکہ الفاظ کے معنی اور مفہوم پر غور کرتے ہوئے دل لگی کے ساتھ اور کامل توجہ کے ساتھ دعا مانگی جائے اور اس کو پتہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے کیا دعا کر رہا ہوں؟

اخلاص کا مفہوم مولوی احمد رضا خان صاحب سے:

احمد رضا خان صاحب بھی اخلاص سے دعا مانگنے کا معنی خشوع و خضوع قلب ہی کرتے ہیں چنانچہ سید صالح قادری صاحب کو اپنے جنازہ کے پڑھانے کی وصیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وہ تیرہ دعائیں ہیں کہ نماز جنازہ کی احادیث میں وارد ہوئیں، فقیر نے انہیں جمع کر کے ایک اور کا اضافہ کیا ہے۔ انہیں میں گزارش کرتا ہوں کہ حفظ فرمائیں اور بالحاظ معنی جنازہ اہلسنت پر پڑھا کریں۔ جن کلمات کو دو خط ہلائی میں لے کر ان پر خط کھینچ کر بالائے سطر دوسرے الفاظ لکھے جاتے ہیں وہ لفظ عورت کے جنازہ میں ان کلمات کی جگہ پڑھے جائیں فقیر آپ کو وصیت کرتا ہے کہ میرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں اور یہ سب دعائیں اپنے قادری قلب کے خضوع و خشوع سے پڑھیں۔“

(رسالہ المنة الممتازة فی دعوات الجنائزہ مندرجہ فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۰۹)

معلوم ہوا کہ احمد رضا خان صاحب بھی اخلاص سے دعا کرنے کا مطلب دل لگی اور خشوع و خضوع سے دعا کرنا بیان کرتے ہیں اور دعا اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا الخ عام طور پر اس لئے پڑھنے کو کہا جاتا ہے کہ یہ دعا بنسبت دوسری دعاؤں کے زیادہ جامع ہے۔ اگر کوئی اسکو خالص دعا نہیں سمجھتا تو وہ اپنی طرف سے دعا اور اس کا وقت گھڑنے کی بجائے جنازہ کے اندر کوئی دوسری دعا بھی پڑھ

سکتا ہے جیسا کہ صرف میت کیلئے بھی دعائیں پڑھنا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جنکی تفصیل ذکر کی جا چکی لیکن خدا را جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا کے الفاظ اگرچہ عام ہیں لیکن دل لگی سے پڑھنے پر خالص ہوگی۔ (مرقات ج ۴ ص ۱۴۰)

نماز جنازہ کی اس مشہور و معروف دعا ”اللھم اغفر لحینا و میتنا... الخ“ کو نا خالص دعا کہہ کر فتویٰ بازی سے گریز کیا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دعا کا پڑھنا بھی منقول ہے بلکہ یہ دعا تو مشکوٰۃ میں حدیث ”اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء.“ کے بعد اسی حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو جنازہ میں پڑھا کرتے تھے۔

تیسری دلیل: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان حلفی

حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء.“ کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ کے متعلق بیان حلفی ملاحظہ ہو کہ جس سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جنازہ کے اندر اخلاص سے دعا مانگنے کے قائل تھے:

”حدثنا عبدة بن سليمان عن يحيى بن سعيد عن سعيد المقبري أن رجلاً سأل أبا هريرة كيف تصلي على الجنزة فقال أبو هريرة أنا لعمر الله أخبرك أكبر ثم أصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ثم أقول اللهم عبدك وأمتك كان يعبدك لا يشرك بك شيئاً وانت أعلم به ان كان محسناً فزدني إحسانه وان كان مخطئاً فتجاوز عنه اللهم لا تفتنا بعده ولا تحرنا أجره.“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۹ مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۴۸۸، مؤطا امام مالک ص ۲۰۹، مؤطا امام محمد ص ۶۸)

”حضرت سعید مقبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ نماز جنازہ کس طرح ادا کرتے ہیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں تجھے بتلاتا ہوں میں اللہ کی بڑائی بیان کرتا ہوں پھر نبی ﷺ پر درود شریف پڑھتا

ہوں، پھر کہتا ہوں اللہم عبدک او امتک کان یعبدک آخر تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔ کے راوی ہیں قسم کھا کر بتلا رہے ہیں کہ میں جنازہ کس طرح پڑھتا ہوں؟ صاف بتلا رہے ہیں کہ میت کیلئے اخلاص سے دعا جنازہ میں مانگتا ہوں، اگر حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔ کا معنی جنازہ کے بعد دعا کرنا ہوتا تو حضرت ابو ہریرہ سلام کے بعد دعا کا ذکر ضرور کرتے۔ جب حدیث کا راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث سے جنازہ کے بعد مروجہ دعا کو ثابت نہیں کرتا اور عملاً نہیں مانگتا تو پھر کسی اور کو کیا حق ہے کہ وہ اس حدیث سے ایسی بات کو ثابت کرے جو کہ نہ نبی اقدس ﷺ سے ثابت ہے، نہ راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے؟

چوتھی دلیل محدثین کی گواہی

پھر حدیث ”اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔“ کو جن محدثین نے اپنی کتب میں ذکر فرمایا ہے ان میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث پر ”الدعا بعد صلوة الجنائزہ“ کا باب نہیں باندھا اور نہ ہی محدثین نے اس حدیث کو جنازہ کے بعد مروجہ دعا کے استدلال کے طور پر پیش کیا ہے، اگر کسی کے مطالعہ میں ایسی بات آئی ہے تو مہذب طریقے سے ادب کے دائرے میں رہ کر پیش کرے ہم اس کا خیر مقدم کریں گے۔ دیدہ باید۔

بلکہ محدثین نے اس حدیث پر باب قائم کر کے یا باب کے بغیر اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا تعلق جنازہ میں میت کیلئے پڑھی جانے والی دعا سے ہے۔ کچھ حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر یوں باب قائم کیا ہے:

”باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوۃ علی الجنائزہ۔“ (ابن ماجہ ص ۱۰۷)

یہ باب ہے ان روایات کے بارے میں جو نماز جنازہ میں دعا کے بارے میں آئی ہیں۔

صاحب رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی وضاحت:

حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔
 ”باب المشی بالجنابة والصلوة علیہا۔“ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۴، ج ۱)
 باب کیلئے اور حدیث کیلئے ص ۱۴۶)
 ”باب جنازہ کے ساتھ چلنے اور اس پر نماز پڑھنے کا۔“

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ”باب الدعاء للمیت“ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۲) ”میت کے لئے دعا کا باب“ کے تحت ذکر کیا ہے اور اس باب میں صرف جنازہ کے اندروالی روایات ذکر کی ہیں جس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو جنازہ کے اندروالی دعا سے متعلق سمجھا ہے یہی وجہ ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے تحت دعا اللہم اغفر لحینا ومیتنا وشاہدنا وغائبنا وصغیرنا الخ کو بھی ذکر کیا ہے۔ یہ سب حضرات مانتے ہیں کہ یہ دعا جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے۔

امام محمد بن سلیمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

امام محمد بن سلیمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو اس باب کے تحت لائے ہیں:
 ”باب الصلوة علی الجنابة“ (جمع الفوائد من جامع الاصول وجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۴)
 ”جنازہ پر نماز کا باب“
 جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد بن سلیمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث کو جنازہ میں دعا سے متعلق سمجھتے ہیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو اس باب کے تحت روایت کرتے ہیں۔
 ”باب الدعاء فی صلوة الجنائزۃ“ (سنن کبریٰ ج ۴ ص ۴۰)
 ”نماز جنازہ میں دعا کا باب“ معلوم ہوا امام بیہقی بھی اس حدیث کو جنازہ میں دعا سے متعلق سمجھتے ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

مشہور محدث اس حدیث کو درج ذیل باب کے تحت لائے ہیں۔
 ”باب ما یقرأ فی صلوة الجنائزۃ“ (ریاض الصالحین ج ۲ ص ۳۱)
 ”ان دعائوں کا باب جو کہ نماز جنازہ میں پڑھی جاتی ہیں۔“
 اس سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ حدیث ”اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔“ کا تعلق جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعا سے ہے۔
 اس کے علاوہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری کتاب ”المجموع شرح المہذب“ میں اس حدیث کو جنازہ میں میت کیلئے خالص دعا کے ضروری ہونے کو ثابت کیا ہے۔
 (دیکھئے المجموع شرح المہذب ج ۵ ص ۲۳۶، ص ۲۳۷)

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا:
 ”وقال ابن حجر الدعاء للمیت بخصوصه بعد الکتابۃ الثالثة ... الخ.
 (مرقات ج ۴ ص ۴۹)

”حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میت کے لئے تیسری تکبیر کے بعد اخلاص سے دعا کی جائے۔“

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

بعض شوافع اور حنابلہ نے تو حدیث ”اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء“ کی بناء پر نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد اخلاص سے میت کیلئے دعا کو ضروری قرار دیا ہے، امام نوویؒ کا حوالہ (المجموع شرح المہذب ج ۵ ص ۲۳۶، ص ۲۳۷) اس موقف پر ذکر کیا جا چکا ہے۔ علامہ شمس الدین ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ اسی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”ویدعو فی التكبيرة الثالثة لقول النبي صلى الله عليه وسلم اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء رواه ابو داؤد والدعاء ههنا واجب لهذا الحديث ولا نه المقصود فلا يجوز الاخلال به.“ (شرح الكبير علی المغنی ص ۳۲۷)

”اور تیسری تکبیر میں دعائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء (جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھنے لگو تو میت کیلئے اخلاص سے دعا کرو) اور اس مقام پر دعا اس حدیث کی بناء پر واجب ہے اور اس لئے کہ نماز جنازہ کا اصل مقصود دعا ہے لہذا دعا کے بغیر جنازہ جائز ہی نہ ہوگا۔“

علامہ ابن ابی العز الحنفی کی وضاحت:

علامہ ابن ابی العز الحنفی اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

”اما الدعاء الخالص فالصلوة على الميت فمامن مومن يموت الا وقد امر المؤمنون ان يصلوا عليه صلوة الجنابة وهم مأمورون في صلواتهم عليه ان يدعوا له كما روى ابو داؤد و ابن ماجه عن ابى هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء.“

”رہی دعاء خالص تو وہ میت پر نماز جنازہ ہے اسی وجہ سے جو مومن فوت ہوتا ہے مومنوں کو حکم ہے کہ وہ اس پر نماز جنازہ پڑھیں اور مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ میت پر اسکی نماز میں اس کے لئے دعا مانگیں جیسا کہ امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سنارسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھئے لگو تو اس کے لئے اخلاص سے دعا کرو۔“ (شرح عقیدہ طاویص ۳۷۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابن ابی العزکی وضاحت سے بھی معلوم ہوا کہ اخلاص سے دعا جنازہ کے اندر ہوگی نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد۔

نوٹ: علامہ ابن ابی العزقاند میں خصوصاً مسئلہ صفات میں اہل السنۃ والجماعت کے ہمنوا نہیں ہیں اس لئے مسئلہ صفات باری تعالیٰ میں ان کا حوالہ معتبر نہیں، فروعی مسائل میں چونکہ وہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور جنازہ کے اندر دعا کے خالص ہونے میں وہ اہل السنۃ والجماعت کے ہمنوا ہیں اسی وجہ سے تائید میں ان کا حوالہ نقل کر دیا گیا ہے۔

علامہ سعد اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

علامہ مفتی سعد اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

”آنچہ در سنن ابی داؤد اس حدیث منقول است ’اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔‘ مراد ازاں دعائیت کہ قبل تکبیر چہارم در نماز میخوانند نہ بعد آں زیرا کہ نہ فرمودہ است کہ اذا فرغتم من الصلوۃ۔“ (فتاویٰ سعدیہ ص ۱۳۰)

”جو حدیث کہ سنن ابی داؤد میں منقول ہے ’اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔‘ اس سے مراد وہ دعا ہے جو جنازہ کی چوتھی تکبیر سے پہلے پڑھی جاتی ہے نہ کہ جنازہ کے بعد، کیونکہ نبی اقدس ﷺ نے یہ نہیں فرمایا اذا فرغتم من الصلوۃ کہ جب تم جنازہ سے فارغ ہو جاؤ تو خالص دعا مانگو۔“

مفتی سعد اللہ صاحب صاف فرما رہے ہیں اخلاص سے دعا کا محل جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد ہے نہ کہ سلام کے بعد کیونکہ حدیث میں نماز جنازہ سے فارغ ہو کر اخلاص سے دعا کرنے کا حکم نہیں ہے وگرنہ حدیث میں یوں ہوتا ”اذا فرغتم من الصلوة علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔“ (کہ جب تم نماز جنازہ سے فارغ ہو جاؤ تو میت کے لئے اخلاص سے دعا کرو) کیا ایسے صریح اور موضوع پر واضح حوالوں کے بعد بھی کسی اور دلیل کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

پانچویں دلیل: مشہور بریلوی عالم حسن صاحب مجددی سجادہ نشین درگاہ ٹنڈو سائیں داد ضلع حیدر آباد کی گواہی

مشہور بریلوی عالم حسن مجددی صاحب سجادہ نشین درگاہ ٹنڈو سائیں داد ضلع حیدر آباد میت کے لئے ایصالِ ثواب کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وقد دل علی انتفاع المیت بالدعاء له فی صلوة الجنائزہ وفی السنن مد حدیث ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔“

(ترجمہ بھی حسن مجددی صاحب کا ہے) اور اجماع امت محمدیہ سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ میں میت کے لئے دعا کرنے سے اسے فائدہ پہنچتا ہے اور کتب احادیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو خلوص سے اس کے لئے دعا کرو۔“ (العقائد الصحیحہ فی ترید الوہابیہ النجدیہ ص ۳۷، ص ۳۸)

حسن مجددی صاحب کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حدیث ”اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء“ جنازہ کے اندر اخلاص سے دعا کرنے کی دلیل ہے نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد مروجہ دعا کی۔

چھٹی دلیل مولوی احمد رضا خان صاحب کی تحقیق، وصیت اور گواہی:

مولوی احمد رضا خان صاحب کی تحقیق بھی یہی ہے کہ حدیث ”اذا صلیتم علی المیت فاخصلوا له الدعاء۔“ جنازہ میں دعا کے خالص ہونے کی دلیل ہے نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد مروجہ دعا کی، کیونکہ جنازہ کے بعد دعا کو ثابت کرنے کے لئے سب سے پہلے احمد رضا خان صاحب نے رسالہ لکھا ہے۔ اس سے پہلے اس موضوع پر کوئی رسالہ موجود نہ تھا، اس رسالہ کا نام ”بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلوة الجنائز“ (نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے پر انعامات کی تقسیم) ہے۔ اسی بات کا اظہار کرتے ہوئے خود احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”امید ہے کہ اس فتوے میں اول تا آخر جتنے جواہر زواہر ہدیہ انظار اولی الابصار ہوئے سب خاصہ خاصہ فقیر ہوں کہ اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملیں۔“ (رسالہ بذل الجوائز مندرجہ فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۵۶)

فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۳۹ تا ۲۵۶ میں موجود پورے اس رسالہ کو چھان ماریں کہیں بھی آپ کو جنازہ کے سلام کے بعد دعا کے اثبات میں اس حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخصلوا له... سے استدلال نہیں ملے گا۔ اگر یہ حدیث جنازہ کے بعد دعا کی دلیل ہوتی تو احمد رضا خان صاحب بھی اس سے ضرور دلیل پکڑتے۔ ان کا اس حدیث سے جنازہ کے سلام کے بعد دعا پر استدلال نہ کرنا دلیل ہے۔ اس بات کی کہ وہ خود بھی اس حدیث کو جنازہ میں اخلاص کی دلیل سمجھتے تھے۔

اس بات کی تائید احمد رضا خان صاحب کی وصیت سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے جنازہ میں احادیث میں وارد دعاؤں کو اخلاص سے پڑھنے کا حکم اور وصیت کی ہے نہ کہ سلام کے بعد۔ چنانچہ وصیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو، حامد رضا خان وہ دعائیں کہ فتویٰ میں لکھی ہیں خوب ازبر کر لیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی۔“ (رسالہ وصایا شریف ص ۸ مطبوعہ مطبع حسنی بریلی)

احمد رضا خان صاحب اپنے دوسرے رسالے ”المنة الممتازة فی دعوات الجنائز“

میں سید صالح قادری صاحب کو وصیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وہ تیرا دعائیں ہیں کہ نماز جنازہ کی احادیث میں وارد ہوئیں فقیر نے انہیں جمع کر کے ایک اور کا اضافہ کیا ہے، انہیں میں گزارش کرتا ہوں کہ حفظ فرمائیں اور بالفاظ معنی جنازہ اہل سنت پر پڑھا کریں، جن کلمات کو دو خط ہلائی میں لے کر ان پر خط کھینچ کر بالائے سطر دوسرے الفاظ لکھے جاتے ہیں وہ لفظ عورت کے جنازے میں اُن کلمات کی جگہ پڑھے جائیں۔ فقیر آپ کو وصیت کرتا ہے کہ میرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں اور یہ سب دعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خضوع و خشوع سے پڑھیں اور قبر فقیر محتاج پر تلقین بھی کریں۔“ (رسالہ المئۃ الممتازة فی دعوات الجنائز مندرجہ فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۰۹ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

دیکھئے صاف طور پر خالص قادری قلب کے خضوع و خشوع سے نماز جنازہ میں دعائیں مانگنے کی وصیت کی جا رہی ہے اس سے روز روشن کی طرح بات نکھر کر سامنے آگئی کہ احمد رضا خان صاحب بھی جنازہ میں اخلاص سے دعا مانگنے کے قائل تھے۔ اور حدیث ”اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء“ کو جنازہ میں دعا کی دلیل سمجھتے تھے، اس حوالے سے بھی اتمام حجت ہو گیا۔

ساتویں دلیل: اس حدیث کو ائمہ نے جنازہ میں قراءۃ نہ کرنے پر بطور دلیل کے پیش کیا فقہاء کرام میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ نماز جنازہ میں قراءۃ یعنی قرآن پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔ انہوں نے وضاحت فرمائی ہے کہ نماز جنازہ میت کے لئے درحقیقت دعا ہے اس لئے اسمیں قرآن کریم بحیثیت قراءۃ نہیں پڑھا جائے گا بلکہ جنازہ میں میت کیلئے اخلاص سے دعا کی جائے گی اپنے اس موقف پر انہوں نے حدیث ”اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔“ کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے چنانچہ یہاں کچھ حوالہ جات اس بات کی تائید میں نقل کئے جاتے ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وَلَا قِرَاءَةً فِي هَذِهِ الصَّلَاةِ فِي الْمَشْهُورِ مِنْ مَذْهَبِ مَالِكٍ وَكَذَلِكَ أَبُو حَنِيفَةَ وَالثَّوْرِيُّ يَقُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاخْلَصُوا لَهُ الدُّعَاءَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ.“ (تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۲۲)

”نماز جنازہ میں امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام ثوری کے مشہور مذہب میں جنازہ کے اندر قراءۃ نہیں ہے، انکی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نبی اقدس ﷺ کا یہ ارشاد ہے ”اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء.“ (جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھنے لگو تو اس کے لئے اخلاص سے دعا کرو۔“

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اسی مسئلہ کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

”وَاحتج من منع قراءة القرآن فيها بان قالوا عن النبي صلى الله عليه وسلم اخلصوا له الدعاء.“ (المحلى ج ۵ ص ۱۳۰)

”نماز جنازہ میں قرآن کریم کی قراءۃ سے منع کرنے والوں نے نبی اقدس ﷺ کے فرمان ”اخلصوا له الدعاء.“ (میت کے لئے اخلاص سے دعا کرو) سے دلیل لی ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اسی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وُغَايَةُ مَا اسْتَدَلَّ بِهِ اصْحَابُنَا هُوَ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعاً إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاخْلَصُوا لَهُ الدُّعَاءَ.“ (غیث الغمام حاشیہ امام الکلام ص ۸۳۸)

”نماز جنازہ میں قراءۃ کے نہ کرنے پر ہمارے احناف نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث ہے۔ ”اذا صليتم على الميت فاخلصوا له

الدعاء۔“

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حدیث ”اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء۔“ کو نماز جنازہ میں قرأت سے منع کرنے والے آئمہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ حدیث ان آئمہ کرام رحمہم اللہ کی دلیل اسی وقت بن سکتی ہے جب اسکو نماز جنازہ کے اندر دعا سے متعلق تسلیم کیا جائے۔

آٹھویں دلیل: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ اخلاص سے دعا تیسری تکبیر کے بعد ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص سے دعا جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد ہونی چاہیے چنانچہ فرماتے ہیں:

”من السنة في الصلوة على الجنازة أن يقرأ بفاتحة الكتاب ثم يصلي على رسول الله ثم يخلص الدعاء للميت حتى يفرغ ولا يقرأ الامرة واحدة ثم يسلم في نفسه۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۰ ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

”نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھی جائے پھر رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے پھر میت کے لئے اخلاص سے دعا کی جائے۔ یہاں تک کہ جنازہ سے فراغت ہو اور سورۃ فاتحہ صرف ایک بار پڑھی جائے پھر دل ہی دل میں سلام پھیرا جائے۔“

سنت سے مراد صحابی کیا ہے:

ائمہ کرام نے صراحت کی ہے کہ صحابی کسی عمل پر سنت کا اطلاق کرے تو اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی سنت ہوتی ہے (نصب الراية از امام زلیخفی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۳۱۴، عمدۃ القاری از علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ج ۸ ص ۱۴۰، فتح القدیر از علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۲۱۲، الجوهر النقی از

علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۳۰۳، مقدمہ ابن الصلاح ص ۶۹، فتح الباری ج ۱ ص ۲۵۲۳، کتاب الام از امام شافعی ج ۱ ص ۲۴۰) سنت کے لفظ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک دور میں (خیر القرون میں) تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے اخلاص سے دعا کی جاتی تھی اور یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ خیر القرون میں حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخصلوا له الدعاء کو جنازہ میں دعا کے اخلاص کی دلیل سمجھا جاتا تھا۔

جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرأت اور غیر مقلدوں کا موقف:

اس حدیث میں غیر مقلدوں کی خوشی کا کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ حدیث میں سنت کا لفظ ہے جبکہ غیر مقلد نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مولوی حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب ”صلوۃ الرسول“ کے حاشیہ تسہیل الوصول میں لکھا ہے:

”نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اس کے بغیر نماز جنازہ نہیں ہوتی۔“

(صلوۃ الرسول مع تسہیل الوصول ص ۳۵۲)

غیر مقلدوں کے شیخ الاسلام رئیس ندوی صاحب نے بھی نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو پڑھنا ضروری قرار دیا ہے۔ (رسول اکرم کا صحیح طریقہ نماز ص ۷۲۰)

معلوم ہوا کہ غیر مقلدوں کے ہاں جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرأت ضروری ہے اس کے بغیر ان کے ہاں نماز نہیں ہوتی جبکہ حدیث مذکورہ میں سنت کا لفظ ہے اور سنت کے متعلق غیر مقلدوں کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے:

”سنتوں کی وضع درجات کے لئے ہے۔ ترک سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مواخذہ نہیں ہوگا۔“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۲۶ ناشر مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

جب ترک سنت سے مواخذہ نہیں ہے اور محض رفع درجات میں کمی ہوتی ہے تو پھر اس کے بغیر نماز کیوں نہ ہوگی؟

جب حدیث میں سنت کا لفظ ہے اور غیر مقلد نماز جنازہ میں فاتحہ کو فرض یا واجب سمجھتے ہیں تو پھر یہ انکی دلیل کیسے بن گئی؟ اس حدیث سے تو ان کے نظریہ کی تردید ہو رہی ہے کہ نماز جنازہ میں قرآن کریم کی قرأت ضروری نہیں ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ بنیت قرأت اور بنیت فرض و واجب پڑھنا صحیح نہیں ہے ہاں البتہ حمد و ثناء کی نیت سے پہلی تکبیر کے بعد اسکو پڑھا جاسکتا ہے اور یہاں حدیث میں سورۃ فاتحہ پڑھنے سے مراد بھی اس کا حمد و ثناء کیلئے پڑھنا ہے کیونکہ مطلق نماز کی طرح نماز جنازہ میں قرأت رکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ نماز جنازہ میت کیلئے حقیقت میں دعا ہے لہذا اس میں نہ قرأت رکن ہوگی اور نہ ہی اس کے بعد دعا ہوگی۔ جیسا کہ ائمہ کرام امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ نے نماز جنازہ میں قرأت کے ضروری نہ ہونے پر حدیث ”اذا صلیتم علی المیت فاخصلوا له الدعاء۔“ کو بطور دلیل پیش کیا ہے اور اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان حلفی بھی گذر چکا جو کہ نماز جنازہ میں قرآن کریم کی قرأت کے ضروری نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں پہلے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتا ہوں پھر نبی ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں پھر میت کیلئے دعا کرتا ہوں (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۹، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۸۸، موطا امام مالک ص ۲۰۹ موطا امام محمد ص ۶۸) اگر نماز میں قرأت ضروری ہوتی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ضرور اسکو اختیار کرتے۔

تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھی معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میت کیلئے دعا ہے اس میں نہ قرأت ضروری ہے نہ اس کے بعد دعا اس کے علاوہ اور بھی کئی روایات سے معلوم ہوتا ہے نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔ یہاں چند روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

نماز جنازہ میں قرآن کریم کی قرأت نہیں ہے: مزید اٹھارہ روایات

پہلی حدیث

مالک عن نافع ان عبد الله بن عمر كان لا يقرأ في الصلوة على الجنازة

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۲۱۰)

”امام مالکؒ حضرت نافع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز جنازہ میں قرآن کی قراءۃ نہیں کرتے تھے۔“

دوسری حدیث

روی عن ابن مسعود انه سئل عن صلوة الجنابة هل يقرأ فيها فقال لم يؤقت لنارسول الله صلى الله عليه وسلم قولاً ولا قراءة وفي رواية دعاء ولا قراءة كبر ما كبر الامام واختر من اطيب الكلام ماشئت وفي رواية واختر من الدعاء اطيبه (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۳؛ مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۲۸۵)

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ کیا نماز جنازہ میں قرآن کریم قراءت کی جائیگی؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے کوئی خاص کلام اور قراءۃ مقرر نہیں فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی خاص دعا اور قراءۃ مقرر نہیں فرمائی، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جو اچھے سے اچھا کلام (ثناء دعا) چاہو اختیار کرو اور ایک روایت میں ہے کہ جو بہتر سے بہتر دعا ہو وہ اختیار کرو۔“

تیسری حدیث

روی عن عبدالرحمن بن عوف و ابن عمر انهما قالا ليس فيها قراءة شئ من القرآن (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۳)

”حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ ان دونوں نے فرمایا کہ نماز جنازہ میں قرآن کے کسی حصہ کی بھی قراءۃ نہیں ہے۔“

چوتھی حدیث

حدثنا محمد بن فضيل عن العلاء بن المسيب عن ابيه عن علي انه كان اذا

صَلَّى عَلَى مِيتٍ يَبْدَأُ بِحَمْدِ اللَّهِ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا حَيَاتُنَا
وَأَمْوَاتَنَا وَأَلْفَ بَيْنِ قُلُوبِنَا وَاصْلَحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاجْعَلْ قُلُوبَنَا عَلَى قُلُوبِ خِيَارِنَا. “

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۹ ناشر ادارہ تالیفات الشرفیہ ملتان)

”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ جب کسی میت کی نماز
جنازہ پڑھاتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے ابتداء کرتے پھر نبی ﷺ پر درود پڑھتے پھر یہ دعا مانگتے
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا حَيَاتُنَا وَأَمْوَاتَنَا آخرت تک۔“

پانچویں حدیث

”حدثنا حفص بن غياث عن اشعث عن الشعبي قال في التكبيرة الاولى يبد
بحمد الله والثناء عليه والثانية صلوة على النبي صلى الله عليه وسلم والثالثة دعاء
للميت والرابعة للتسليم. “ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۹، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)
”حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں نماز جنازہ کی پہلی تکبیر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و
ثناء سے ابتداء کرے، دوسری تکبیر کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھے تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا
کرے۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرے۔“

چھٹی حدیث

”حدثنا وكيع عن سفيان عن الشعبي قال سمعته يقول في الاولى ثناء على
الله تعالى وفي الثانية صلوة على النبي صلى الله عليه وسلم وفي الثالثة دعاء للميت
وفي الرابعة تسليم. “ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۰)
”حضرت امام شعبی فرماتے ہیں پہلی تکبیر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے اور دوسری تکبیر میں
نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے اور تیسری تکبیر میں میت کے لئے دعا کرے اور چوتھی میں سلام کرے۔“
ساتویں حدیث

حدثنا اسماعيل بن عليه عن ايوب عن محمد انه كان لا يقرأ على الميت.
(مصنف ابن أبي شيبة ج ۳ ص ۱۸۲) حضرت محمد بن سيرين نماز جنازہ میں قرآن نہیں کرتے تھے۔“

آٹھویں حدیث

حدثنا عبد الاعلیٰ و غندر عن عون عن ابی المنہال قال سألت ابا العالیہ
عن القراءة فی الصلوة علی الجنائزہ بفاتحة الكتاب فقال ما كنت أحسب أن فاتحة
الكتاب تقرأ الا فی صلاة فیہا رکوع و سجود. “ (مصنف ابن أبي شيبة ج ۳ ص ۱۸۲)
”حضرت ابو المنہال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو العالیہ سے نماز جنازہ
میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ سورۃ فاتحہ رکوع سجدہ
والی نماز میں صرف پڑھی جاتی ہے۔“

نویں حدیث

”حدثنا وکیع عن موسیٰ بن علی عن ابیہ قال قلت لفضالة بن عبيدة هل
یقرأ علی الميت شئی قال لا. “ (مصنف ابن أبي شيبة ج ۳ ص ۱۸۲)
”موسیٰ بن علی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فضالہ بن عبیدہ سے
پوچھا کیا نماز جنازہ میں قرآن کا کوئی حصہ پڑھا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔“

دسویں حدیث

”حدثنا ابو معاویة عن الشیبانی عن سعید بن ابی بردة عن ابیہ قال قال له
رجل اقرأ علی الجنائزہ بفاتحة الكتاب قال لا تقرأ. “ (مصنف ابن أبي شيبة ج ۳ ص ۱۸۳)
”حضرت سعید بن ابی بردہ اپنے والد ابو بردہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں
نے کہا: ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ کیا میں نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھوں تو انہوں نے کہا نہ پڑھ۔“

گیارہویں حدیث

”حدثنا حفص بن غياث عن حجاج قال سئلت عطاء عن القراءة على الجنابة فقال ماسمعنا بهذا.“ (مصنف ابن أبي شيبة ج ۳ ص ۱۸۳)

”حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے نماز جنازہ میں قرأت سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہم نے اس کے پڑھنے کے متعلق نہیں سنا۔“

بارہویں حدیث

”حدثنا وكيع عن سعيد عن عبد الله بن أياس عن إبراهيم و عن أبي الحصين عن الشعبي قال ليس في الجنابة قراءة. (مصنف ابن أبي شيبة ج ۳ ص ۱۸۳)

”حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔“

تیرھویں حدیث

”حدثنا وكيع عن زمعة عن أبي طاوس عن أبيه و عطاء انهما كانا ينكران القراءة على الجنابة.“ (مصنف ابن أبي شيبة ج ۳ ص ۱۸۳)

”حضرت ابو طاؤس سے روایت ہے کہ ان کے والد اور حضرت عطاء دونوں نماز جنازہ میں قرأت کا انکار کرتے تھے۔“

چودھویں حدیث

”حدثنا معتمر عن سليمان عن اسحاق بن سويد عن بكر بن عبد الله قال لا اعلم فيها قراءة.“ (مصنف ابن أبي شيبة ج ۳ ص ۱۸۳)

”حضرت بکر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ نماز جنازہ میں کوئی قرأت ہے۔“

پندرھویں حدیث

”حدثنا يحيى بن أبي بكر قال ثنا محمد بن عبد الله بن أبي سارة قال سألت

سالمًا فقلت القراءة على الجنابة؟ فقال لا قراءة على الجنابة .“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۳)

”حضرت محمد بن عبداللہ بن ابی سارہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا نماز جنازہ میں قرأت سے متعلق تو انہوں نے فرمایا نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔“

سولہویں حدیث

”عبدالرزاق عن الثوری عن حماد عن ابراهیم قال سئلته أقرأ علی المیت

اذا صلی علیہ قال لا۔“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱ ناشر ادارة القرآن کراچی)

”حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا نماز جنازہ میں قرأت کی جائیگی قال لا فرمایا نہیں۔“

سترھویں حدیث

”عبدالرزاق عن الثوری عن منصور قال قلت لابراہیم علی المیت شیئ

موقت؟ قال لا اعلمہ ، قال سفیان وبلغنا ان ابراہیم قال علیہ الدعاء والاستغفار۔

(مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۶۴۳۵ ج ۳ ص ۴۹۱)

”حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا میت پر کوئی پڑھنا فرض ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں اسکو نہیں جانتا۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میت پر دعا اور استغفار کی جائے۔“

اٹھارھویں حدیث

”عبدالرزاق عن عثمان بن مطر عن قتادہ عن ابن المسیب قال : ما نعلم فی

الصلوة علی المیت من قرأة ولا دعاء شیئاً معلوماً۔“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۲ نمبر ۱۴۳۶)

”حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم

نہیں جاتے کہ میت پر نماز جنازہ میں کوئی قرآن اور نہ متعین کسی دعا کو کہ وہ ضروری ہو۔“
 ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ بنیت قرآن جائز نہیں ہے اور ہاں
 حمد و ثناء کی نیت سے کوئی پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے، حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جو کہ
 آٹھویں دلیل کے تحت نقل کی گئی ہے اس سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے لہذا یہ روایت غیر مقلدیت کی
 دلیل نہیں بلکہ ہماری دلیل ہے اور اسکی مؤید مذکورہ بیس کے قریب روایات ہیں۔
نویں دلیل: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ جنازہ ادا کر کے
جنازہ گاہ سے چلے جاتے تھے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا عمل:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا عمل جنازہ نقل کرنے کے بعد حضرت عبید بن السباق
 رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”وانصرف“ کہ انہوں نے جنازہ ادا کیا اور چلے گئے۔
 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۱ ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا عمل:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق حضرت موسیٰ بن نافع فرماتے ہیں:
 ”رأیت سعید بن جبیر صلی علی الجنازۃ ثم رجع.“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۴)

”میں نے حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ انہوں نے نماز جنازہ ادا کی پھر چلے گئے۔“

حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کا عمل

”عن داؤد بن ابی الفرات قال كنت مع أبی قلابہ فی جنازۃ فلما صلی

انصرف.“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۴)

”حضرت داؤد بن ابی الفرات سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک جنازہ میں حضرت ابو قلابہؓ کے ساتھ تھا جب آپ نے نماز جنازہ پڑھی تو چلے گئے۔“

حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل

حضرت ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل جنازہ پڑھنے کے بعد نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں فیصرفون کہ وہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد چلے جاتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۲ ناشر دارۃ القرآن کراچی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل:

حضرت ابواسحق رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں: ”فکان ینصرف ولا یستأذنہم۔“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱۴) کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جنازہ کے بعد چلے جاتے تھے اور میت کے گھر والوں سے اجازت بھی نہ لیتے تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یوں روایت امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔

”عبدالرزاق عن معمر عن هشام بن عروہ عن أبیہ عن زید بن ثابت انه کان ینصرف ولا ینتظر اذنہم۔ وبہ ناخذ۔“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱۴)

”حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ وہ نماز جنازہ پڑھ کر چلے جاتے تھے اور میت والوں سے اجازت بھی نہ لیتے تھے۔ امام عبدالرزاق

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی بات کو لیتے ہیں۔“

حضرت حسن اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا عمل:

”عبدالرزاق عن معمر عن الحسن و قتادہ أنہما کانا ینصرفان ولا ینتظران

اذنہم۔“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱۵ حدیث نمبر ۶۵۲۷)

”حضرت معمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت حسن اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں کے متعلق فرماتے کہ یہ دونوں بزرگ نماز جنازہ پڑھ کر چلے جاتے تھے اور میت والوں کی اجازت کا انتظار بھی نہ کرتے تھے۔“

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مبارک عمل بھی یہی تھا کہ وہ نماز جنازہ پڑھ کر جنازہ گاہ سے چلے جاتے تھے۔ نماز جنازہ پڑھ کر چلے جانا دلیل ہے اس بات کی یہ تمام حضرات اخلاص سے دعا نماز جنازہ ہی میں کرتے تھے نہ کہ سلام کے بعد، اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حدیث اذا صلیتہ علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء کو یہ حضرات نماز جنازہ میں اخلاص کی دلیل سمجھتے تھے ورنہ جنازہ کے بعد یہ حضرات بھی دعا مانگ کر جاتے۔

دسویں دلیل: نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ کے بعد بیٹھ جانا

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فی الجنازۃ ثم قعد بعد۔“

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۹۹، ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور)

”نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں قیام فرمایا پھر اس کے بعد بیٹھ گئے۔“

یہاں بھی صراحت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھایا اور بیٹھ گئے، دعا کا نہ فرمانا دلیل ہے اس بات کی نبی اقدس ﷺ نے اخلاص سے دعا جنازہ کے اندر ہی فرمائی اور آپ ﷺ کا فرمان ”اذا صلیتہ علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔“ نماز جنازہ میں

دعا سے متعلق ہے وگرنہ آپ ﷺ اس موقع پر بھی جنازہ کے بعد اخلاص سے دعا فرماتے، حالانکہ آپ ﷺ نے ایسے نہیں کیا۔

گیارہویں دلیل: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تائید

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی جنازہ سے فارغ ہو کر بیٹھ جانے کی تائید ہوتی ہے چنانچہ

روایت ہے:

فلما وضعت الجنازة قام انس فصلى عليها وانا خلفه لا يحول بيني وبينه شيء فقام عند رأسه فكبر اربع تكبيرات لم يطل ولم يسرع ثم ذهب يقعد فقالوا يا ابا حمزة المرأة الانصارية فقر بوها وعليها نعش اخضر فقام عند عجيزتها فصلى عليها نحو صلواته على الرجل ثم جلس. فقال العلاء بن زياد يا ابا حمزة هكذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى على الجنازة كصلواتك يكبر عليها اربعاً ويقوم عند رأس الرجل وعجيزة المرأة قال نعم قال يا ابا حمزة غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نعم..... آخرتك: (سنن ابى داود ج ۲ ص ۱۰۱، ص ۱۰۲ اناشر مكتبة رحمانية لاهور)

”جب جنازہ رکھا گیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ان پر نماز پڑھائی میں ان کے پیچھے تھا جبکہ میرے اور ان کے درمیان کچھ نہ تھا پس وہ ان کے سر کے قریب کھڑے ہوئے اور چار تکبیریں کہیں۔ نہ دیر کی اور نہ جلدی کی پھر بیٹھنے کے لئے جانے لگے تو لوگوں نے کہا: اے ابو حمزہ! یہ انصاریہ کا جنازہ ہے یہ سب زتابوت کے نزدیک ہوئے اور کوہلے کے پاس کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی آدمی کی طرح پھر بیٹھ گئے۔ علاء بن زیاد نے کہا کہ اے ابو حمزہ! کیا رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ اسی طرح پڑھایا کرتے تھے جیسے آپ نے پڑھائی کہ چار تکبیریں کہیں اور آدمی کے سر کے پاس کھڑے ہوئے اور عورت کے کوہلے کے پاس؟ فرمایا: ہاں! عرض کی کہ اے ابو حمزہ! کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کیا؟ فرمایا ہاں..... آخرت تک۔“

(ترجمہ سنن ابی داؤد مترجم از مولوی عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری ج ۲ ص ۵۴۴، ص ۵۴۵ ناشر فرید بک سٹال لاہور)
 دیکھو! حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھانے کے بعد ایک جگہ بیٹھ کر لوگوں سے باتیں شروع کر دیں اور لوگوں نے بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف سوالات شروع کر دیئے یہ باتیں کرنا اور جنازہ کے بعد بیٹھ جانا دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور وہاں موجود حضرات بھی یہ بات سمجھتے تھے کہ اخلاص سے دعا جنازہ کے اندر ہے نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد اور حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء جنازہ میں اخلاص کی دلیل ہے نہ کہ سلام کے بعد۔ وگرنہ آپ رضی اللہ عنہ جنازہ سے پہلے اخلاص سے دعا کر کے جانے کا کہتے اور سلام کے بعد اخلاص سے دعا کرواتے۔

بارہویں دلیل: نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ کے بعد باتوں میں مشغول ہو جانا:

نبی اقدس ﷺ نے ایک صحابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد بغیر دعا کئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے باتیں شروع کر دی تھیں چنانچہ روایت ہے:

”عن عبد الله بن عمرو قال قال تو في رجل بالمدينة ممن ولد بها فصلى عليه النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا ليتته مات بغير مولده قالوا ولم خاك يا رسول الله قال ان الرجل اذا مات بغير مولده قيس له من مولده الى منقطع اثره في الجنة . (رواه النسائي وابن ماجه مشكوة شريف ج ۱ ص ۱۳۸، ص ۱۳۹ ناشر مکتبہ المیزان ناشران کتب لاہور)

”حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جو کہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوا تھا مدینہ منورہ ہی میں فوت ہو گیا تو نبی اقدس ﷺ نے اس کا نماز جنازہ پڑھنے کے فوراً بعد فرمایا: کاش! یہ اپنے پیدائشی وطن کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے یہ کس لئے فرمایا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی جب اپنی پیدائشی جگہ کے علاوہ کسی مقام پر فوت ہوتا ہے تو اس کے پیدائشی مقام سے لیکر اسکی موت والی جگہ تک کے برابر اسکو

جنت میں جگہ دی جاتی ہے۔“

غور فرمائیں! نبی اقدس ﷺ نے نماز جنازہ پڑھانے کے فوراً بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے باتیں شروع کر دیں، نہ آپ ﷺ نے جنازہ کے بعد دعا فرمائی اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے۔ باتوں میں مشغول ہونا دلیل ہے اس بات کی کہ جنازہ کے بعد دعا جنازہ گاہ میں کروانے کا نہ آپ ﷺ کا معمول تھا اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا۔ نہ آپ ﷺ نے جنازہ سے پہلے لوگوں کو جنازہ کے بعد دعا کر کے جانے کی ترغیب دی اور نہ خود عملاً دعا فرمائی۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نبی اقدس ﷺ نے جنازہ میں ہی اخلاص سے دعا فرمائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی۔ اور آپ ﷺ کا فرمان ”اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء.“ نماز جنازہ میں اخلاص سے دعا کی دلیل ہے نہ کہ جنازہ کے بعد سلام کی۔

تیرھویں دلیل: نبی اقدس ﷺ کا فرمان کہ میت والوں کو مشقت میں ڈالنا جائز نہیں:

بسا اوقات جنازہ کے بعد لوگ بلا وجہ میت کی تدفین میں تاخیر کر کے میت والوں کو پریشان کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

”لا تزال أمتي على مسكة من دينها ما لم يكلوا الناس الجنائز إلى أهلها.“

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۱۵)

”میری امت کے لوگ ہمیشہ اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہیں جب تک میت والوں کو

میت کے معاملہ میں مشقت میں نہ ڈالیں۔“

میت پر نماز جنازہ پڑھنے سے میت کا حق ادا ہو جاتا ہے جیسا کہ آگے روایت نقل کی جائیگی۔ جب میت کا حق جنازہ پڑھنے کی صورت میں ادا ہو گیا تو اب دعا کی خاطر میت کو رکھ چھوڑنا میت والوں کو پریشان کرنا ہے۔ حدیث میں اسی کی ممانعت آئی ہے۔ اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص سے دعا جنازہ میں ہو چکی اب تدفین کا عمل شروع کرنا چاہیے۔ میت والے بیچارے عام طور پر بھوکے اور

پیا سے ہوتے ہیں تدفین کے بعد کہیں جا کر کھانے پینے کا عمل ہوتا ہے اور گھر میں کثیر تعداد میں مہمانوں کے موجود ہونے کی وجہ سے بھی اگر تدفین میں تاخیر ہو تو مشقت ہوتی ہے اس لئے اس مشقت سے بچانے کے لئے کہا گیا ہے کہ جنازہ کے فوراً بعد تدفین ہونی چاہیے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کی وضاحت کہ

جنازہ کے بعد دعا کے لئے میت کو رکھ چھوڑنا ٹھیک نہیں (پانچ حوالہ جات)

اس بات کی تائید مولوی احمد رضا خان صاحب سے بھی ہوتی ہے کہ دعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق (دیر) اور درنگ (تاخیر) میں ڈالنا جائز نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”یہ بھی لحاظ لازم کہ صرف اس دعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق و درنگ میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعاً تعجیل مامور ہے اور دعا کچھ تعویق پر موقوف نہیں، اتنے کلمات اللہم لا تحرمننا اجرہ ولا تفتننا بعده واغفر لنا وله بلکہ اس سے زائد جنازہ اٹھاتے اٹھاتے کہہ سکتے ہیں کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ت) امام ابن حجاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

”ان بعض من یعتنون به من الموتی یترو کو نہ بعد ان یصلی علیہ فی المسجد و یقفون عنده و یطولون الدعاء و بعضهم یفعل ماہوا کثر من ذالک و هو تکبیر المؤذنین اذ ذاک علی ماتقدم من زعقا تہم و یطولون فی ذالک و السنۃ التعجیل بالمیت الیٰ دفنہ و مواراتہ و فعلہم یضد ذالک فلیحذر من هذا واللہ المستعان۔“

”انہیں جس مردے اعتنا ہوتا ہے اسے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد مسجد میں چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے پاس ٹھہر کر دیر تک دعا کرتے ہیں اور بعض اس سے زیادہ کرتے ہیں وہ یہ کہ اس وقت مؤذنین تکبیر کہتے ہیں جیسا کہ ان کی بلند بانگوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور اس میں طول دیتے ہیں۔ جب کہ سنت یہ ہے کہ میت کو لے جا کر جلد دفن کریں اور ان لوگوں کا عمل اس کے برخلاف ہے تو اس سے بچنا چاہیے

اور خدا ہی سے مدد ملی ہے۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۳۳ ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)
 کیا آج جنازہ کے بعد دعا کی غرض سے میت کی چار پائی رکھ کر تعویق یعنی تاخیر نہیں ہوتی؟
 علامہ ابن حاتم کی حوالہ سے خان صاحب نے اسکو صراحتاً خلاف سنت نہیں فرمایا؟ ایسے حوالہ جات
 کے بعد بھی کسی اور حوالے کی ضرورت ہوگی؟ اتمام حجت کے لئے کچھ عبارات اور درج کی جاتی ہیں۔
 احمد رضا خان صاحب مزید لکھتے ہیں:

”فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ و تعویق میں
 ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائے گی۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۴۷)

کچھ آگے خان صاحب یوں رقم طراز ہیں:

”غرض شرع مطہر میں تعجیل تجہیز بتا کید تمام مطلوب اور بے ضرورت شرعیہ اس کی تاخیر سے
 ممانعت اور نماز کے علاوہ شرعاً ضروری و واجب نہیں جس کے لئے قیام و درنگ پسند کریں۔ شرع میں
 جتنی دعا ضروری تھی یعنی نماز جنازہ وہ ہو چکی یا ہونے والی ہے تو اس کے سوا اور دعائے طویل کے لئے
 کیوں دکھ چھوڑیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۴۸)

اس دعا کی غرض سے میت کی چار پائی کو دکھ چھوڑنے کے عمل کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہوئے
 لکھتے ہیں:

”دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دعائے طویل کی خاص غرض سے امر تجہیز کو تعویق میں ڈالنا ظاہراً
 اس صورت میں کراہت تحریمی تک ہو سکتی ہے اور صورت اولیٰ میں تنزیہی۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۵۶)
 مزید لکھا ہے:

”یہاں ممانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو صورتوں کے لئے ہے اور وہی عبارات مذکورہ
 وغیرہ مذکورہ فقہیہ میں علی التتبع مقصود ہے۔ ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے بعد نماز خواہ قبل نماز
 تجہیز میت کو تعویق میں ڈالنا مثلاً نماز ہو چکی اور کوئی حالت منتظرہ لے چلنے کے لئے باقی نہیں رہی صرف

دعا کے لئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درگ و طویل کریں یہ ممنوع ہے اکثر عبارات اسی طرف ناظر ہیں۔“
(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۵۸)

مولوی احمد رضا خان صاحب کی تمام عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ جنازہ کے بعد دعا کی غرض سے میت کی چارپائی کو رکھ چھوڑنے کے قائل نہیں ان کے ہاں اس صورت میں اگر دعا لمبی ہے تو مکروہ تحریمی ہے یعنی حرام کے قریب ہمارے ہاں یہی صورت رائج ہے کہ جنازہ ہو چکنے کے بعد دعا کی غرض سے میت کی چارپائی پڑی رہتی ہے اور لمبی چوڑی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ حالانکہ قبر بھی اکثر تیار ہوتی ہے اور قبر تیار کرنے والے میت کے آنے کی انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں تو پھر یہ مکروہ کیوں نہ ہوگی؟

چودھویں دلیل: حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے کہ افضل چیز نماز جنازہ میں استغفار ہے:

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ ”افضل ما یقال علی المیت الاستغفار۔“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۳ حدیث نمبر ۶۴۳۲ باب القراءۃ والدعاء فی الصلاۃ علی المیت)
”میت کے نماز جنازہ پر وہ دعا پڑھنی افضل ہے جو استغفار پر مبنی ہو۔“

معلوم ہوا جنازہ میں اخلاص سے میت کیلئے استغفار کیا جائے گا نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد اور حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء جنازہ میں اخلاص سے استغفار کی دلیل ہے۔

پندرھویں دلیل: حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے کہ نماز جنازہ میں میت کیلئے تکبیریں اور استغفار ہے:

جس طرح صف بندی کا اہتمام مطلق نماز میں ہوتا ہے اس طرح نماز جنازہ میں نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے پچھلی میں کھڑا ہونا مطلق نماز میں مکروہ ہے لیکن نماز جنازہ میں مکروہ نہیں۔ یہی مسئلہ حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:
چنانچہ روایت ہے:

”عبدالرزاق عن ابن جریج قال : قلت لعطاء یحق علی الناس أن یسوّوا صفوفهم علی الجنائز کما یسوّونها فی الصلاة ؟ قال : لا ، انما هم قوم یکبرون و یستغفرون .“ (مصنف عبدالرزاق باب تسویه الصفوف عند الصلاة علی الجنائز حدیث نمبر ۶۵۸ ج ۳ ص ۵۲۹)

”حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ کیا لوگوں کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ نماز جنازہ میں بھی اسی طرح صفیں سیدھی کریں جس طرح نماز میں صفیں سیدھی کرتے ہیں؟ فرمایا نہیں، وہ وہ لوگ ہیں جو تکبیریں کہتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔“

معلوم ہوا کہ جس قدر صفیں سیدھی کرنے کا اہتمام نماز میں کیا جاتا ہے نماز جنازہ میں اس قدر صفیں سیدھا کرنے کا اہتمام نہ ہوگا، یہ دلیل ہے اس بات کی نماز جنازہ دعا ہے ہر لحاظ سے نماز نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ نماز جنازہ میں مقصود میت کے لئے استغفار ہے یہ بھی اس کے دعا ہونے پر واضح دلیل ہے۔ جب اخلاص سے میت کے لئے نماز جنازہ میں استغفار ہو چکا تو اب دیکس بات کی؟ دفن کے لئے جلدی کرنی چاہیے۔ تو اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء جنازہ میں اخلاص سے میت کیلئے استغفار کی دلیل ہے نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد مروجہ دعا کی۔

سولہویں دلیل: نماز جنازہ پڑھنے سے میت کا حق ادا ہو گیا حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کی گواہی

”عن زید بن ثابت قال اذا صلیتم علی الجنازة فقد قضیتُم ما علیکم فخلوا بینہا و بین اہلہا .“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۳ ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱۴)

”حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: جب تم میت کا

نماز جنازہ پڑھ چکے تو تم نے اپنا حق ادا کر دیا سواب میت کا اور میت والوں کا رستہ چھوڑ دو۔“
دوسری روایت یوں ہے:

”عبدالرزاق عن معمر عن أبي اسحق أن ابن مسعود قال : اذا صليت على جنازة فقد فضيت الذي عليك فخلها واهلها فكان ينصرف ولا يستأذنهـم .“
(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱۴ حدیث نمبر ۶۵۲۴)
”حضرت ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب تو نے میت پر نماز پڑھ لی تو تو نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اب میت کا اور میت والوں کا راستہ چھوڑ دے اور حضرت عبداللہ بن مسعود نماز جنازہ پڑھ کر چلے جاتے تھے اور میت والوں سے اجازت بھی نہ لیتے تھے۔“

حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فرمان سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ پڑھنے سے میت کا حق ادا ہو جانے میں یہ دونوں بزرگ متفق ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تو جنازہ پڑھنے کے بعد چلے جاتے تھے، نماز جنازہ پڑھنے سے میت کا حق ادا تب ہی ہوگا کہ جب یہ نظریہ ہو کہ خالص دعا جنازہ کے اندر ہے، اگر خالص دعا جنازہ کے بعد ہے تو پھر جنازہ پڑھنے سے میت کا حق کیسے ادا ہو گیا؟

سترھویں دلیل: خیر القرون میں صفیں ٹوٹنے سے پہلے ہی چار پائی اٹھالی جاتی تھی
امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی:

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ خیر القرون کے بزرگ ہیں فرماتے ہیں:
”لا تنقص الصفوف حتى ترفع الجنازة .“ (المعنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۴۱۹ طبع مصر)
”ابھی مکمل طور پر صفیں نہیں ٹوٹی تھیں کہ جنازہ اٹھالیا جاتا تھا۔“
جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا معمول تھا کہ

وہ جنازہ پڑھتے ہی مکمل طور پر صفیں ٹوٹنے سے پہلے جنازہ کو اٹھا لیتے تھے تو سوال ہے کہ وہ خالص دعا کب کرتے تھے؟ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ وہ خالص دعا جنازہ کے اندر ہی کرتے تھے نہ کہ سلام کے بعد۔ اٹھارہویں دلیل: کہ نماز جنازہ پڑھنے والا سفارشی ہے حضرت حکم، حضرت شععی، حضرت عطاء اور حضرت مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ کی وضاحت:

یہ روایت اس طرح ہے:

”حدثنا ابو بکر قال ثنا يعلى بن عبيد عن موسى الجهنى قال سألت الحكم والشعبي و عطاء ومجاهدا أفي الصلوة على الميت شيئي موقت ؟ فقالوا لا انما انت شفيع فاشفع بأحسن ماتعلم .“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۹)

”حضرت موسیٰ جہنی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حکم اور حضرت شععی اور حضرت عطاء اور حضرت مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ کیا میت پر نماز جنازہ میں کوئی دعا متعین ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: سوائے اس کے نہیں تو خود سفارشی ہے سو تو اپنے علم کے مطابق بہتر الفاظ سے سفارش کرو۔“

مذکورہ چاروں تابعین بزرگوں نے نماز جنازہ پڑھنے والے کو سفارشی بتایا ہے، اب اگر وہ جنازہ میں اخلاص سے دعا مانگ رہا ہے تو سفارشی ہے اگر اخلاص ہی نہیں تو سفارشی کیسا؟ معلوم ہوا اس حدیث کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اخلاص سے دعا جنازہ کے اندر ہونی چاہیے نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد۔

انیسویں دلیل: میت کی تدفین میں جلدی مطلوب ہے احادیث سے ثبوت:

پہلی حدیث حضرت حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن دحدح سے

عن حصين بن دحدح الانصاري رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى

اللہ علیہ وسلم عجلوا فانہ لا ینبغی لجیفة مسلم ان تحبس بین ظہرائی اہلہ۔“

(سنن ابی داؤد باب تعجیل الجنائزہ ج ۲ ص ۹۷ ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور)

”حضرت حصین بن دحرج انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جلدی کرو مسلمان مردے کو روکنانہ چاہیے۔“

دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے:

”عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به إلى قبره۔“ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۲

ص ۴۴۴، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۴، کنز العمال ج ۱۵ ص ۸۰۲ حدیث نمبر ۴۳۳۹، الدر المنثور ج ۱ ص ۳۸)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اسے نہ روکو اور جلدی اسے دفن کے لئے قبر کے

پاس لے جاؤ۔“

تیسری حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

”عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اسرعوا بالجنائزۃ فان

تک صالحۃ فخیر تقدمونها وان تک سوء ذالک فشر تضعونه عن رقابکم۔“

(بخاری شریف باب السرعة بالجنائزہ ج ۱ ص ۶۷ ناشر قدیمی کتب خانہ)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنازہ کو

جلدی لیکر جاؤ اگر وہ نیک ہے تو بھلائی ہے جسکی طرف تم اسکو آگے بھیج رہے ہو اگر اس کے علاوہ ہے تو بد

ہے جسکو تم اپنی گردنوں سے اتارو گے۔“

چوتھی حدیث: حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے:

”حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب حدثنا الربيع بن سليمان حدثنا عبد الله

بن وهب اخبرني، بن ابي الزناد عن ابيه قال كنت جالسا مع عبد الله بن جعفر بن ابي طالب بالبقيع فاطلع علينا بجنزة فاقبل علينا ابن جعفر فتعجب من ابطاء مشيهم بها فقال عجباً لما تغير من حال الناس و الله ان كان الا الجمز وان كان الرجل ليلاحي الرجل فيقول يا عبد الله اتق الله لكأنه قد جمز بك متعجباً لا بطاء مشيهم.

”حضرت ابن ابی زناد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ بقیع میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جنازہ آ گیا، ابن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کو ان لوگوں کی سست روی پر بڑی حیرانگی ہوئی اور کہنے لگے مجھے تعجب ہے کہ لوگوں کے احوال کس قدر بدل چکے ہیں خدا کی قسم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) جنازہ کو بہت تیز لے جایا جاتا تھا اور ایک شخص دوسرے کی سست روی پر متعجب ہو کر کہتا تھا اے اللہ کے بندے ڈرو لگتا ہے تم دوڑ لگا رہے ہو۔“
(مستدرک حاکم مترجم ج ۱ ص ۱۴۷ ناشر شبیر برادرز لاہور)

پانچویں حدیث: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت:

”عن الحسن قال اوصى عمران بن حصين قال اذا انا مت فاسرعوا المشى ولا تهودوا كما تهودا ليهود والنصارى.“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۶۶ ناشر ادارہ تالیفات اشراف)
”حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو لیکر جانے میں جلدی کرنا اور یہود و نصاریٰ کے سست رفتار سے لے کر چلنے کی طرح سست رفتار سے نہ چلنا۔“

چھٹی حدیث: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت:

حدثنا أبو اسامة عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر قال حدثني يحيى بن ابي راشد البصري قال قال عمر حين حضرته الوفاة لابنه اذا خرجتم فاسرعوا في المشى. “ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۶۷)

”حضرت عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے سخی بن ابی راشد البصری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے کو فرمایا: کہ جب تم جنازہ لے کر نکلو تو چلنے کی رفتار میں تیزی رکھنا۔“

ساتویں حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت:

”عن ابراہیم بن نافع عن ابی ہریرۃ قال أسرعوا ابی الی ربی۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۶۷)

”حضرت ابراہیم بن نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھ کو میرے رب کے پاس جلدی لیکر جانا۔“

آٹھویں حدیث: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ تابعی کی وصیت:

”حدثنا محمد بن فضیل عن حصین عن ابراہیم قال اذا انا مت فاسرعوا

بی المشی۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۶۷)

”حضرت حصین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب میں مر جاؤں تو میرا جنازہ لے جانے میں جلدی کرنا۔“

نویں حدیث: حضرت ابووائلؓ کی وصیت:

”عن الزبرقان قال سمعت أبا وائل يقول عند موته اذا انا مت فاسرعوا فی

المشی۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۶۷)

”حضرت زبرقان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ کو انکی

وفات کے وقت یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے لے جانے میں جلدی کرنا۔“

دسویں حدیث: حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت:

”عن ابی جعفر ان علی بن حسین اوصی اسر عوابی المشی .“

(مصنف ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۶۷)

”حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن حسینؑ نے وصیت کہ میرے جنازے کو جلدی لیکر جانا۔“

گیارہویں حدیث: حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رحمہما اللہ تعالیٰ کی وصیت:

”حدثنا ابو اسامة عن هشام عن الحسن و محمدا نهما كانا يعجبهما ان

يسرع بالجنزة.“ (مصنف ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۶۷)

”حضرت هشام سے روایت ہے کہ حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں جنازہ جلدی لے جانے کو پسند کرتے تھے۔“

مذکورہ تمام روایات سے معلوم ہوا کہ فوت ہونے کے بعد میت کو جلد از جلد تدفین کے لئے قبرستان میں لے آنا چاہیے، جتنی دعا ضروری تھی بقول احمد رضا خان صاحب وہ ہو چکی، اب میت کو جنازہ کے بعد دعا کی غرض سے جنازہ گاہ میں رکھ چھوڑنا مذکورہ تمام روایات کی خلاف ورزی ہے، اسی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ سے فوت ہونے کے بعد جلد از جلد جنازہ کو تدفین کے لئے لے آنے کی وصیت منقول ہے۔ بہر کیف ان تمام روایات کے مجموعہ سے بھی یہی بات نتیجتاً ثابت ہوتی ہے کہ اخلاص سے دعا جنازہ کے اندر ہی مطلوب ہے نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد۔

بیسویں دلیل: مسبوق جنازہ کے اٹھائے جانے سے پہلے صرف تکبیرات کہے گا:

وہ آدمی جو کہ نماز جنازہ کی کچھ تکبیرات ہو چکنے کے بعد پہنچا اس کے لئے حکم یہ ہے کہ جنازہ کی نماز ختم ہو چکنے کے بعد صرف تکبیرات کہے جو کچھ فوت شدہ تکبیرات میں ثناء اور درود شریف وغیرہ

پڑھنا تھا یہ مسبوق نہ پڑھے، تکبیرات کی قضاء بھی اس وقت کرے گا جب جنازہ ابھی اٹھایا نہ گیا ہو، اگر تکبیرات قضا کرنے سے پہلے ہی میت کی چارپائی اٹھالی گئی تو یہ نماز کو توڑ دے گا۔ چنانچہ روایت ہے:

”عن مطر عن حمید بن عبد الرحمن قال یقضی ما فاتہ من التکبیر علی

الجنازہ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۹)

”حضرت مطر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت حمید بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا: وہ جنازہ کی فوت شدہ تکبیروں کو قضا کرے گا۔“

دوسری ایک اور روایت یوں ہے:

”عن مغیرۃ عن ابراہیم قال: اذا فاتتک تکبیرۃ او تکبیرتان علی الجنازۃ

فبادر فکبر ما فاتک قبل ان ترفع. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۹)

”حضرت مغیرۃ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب تیری نماز جنازہ کی ایک تکبیر یا دو تکبیریں فوت ہو جائیں تو آگے بڑھ اور جنازہ کے اٹھائے جانے

سے پہلے پہلے اپنی فوت شدہ تکبیریں کہہ لے۔“

معلوم ہوا نماز جنازہ میں مسبوق میت کی چارپائی اٹھائے جانے سے پہلے صرف فوت شدہ

تکبیریں قضا کرے گا، ثناء اور درود شریف وغیرہ نہیں قضا کرے گا۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اگر

جنازہ کے بعد مروجہ دعا ثابت ہوتی تو پھر مسبوق کو بھی تکبیروں کے ساتھ ثناء اور درود شریف پڑھنے کی

اجازت ہوتی کیونکہ بقیہ حضرات کے دعا کرتے کرتے یہ بھی تکبیرات کے ساتھ ثناء، درود شریف اور دعا

پڑھ سکتا تھا؟ خیر القرون یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے

مبارک دور میں چونکہ نماز جنازہ کے فوراً بعد چارپائی اٹھالینے کا معمول تھا اور مروجہ دعا نہیں مانگی جاتی تھی

جیسا کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ گذر چکا اس لئے مسبوق کے لئے بھی یہی حکم وارد ہوا کہ وہ صرف

تکبیریں کہہ لے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تفصیل سے مکمل نماز جنازہ کی قضا میں مصروف ہو اور دوسری طرف

میت والے میت کو اٹھا کر لے جائیں۔ تو شریعت کا مسبوق کیلئے صرف تکبیریں تجویز کرنا دلیل ہے اس بات کی نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا سنت نہیں ہے وگرنہ مسبوق دوسرے حضرات کے دعا کرتے کرتے اپنی مکمل نماز جنازہ کو قضا کرتا۔

اکیسویں دلیل: نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم کا جائز ہونا ہے:

اگر کوئی آدمی ایسے وقت میں پہنچا کہ نماز جنازہ بالکل شروع ہونے کو ہے اور اس کو خوف ہے کہ اگر میں وضو کرنے میں مصروف ہوا تو نماز جنازہ فوت ہو جائیگی تو ایسے شخص کو شریعت نے تیمم کی اجازت دی ہے۔ کچھ روایات ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی روایت حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے:

”عن مغيرة عن ابراهيم قال: لا يصلى على جنازة غير متوضئ. فان جاءته جنازة وهو على غير وضوء فخاف الفوت تیمم وصلى عليها. وبه نأخذ.“

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۵۲)

”حضرت مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آدمی بغیر وضو کے نماز جنازہ نہ پڑھے پھر اگر اس کے پاس جنازہ آجائے اور اس کا وضو نہ ہو اور اس کو خوف ہو نماز جنازہ کے فوت ہونے کا تو وہ تیمم کرے اور میت پر نماز پڑھے۔ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی بات کو لیتے ہیں۔“

دوسری روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے:

”عن عطاء عن ابن عباس قال اذا خفت أنه تفوتك الجنازة وانت على غير وضوء فتیمم وصل.“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۸)

”حضرت عطاء سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: جب تجھے

نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو اور تو بے وضو ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔“

تیسری روایت حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

”عن أبي الزعراء عن عكرمة قال اذا فجئتک الجنابة وانت على غير وضوء فتيمم وصل عليها.“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۸)

”حضرت ابو الزعراء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب تیرے پاس جنازہ پہنچ جائے اور تیرا وضو نہ ہو تو تیمم کر کے نماز جنازہ پڑھ لے۔

چوتھی روایت حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے:

”عن عبد الملك عن عطاء قال اذا خفت ان تفوتک الجنابة فتيمم وصل.“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۸)

”حضرت عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عطاء فرماتے ہیں جب تجھے نماز جنازہ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر اور نماز جنازہ پڑھ لے۔“

پانچویں روایت حضرت شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے:

”عن جابر عن الشعبي قال يتيمم اذا خشي الفوت.“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۸)

”حضرت جابر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسا آدمی تیمم کرے گا جب نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو۔“

چھٹی روایت: حضرت حکم رحمۃ اللہ علیہ سے:

حدثنا يحيى بن عبد الملك بن ابي غنية عن الحكم قال اذا خفت ان تفوتک الصلاة وانت على غير وضوء فتيمم.“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۸)

”حضرت یحییٰ بن عبد الملک بن ابی غنیۃ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت حکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر تم نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو اور تو بے وضو ہو تو تیمم کر۔“

علیہ نے فرمایا: جب تجھے نماز جنازہ فوت ہونے کا خوف ہو اور تیرا وضو نہ ہو تو تو تیمم کر۔“
 مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے فوت ہونے کے ڈر کی وجہ سے تیمم کی اجازت ہے اور تیمم کی اجازت کی وجہ فقہاء کرام رحمہم اللہ نے یہ لکھی ہے کہ اس کا کوئی خلیفہ اور بدل نہیں ہے جو نماز جنازہ کی جگہ لے سکے۔ چنانچہ فتاویٰ خیر یہ میں لکھا ہے:

”لا یجوز التیمم مع وجود الماء الا فی موضع یخشی الفوات لا إلی خلف
 کصلوة الجنائزہ۔“ (فتاویٰ خیر یہ باب التیمم ج ۱ ص ۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)
 ”پانی کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں ہے مگر ایسی جگہ جائز ہے جہاں بلا بدل فوت ہونے کا
 اندیشہ ہو جیسے نماز جنازہ۔“

مراقی الفلاح اور برجنیدی میں لکھا ہے:

”لا نہا تفوت بلا خلف۔“ (مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب التیمم ص ۶۳
 مطبوعہ نور محمد کارخانہ کراچی، شرح النقایہ للبرجنیدی فصل التیمم ج ۱ ص ۴۶ مطبوعہ نوکلشور لکھنؤ)
 ”اس لئے کہ نماز جنازہ بغیر بدل کے فوت ہو جاتا ہے۔“

معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کا کوئی چیز بدل نہیں بن سکتی، اگر خالص دعا جنازہ کے بعد ہوتی تو وہ تو
 جنازہ کا بدل ہوتی۔ جبکہ فقہاء فرما رہے کہ تیمم کا حکم ہے ہی اس لئے کہ نماز جنازہ کا کوئی بدل نہیں، بدل نہ
 ہونا دلیل ہے اس بات کی خالص دعا جنازہ کے اندر ہے نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد۔

بائیسویں دلیل: جنازہ پڑھنے سے میت کی بخشش ہو جاتی ہے

نبی اقدس ﷺ نے میت پر نماز جنازہ کو میت کیلئے بخشش کا ذریعہ قرار دیا ہے چنانچہ اس
 سلسلہ میں مختلف احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

نماز جنازہ میں تین صفوں کے ذریعے میت کی مغفرت اور بخشش

پہلی حدیث:

عن مالک بن ہبیرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ما من میت یموت فیصلی علیہ ثلثہ صفوف من المسلمین الا وجب قال فکان مالک اذا استقل اهل الجنازۃ جزاہم ثلثہ صفوف للحدیث .“

(سنن ابی داؤد باب فی القف علی الجنازہ ج ۲ ص ۹۸ ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور)

”حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس میت پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھ لیں اس کے لئے جنت واجب ہوگی، حضرت مرثد یزنی کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنازہ میں شریک لوگوں کی تعداد کم دیکھتے تو اسی حدیث کے پیش نظر لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم فرمادیتے۔“

دوسری حدیث:

عن مرثد بن عبد اللہ الیزنی قال کان مالک بن ہبیرۃ اذا صلی علی جنازۃ فتقال الناس علیہا جزاہم ثلثہ اجزاء ثم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علیہ ثلثہ صفوف فقد اوجب .“

(ترمذی شریف باب کیف الصلوۃ علی المیت والشفاعۃ لہ ج ۱ ص ۲۰۰ ناشر: المیزان ناشران و

تاجران کتب لاہور)

”حضرت مرثد بن عبد اللہ یزنی سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز جنازہ پڑھتے اور لوگ کم ہوتے تو ان کو تین صفوں میں تقسیم فرمادیتے پھر فرماتے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس جنازہ پر تین صفوں نے نماز پڑھی اس کے لئے جنت واجب ہوگی۔“

سو ۱۰۰ آدمیوں کے نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے میت کی بخشش:

پہلی حدیث:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : من صلی علیہ مائة من المسلمین غفر لہ .“
(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی من صلی علیہ جماعۃ المسلمین ص ۷۰ ناشر: قدیمی کتب خانہ کراچی)
”حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس میت پر سو مسلمان نماز پڑھیں اسکو بخش دیا جائے گا۔“

دوسری حدیث:

عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من میت یصلی علیہ أمة من المسلمین یبلغون ان یکونوا مائة یشفون الا شفعا فیہ .“
(سنن نسائی باب فضل من صلی علیہ مائة ج ۱ ص ۲۲۸ ناشر مکتبہ سلفیہ لاہور)
”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی میت ایسی نہیں کہ جس پر مسلمانوں کی ایک جماعت جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہو نماز پڑھتے ہوئے سفارش کرے تو اسکی سفارش میت کے حق میں قبول نہ ہو۔“
چالیس نمازیوں کے طفیل میت کی بخشش:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من مسلم یموت فیقوم علی جنازۃ اربعون رجلا لا یشرکون با للہ شیئا الا شفعا فیہ .“ (سنن ابی داؤد باب فضل الصلوۃ علی الجنازۃ ج ۲ ص ۹۸ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور)
”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس مسلمان کے مرنے کے بعد اس کے جنازہ پر ایسے چالیس

مسلمان نماز کے لئے کھڑے ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں اس کے حق میں انکی سفارش ضرور قبول کی جائیگی۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں مسلمانوں کی مخصوص تعداد اور ان کے اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میت کی مغفرت فرما دیتے ہیں، یہ احادیث بھی اس مسئلہ پر واضح دلیل ہیں کہ اخلاص سے دعا جنازہ کے اندر ہونی چاہیے نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد وگرنہ محض جنازہ پڑھنے سے ہی میت کی مغفرت کیسے ہوگی؟ جنازہ پڑھنے سے میت کی مغفرت ہونا دلیل ہے اس بات کی اخلاص سے دعا جنازہ کے اندر ہے نہ کہ سلام کے بعد۔

تینیسویں دلیل: مومن کے جنازہ میں شریک لوگ بخش دیئے جاتے ہیں:
پہلی حدیث:

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم :
اول ما یتحف بہ المؤمن اذا دخل قبرہ ان یغفر لمن صلی علیہ . “
(کنز العمال حدیث نمبر ۴۲۳۵۳، ج ۱۵ ص ۵۹۵)

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کو قبر میں داخل ہوتے ہی پہلا تحفہ یہ دیا جاتا ہے کہ اسکی نماز میں شرکت کرنے والے کو بخش دیا جاتا ہے۔“

دوسری حدیث:

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : اذا مات الرجل من اهل الجنة استحی اللہ عز وجل ان یعذب من حملة و من تبعه و من صلی علیہ . “ (مسند فردوس دیلمی ج ۱ ص ۲۸۲ کنز العمال حدیث نمبر ۴۲۳۴۸، ج ۱۵ ص ۵۹۵)

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی جنتی آدمی فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو حیا آتی ہے کہ وہ ان لوگوں کو عذاب دے جو اس کا جنازہ اپنے کاندھے پر رکھ کر شریک ہوں اور جو اس کے پیچھے چلیں اور جو اس کی نماز جنازہ ادا کریں۔“

تیسری حدیث

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول تحفة المؤمن ان يغفر لمن صلی علیہ۔“ (الجامع الصغير للسيوطی ج ۱ ص ۱۶۷)

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کا پہلا تحفہ یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھنے والے کو بخش دیا جاتا ہے۔“

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کا جنازہ پڑھنے والے کی بخشش ہو جاتی ہے، اس کی بخشش کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے مسلمان بھائی کی نماز میں اس کے لئے اخلاص سے دعا مغفرت کی تھی اس سے بھی معلوم ہوا کہ جنازہ کے اندر اخلاص سے دعا ہے نہ کہ سلام کے بعد۔

چوبیسویں دلیل: نماز جنازہ کا تکرار جائز نہیں:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں میت کا جنازہ اگر اس کا ولی پڑھ چکا ہے تو اب اس پر نماز کسی کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس پر بار بار نماز پڑھنے کی وجہ سے میت کے ورثاء کو اس کی تدفین میں تاخیر ہوگی۔ چنانچہ مشہور تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

”لا یصلی علی المیت مرتین۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۴۰)

”کہ میت پر دو مرتبہ نماز نہیں پڑھی جائیگی۔“

اور مصنف عبدالرزاق میں یہ روایت یوں ہے:

”لا یعاد علی المیت الصلاة۔“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱۹)

”کہ میت پر نماز کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔“

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے میت پر نماز جنازہ کے تکرار کی ممانعت کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ فرضیت پہلی مرتبہ ادا ہوگئی، اب دوبارہ پڑھیں گے تو نفل ہوگی اور یہ نماز بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وان صلى الولي لم يجز لأحد ان يصلي بعده لان الفرض يتأدى بالاول والنفل بها غير مشروع.“ (الهداية ج ۱ ص ۱۸۰ باب الجنائز ناشر مکتبہ شرکت علیہ ملتان)

”اگر ولی نماز جنازہ پڑھ چکا ہے تو اب کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس کے بعد نماز پڑھے اس لئے کہ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو چکا اور یہ نماز بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں ہے۔“

در الاحکام شرح غرر الاحکام میں لکھا ہے:

”الفرض يتأدى بالاولى والتنفل بها غير مشروع.“

(الدر الاحکام فی شرح غرر الاحکام باب الجنائز ج ۱ ص ۱۶۵ ناشر: احمد کامل الکافرنی دار السعادت بیروت)

”فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو گیا اور یہ نماز نطفی طور پر مشروع نہیں۔“

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

”لا يصلى على ميت الامرة واحدة والتنفل بصلوة الجنائز غير مشروع.“

(فتاویٰ عالمگیری فصل فی الصلوة علی الميت ج ۱ ص ۱۶۳ ناشر: نورانی کتب خانہ پشاور)

”کسی میت پر ایک بار کے علاوہ نماز نہ پڑھی جائے اور نماز جنازہ بطور نفل ادا کرنا مشروع نہیں۔“

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ میت پر ایک مرتبہ نماز جنازہ پڑھنے سے فرض ادا ہو گیا اب اس کے بعد جو بھی پڑھے گا نطفی پڑھے گا، فرض تب ہی ساقط ہوگا کہ جب پہلی مرتبہ جنازہ میں اخلاص سے دعا کی جائے، لہذا پہلی مرتبہ جنازہ پڑھنے سے فرض کا ساقط ہونا دلیل ہے اس بات کی کہ اخلاص سے دعا جنازہ کے اندر ہے، اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ دوسری مرتبہ نطفی جنازہ کی خاطر میت کو رکھ چھوڑنا مکروہ وغیرہ مشروع ہے تو جنازہ کے بعد میت کو نطفی دعا کے لئے رکھ چھوڑنا کیسے مشروع ہو سکتا ہے؟

پچیسویں دلیل: مروجہ دعائیت کی خواہش کی مخالفت ہے:

میت کی خواہش بھی یہی ہوتی ہے کہ مجھ کو جلد از جلد قبر تک پہنچا دیا جائے کیونکہ مومن میت جلد از جلد قبر سے ملنے والی نعمتوں کی منتظر ہوتی ہے چنانچہ روایت ہے:

پہلی حدیث

”حدثنا عبد الله بن يوسف قال حدثنا الليث قال حدثنا سعيد عن أبيه انه سمع ابا سعيد بن الخدري قال قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول اذا وضعت الجنابة واحتملها الرجال على اعناقهم فان كانت صالحة قالت قدموني وان كانت غير صالحة قالت لا هلها يا ويلها اين تذهبون بها يسمع صوتها كل شئ الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق.“

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۶ باب قول الميت وهو على الجنابة قدموني ناشر قدیمی کتب خانہ کراچی)
 ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: جس وقت جنازہ تیار کیا جاتا ہے اور لوگ اسکو اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں۔ اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھ کو جلدی لے چلو اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے اپنے گھر والوں کو ہائے افسوس تم مجھ کو کہاں لے کر جا رہے ہو، اسکی یہ آواز انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔“

دوسری حدیث

عن ابي عبد الله بكر المزمعي رضي الله تعالى عنه قال: حدثت ان الميت ليستبشر بتعجيله إلى المقابر. (شرح الصدور للسيوطي باب معرفة الميت ص ۴۰)
 ”حضرت ابو عبد اللہ بکر مزمعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی گئی کہ دفن میں جلدی کرنے سے میت خوش ہوتی ہے۔“

مذکورہ روایات کی روشنی میں نماز جنازہ کے اندر اخلاص سے دعا مانگنا میت کے ساتھ خیر خواہی اور اسکی چاہت کی تکمیل ہے اور جنازہ کے بعد دعا کی وجہ سے اسکی تدفین میں تاخیر کرنا میت کی خواہش قدّمونی (مجھے آگے لے چلو) کی مخالفت ہے۔

چھبیسویں دلیل: نماز جنازہ کی نیت میں ”دعاء واسطے اس حاضرمیت کے“ الفاظ ہیں:

نماز جنازہ شروع کرنے سے پہلے جو نماز جنازہ کی نیت کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ: ”چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے، درود واسطے محمد ﷺ کے، دعا واسطے اس حاضرمیت کے، منہ طرف قبلہ شریف کے اللہ اکبر۔“

یہاں نیت میں ”دعاء واسطے اس حاضرمیت کے“ کے الفاظ اس بات پر دلیل ہیں کہ خالص دعاء جنازہ کے اندر ہے نہ کہ سلام کے بعد۔ اگر خالص دعاء جنازہ کے اندر کی بجائے سلام کے بعد ہوتی تو نیت یوں ہوتی:

”چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے، درود واسطے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے، دعا واسطے اس حاضرمیت کے ایک دعا غیر مخلصانہ جنازہ میں اور دوسری مخلصانہ جنازہ کے بعد منہ طرف قبلہ شریف اللہ اکبر۔“

ظاہر بات ہے کہ ان الفاظ سے نیت کوئی بھی نہیں کرتا جو کہ دلیل ہے اس بات کی کہ خالص دعاء جنازہ کے اندر ہے نہ کہ اس کے سلام کے بعد۔

ستائیسویں دلیل: مولوی احمد رضا خان صاحب اور پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب کے ہاں جنازہ کے بعد دعا مانگنے پر لڑائی جھگڑا جائز نہیں:

نماز جنازہ میں جتنی دعا ضروری تھی وہ ہو چکی اب جنازہ کے بعد والی دعا کی وجہ سے میت

کی تدفین میں تاخیر کرنا ٹھیک نہیں اور جو آدمی سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق جنازہ کے بعد اپنی میت کو تدفین کے لئے لے جانے لگے دعا کروانے کی غرض سے اس کے لئے رکاوٹ پیدا کرنا بڑی ہی عجیب حرکت ہے، اس حرکت کو مولوی احمد رضا خان صاحب اور پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب نے بھی ناپسند کیا ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”ہر شخص اپنے نفس میں دعا کرے دوسروں سے تاکید و تقاضہ میں مصروفی و اشتغال یا نہ کرنے والوں سے نزاع و جلال کا وہ محل نہیں کہ وہ وقت اعتبار و تفکر و اتعاظ و تدبر کا ہے نہ غافلانہ رفع اصوات و بحث و منازعت کا۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۳۷ ناشر: رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ لاہور)

پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب نے مولوی اشرف سیالوی صاحب کے رد میں ایک کتاب ”لطمۃ الغیب علی ازالۃ الريب.“ کے نام سے لکھی ہے اسمیں لکھتے ہیں۔

”نماز جنازہ سلام پھیرنے پر مکمل ہو چکی ہوتی ہے اگر کوئی دعا نہیں مانگتا ویسے چلا جاتا ہے تو فساد ڈالنا ٹھیک نہیں کیونکہ امر استحبی پر جھگڑا کرنا۔ دانشمندی نہیں۔ والفتنة اشد من القتل پر نظر مرکوز رکھنا بھی ضروری ہے۔“ (لطمۃ الغیب علی ازالۃ الريب ص ۲۹۴ ناشر: مہر یہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف اسلام آباد)

باوجود اس کے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اور پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب جنازہ کے بعد دعا کے قائل ہیں لیکن دعاء نہ مانگنے والوں سے جھگڑا کو وہ بھی مناسب نہیں سمجھتے اگر خالص دعا جنازہ کے بعد ہوتی تو پھر اس کی خاطر جھگڑنا بھی فریق مخالف سے پڑتا تو یہ حضرات اسکی اجازت دیتے کیونکہ خالص دعائیت کا حق ہے لیکن جنازہ کی صورت میں چونکہ خالص دعا ہو چکی اس لئے یہ حضرات بھی جنازہ کے بعد دعا کی وجہ سے جھگڑنا مناسب نہیں سمجھتے۔ کاش! کہ ان دو حضرات کی بات پر توجہ کر کے اس پر عمل کیا جائے اور جگہ جگہ اسکی وجہ سے مسلمان طبقہ میں منافرت پھیلانے سے گریز کیا جائے۔

اٹھائیسویں دلیل: مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہاں کبھی کبھی جنازہ کے بعد دعا کو ترک (چھوڑنا) بھی چاہیے:

آج کل جنازہ کے بعد دعا کو ضروری خیال کیا جاتا ہے اور ضروری بھی اس قدر کہ اگر کوئی دوسرے مسلک کا مولوی صاحب نماز جنازہ پڑھائے اور اپنے مسلک کے مطابق سنت سمجھتے ہوئے مروجہ دعا کو نہ کروائے تو فوراً دعاء کروانے والے فریق کے مولوی صاحب آگے بڑھ کر دعا کروانا شروع کر دیتے ہیں اور یوں خیال کیا جاتا ہے کہ جیسے نماز جنازہ کا کوئی فرض رہ گیا تھا، اب اسکی تکمیل ہو رہی ہے حالانکہ کہا جاتا ہے کہ ہم بھی اس دعا کو ضروری نہیں سمجھتے؟ اس سے بڑھ کر اس دعا کو ضروری سمجھنے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ یہ موقع چونکہ غم اور افسوس کا ہے دعا نہ کروانے والا فریق اگر کھڑا ہو جائے کہ ہم نے اپنی میت پر دعا نہیں کروانی کیونکہ یہ سنت نہیں تو لامحالہ جھگڑا کی نوبت آ سکتی ہے۔ اسی وجہ سے احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے:

”یعنی اگر یہ گمان ہو کہ لوگ واجب سمجھیں گے تو کبھی ترک بھی کر دے۔“

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۳۷)

ایسے موقع پر اگر احمد رضا خان صاحب کی اس سنہری بات پر عمل کرتے ہوئے دعا کو ترک بھی کر دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ احمد رضا خان صاحب کا اس دعا کو کبھی ترک کرنے کی ترغیب دینا دلیل ہے اس بات کی خالص دعا جنازہ کے اندر ہے نہ کہ جنازہ کے سلام کے بعد وگرنہ اس دعا کو کبھی ترک کرنا بھی احمد رضا خان صاحب کے ہاں جائز نہ ہوتا۔

انٹیمو س دلیل: نماز جنازہ کے بعد دعا مفتی امین صاحب کے ہاں مباح ہے:

مفتی امین صاحب نے ایک رسالہ ”نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم“ تصنیف کیا ہے اسمیں لکھا ہے:

”لہذا جیسا دعویٰ ہوگا ویسی ہی دلیل درکار ہوگی اور مباح یعنی جائز کام جیسے کہ دعاء بعد جنازہ، ختمات مبارکہ، تیجا، ساتواں، چالیسواں، ششماہی، سالانہ عرس مبارک وغیرہ یہ مباحات ہیں اور مباح کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ کیا ہو اور دعا بعد جنازہ نہ تو فرض ہے نہ واجب بلکہ جائز اور مباح ہے۔“

(نماز جنازہ کے بعد دعاء کا حکم ص ۳، ص ۴ ناشر ادارہ تبلیغ الاسلام مفتی آباد فیصل آباد)
 مفتی امین صاحب کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مباح ہے۔
 مباح کی شرعی حیثیت مولوی احمد رضا خان صاحب اور مولوی امجد علی اعظمی کی نظر میں
 مولوی احمد رضا خان صاحب مباح کے متعلق لکھتے ہیں:
 ”مباح محض جس کے کرنے نہ کرنے میں کسی ثواب و فضل کی اصلاً امید نہ ہو۔“
 (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۷۹ ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)
 اور مولوی امجد علی اعظمی صاحب نے لکھا ہے:

”مباح وہ جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو۔“ (بہار شریعت حصہ دوم ص ۶ ناشر: ممتاز اکیڈمی لاہور)
 مباح کی تعریف سے معلوم ہوا کہ اس کے کرنے سے ثواب کی امید نہیں رکھی جاسکتی اور اس
 کا کرنا نہ کرنا برابر ہوتا ہے جبکہ نماز جنازہ کا ادا کرنا فرض کفایہ ہے نماز جنازہ اور جنازہ کے بعد مر وجہ دعا
 کے شرعی حکم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خالص دعا جنازہ کے اندر ہے کیونکہ جہاں بریلوی بھائیوں کو یہ تسلیم
 ہے کہ جنازہ کے بعد دعا مباح ہے وہاں یہ بھی تسلیم ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور نماز جنازہ کی وجہ
 سے جہاں میت کی بخشش ہوتی ہے وہاں پڑھنے والوں کی بھی بخشش ہوتی ہے (جامع الاحادیث ص ۴۵،
 ص ۴۶ ج ۳ ناشر شبیر برادرز لاہور از احمد رضا خان صاحب بریلوی)

میت کی اور جنازہ پڑھنے والوں کی بخشش ہو ہی اس لئے رہی کہ میت کے لئے اخلاص سے
 دعا کی گئی وہ اس وجہ سے بخشش دیا گیا اور پڑھنے والے نے مسلمان بھائی کے لئے اخلاص سے
 دعا مغفرت کی اللہ تعالیٰ نے اس کی اس اچھی ادا کی وجہ اس کی بھی مغفرت کر دی۔ لہذا مباح دعا جو کہ
 بریلوی بھائیوں کے بقول جنازہ کے بعد والی ہے سے ثواب کی امید نہ رکھنا چاہیے بلکہ نماز جنازہ سے
 ثواب کی امید رکھنا چاہیے۔ اور مباح بھی تب ہوگی جبکہ شریعت میں ممانعت نہ ہو جبکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ
 نے واضح الفاظ سے جنازہ کے بعد دعا سے ممانعت فرمائی ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ ذکر کی جائیگی۔ پھر

مفتی امین صاحب نے اپنے پورے رسالے ”نماز جنازہ کے بعد دعاء کا حکم“ میں نماز جنازہ کے بعد دعا پر حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔ سے استدلال نہیں کیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو بھی حدیث ”اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔“ کا نماز جنازہ کے بعد کی دعا کی دلیل ہونا تسلیم نہیں، وہ بھی اس حدیث کو جنازہ کے اندر کی دعا کی دلیل سمجھتے ہیں وگرنہ وہ اس کو استدلال میں ضرور پیش کرتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تیسویں دلیل: نماز جنازہ کے بعد دعا فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں ممنوع ہے

نماز جنازہ کے بعد دعاء فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں مکروہ ہے اور ممنوع ہے جیسا کہ اس پر تفصیلی حوالہ جات نقل کئے جائیں گے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں اس دعاء کا مکروہ ہونا دلیل ہے اس بات کی کہ ان کے ہاں بھی خالص دعا جنازہ کے اندر ہے نہ کہ اس کے سلام کے بعد وگرنہ وہ مکروہ و ممنوع نہ فرماتے۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے اندر اخلاص سے دعا مطلوب ہے نہ کہ سلام کے بعد اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء ہماری دلیل ہے نہ کہ دوسرے فریق کی۔

باب سوّم

مروجہ دعاء فقہاء کرام کے ہاں مکروہ، ممنوع اور بدعت ہے

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کے سب سے زیادہ ماہر چونکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس لئے قرآن و سنت کے معانی اور مطالب سے بھی وہ زیادہ واقف ہیں جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ”و کذا لک قال الفقہاء وہم اعلم بمعانی الحدیث۔“ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۱۸)

”اسی طرح فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہی حضرات حدیث کے معانی سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔“

اور حیرانگی کی بات یہ ہے کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ایک فقیہ نے بھی حدیث ”اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔“ کو نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا پر دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو مکروہ اور بدعت قرار دیا ہے۔

نماز جنازہ کے بعد دعا کیلئے نہ ٹھہرے فقہاء کرام رحمہم اللہ کی تصریحات

(۱) خلاصۃ الفتاویٰ کا حوالہ

علامہ طاہر بن عبد الرشید البخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ولا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة۔“ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۵)

”نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے“

(۲) فتاویٰ سراجیہ کا حوالہ

علامہ سراج الدین اودی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”اذا فرغ من الصلوة لا يقوم بالدعاء.“ (فتاویٰ سراجیہ ص ۱۴۱ باب الصلوة علی الجنائزہ)
 ”جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائے تو دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔“

(۳) زادالآخرت میں لکھا ہے

”وبعد فراغ از نماز برائے خواندن دعا نایستد.“ (زادالآخرت ص ۱۵۲)
 ”نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔“

(۴) فتاویٰ برہنہ کا حوالہ

فتاویٰ برہنہ میں لکھا ہے:

”بعده ایستاده نماند برائے دعاء.“ (فتاویٰ برہنہ ص ۳۵۹)
 ”دعا کے لئے نماز جنازہ کے بعد نہ ٹھہرے“

(۵) حاشیہ جواہر النقیس کا حوالہ

حاشیہ جواہر النقیس میں لکھا ہے:

”لا يدعوا بعد السلام ای ولا يقوم الامام بالدعاء بعد صلوة الجنائزہ وعلیه
 الفتویٰ. (کذا فی مجموعه الفتاویٰ) (حاشیہ جواہر النقیس ص ۷۷)
 ”سلام کے بعد دعا نہ مانگے یعنی امام دعا کے لئے نہ ٹھہرے نماز جنازہ کے بعد اور اسی پر
 فتویٰ ہے (مجموعۃ الفتاویٰ میں اسی طرح لکھا ہے)۔“

(۶) قنیہ کا حوالہ

شمس الائمہ امام حلوانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام علامہ سفدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ بخاری
 فرماتے ہیں: ”لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائزہ.“ (قنیہ ج ۱ ص ۵۶)

(۷) جامع الرموز کا حوالہ

امام شمس الدین محمد خراسانی کو ہستانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”و لا يقوم دعيا له.“ (جامع الرموز ج ۱ ص ۱۲۵)

”اور میت کے حق میں دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔“

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا فقہاء کرام نماز جنازہ کے بعد ٹھہرنے کی اتنی اجازت بھی نہیں دیتے کہ جس میں میت کیلئے دعا کی جاسکے کیونکہ ایک مرتبہ وہ دعا کر چکا اب میت کو دفن کے لئے لے جائے جیسا کہ اگلی عبارات بھی اس پر شاہد ہیں۔

(۸) حاشیہ مالا بدمنہ کا حوالہ

فقہ کی مشہور کتاب مالا بدمنہ کے حاشیہ پر لکھا ہے:

”بعد تکبیر چہارم سلام گوید و بعد آن ہیچ دعا نخواندہ.“

(مالا بدمنہ ص ۵۷ تحت عبارت بعد تکبیر چہارم سلام گوید)

”چوتھی تکبیر کے بعد سلام کہے اور اس کے بعد کوئی دعا نہ کرے۔“

کچھ آگے اسی حاشیہ میں لکھا ہے:

”بعد سلام برائے دعا الیستادن ہم ناشاید بلکہ ورحمل جنازہ مشغول

شوند کذا فی درالمختار“

”سلام کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ ہونا چاہیے بلکہ جنازہ کے اٹھانے میں مشغول ہو جانا

چاہیے۔ کتاب درمختار میں بھی ایسے ہی لکھا ہے۔“

(۹) محیط برہانی کا حوالہ

محیط برہانی میں لکھا ہے:

”و لا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلوة الجنائز لان اکثر صلاة الجنائز انما

هو الدعاء.“

(المحيط البرهانی ج ۳ ص ۱۰۹ مسئلہ نمبر 2525، الفصل الثانی والثلاثون: الجنائز۔ ناشر مکتبۃ الرشید الرياض سعودیہ)

”نماز جنازہ کے بعد آدمی دعا کے لئے کھڑا نہ ہو اس لئے کہ اکثر نماز جنازہ دعاء ہی ہے۔“

(۱۰) فتاویٰ سعیدیہ کا حوالہ

فتاویٰ سعیدیہ میں لکھا ہے:

”لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائز لانه دعامة.“ (فتاویٰ سعیدیہ ج ۳ ص ۸۰)

”نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے کیونکہ اس نے ایک مرتبہ دعاء مانگ لی ہے۔“

(۱۱)(۱۲) فتاویٰ بزازیہ اور بحر الرائق کا حوالہ

فتاویٰ بزازیہ کے مصنف امام حافظ الدین محمد بن شہاب کردی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ کی مشہور کتاب بحر الرائق کے مصنف لکھتے ہیں: ”لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائز لانه دعامة.“ (فتاویٰ بزازیہ ج ۱ ص ۱۸۳، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳)

”نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے۔“

معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ ہونے کی غرض اور وجہ یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے، اس کا مطلب نہیں کہ وہ کھڑا ہو کر نہ کرے تو بیٹھ کر دعا کر لے بلکہ اسکو چاہیے کہ جنازہ کے بعد میت کو اٹھا کر تدفین کے لئے لے جائے۔

(۱۳) فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ

فتاویٰ عالمگیری میں بھی لکھا ہے:

”لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائز لانه دعامة.“ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۸۳)

”نماز جنازہ کے بعد دعا کیلئے کھڑا نہ ہو کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے۔“

اس حوالے سے بھی وہی بات واضح ہوتی ہے جو کہ پہلے تفصیل سے ذکر جا چکی ہے۔
اس کے بعد فقہاء کی وہ عبارات نقل کی جائیں گی کہ جن سے معلوم ہوگا نماز جنازہ سلام پر ختم
ہو جاتا ہے، اس کے بعد دعا کرنا نماز جنازہ میں اضافہ اور زیادتی ہے۔

(۱۴) کشف الرمز کا حوالہ

کشف الرمز میں لکھا ہے:

”لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائز لا نه يشبه الزيادة في صلوة الجنائز.“

(کشف الرمز علی الکفر سید الحمودی ص ۱۳۱)

”نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے اس لئے کہ وہ نماز میں زیادتی کا شبہ رکھتی ہے۔“

(۱۵) مرقات کا حوالہ

مشہور محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ خفی لکھتے ہیں:

”ولا يدعوا للميت بعد صلوة الجنائز لانه يشبه الزيادة في صلوة

الجنائز.“ (مرقات ج ۲ ص ۲۱۹)

”نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز میں زیادتی کے مشابہ ہے۔“

(۱۶) حجابہ الفقہ کا حوالہ

حجابہ الفقہ میں لکھا ہے:

”كره صلوة الجنائز في مسجد جماعة وكذا القيام بعدها بالدعاء لانه

يشبه الزيادة فيها.“ (حجابہ الفقہ ص ۱۳۹)

”جماعت والی مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے اور اسی طرح نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے

ٹھہرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ نماز میں زیادتی کے مشابہ ہے۔“

(۱۷) حاشیہ زادالآ خرت کا حوالہ

زادالآ خرت کے حاشیہ میں لکھا ہے:

”در کراہت خواندن دعا بعد از نماز جنازہ در کثرت و ذخیرہ مے آرد کہ خواندن دعا بعد از نماز جنازہ مکروہ است زیرا کہ مشابہ بر زیادتی میشود.“ (حاشیہ زادالآ خرت فصل نمبر ۱۶)

”نماز جنازہ کے بعد دعا کی کراہت کا ذکر کتاب کنز اور کتاب ذخیرہ میں آتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کا پڑھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہو جائے گا۔“

(۱۸) مشکوٰۃ المصابیح کے حاشیہ کا حوالہ

حدیث کی کتاب مشکوٰۃ المصابیح کے ص ۱۴۷ پر حضرت مالک بن حمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میت پر تین صفوں کے نماز پڑھنے کی وجہ سے اسکی بخشش کی روایت ذکر کی گئی ہے۔ اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے:

”ولا يدعو للميت بعد صلوة الجنائز لا نه يشبه الزيادة في صلوة الجنائز.“ (مشکوٰۃ المصابیح باب المشی بالجنائز والصلوة علیہا ص ۱۴۷ ناشر المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

”اور نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعائے نہ کرے اس لئے کہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔“

(۱۹) مظاہر حق کا حوالہ

شارح مشکوٰۃ شریف علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب لکھتے ہیں:

”نیز علماء یہ مسئلہ لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعائے نہ کی جائے (جیسا کہ دوسری نمازوں میں سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگی جاتی ہے) کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں اضافہ کا اشتباہ ہوتا ہے۔“ (مظاہر حق جلد ۲ ص ۱۲۵ ناشر: دارالاشاعت کراچی)

معلوم ہوا کہ نماز سلام پھیرنے سے مکمل ہو جاتی ہے اور نماز جنازہ کے بعد میت کو دعا کے لئے رکھ چھوڑنا اور دعا میں مشغول ہو جانا یہ نماز جنازہ میں زیادتی ہے لہذا جائز نہیں۔ اس کے بعد وہ حوالہ جات نقل کئے جائیں گے جو نماز جنازہ کے بعد دعا کے مطلقاً ممنوع ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ ان میں کھڑے ہونے کی قید نہیں ہے۔ نہ زیادتی کی قید ہے۔

(۲۰) المدخل لابن حاج کا حوالہ

علامہ ابن حاج مکی رحمۃ اللہ علیہ المدخل میں فرماتے ہیں:

”ان بعض من يعتنون به من الموتى يتركونه بعد ان يصلى عليه في المسجد و يقفون عنده و يطولون المدعاء و بعضهم يفعل ما هو اكثر من ذلك و هو تكبير المؤذنين اذ ذاك على ما تقدم من زعقا تهم و يطولون في ذالك و السنة التجليل بالميت الى دفنه و مواراته و فعلهم يضر ذالك فليحذر من هذا و الله المستعان.“ (المدخل ج ۳ ص ۲۶۳ ناشر: دار الکتب العربی بیروت)

”ان لوگوں کو جس مردے سے اعتنا ہوتا ہے، اُسے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد مسجد میں چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے پاس ٹھہر کر لمبی دعا کرتے ہیں اور ان میں سے بعض لوگ تو اس سے بھی زیادہ کرتے ہیں وہ یہ کہ اس وقت اذان دینے والے تکبیر کہتے ہیں جیسا کہ ان کی بلند بانگوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور وہ اس میں دیر کرتے ہیں حالانکہ سنت یہ ہے کہ میت کو لے جا کر جلدی دفن کریں اور ان لوگوں کا کام اس کے برخلاف ہے لہذا اس سے بچنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلبی ہے۔“

(۲۱) بحر الرائق کا حوالہ

فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق میں نماز کی تفصیل میں لکھا ہے:

”وہی اربع تکبیرات بثناء بعد الاولى و صلوة على النبي صلى الله عليه

وسلم بعد الثانية و دعاء بعد الثالثة.“

”اور چار جنازہ کی تکبیریں ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء دوسری تکبیر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد دعا ہے۔“

کنز الدقائق کی عبارت ”ودعاء بعد الثالثة“ کے بعد کتاب بحر الرائق میں لکھا ہے:

”وقيد بقوله بعد الثالثة لانه لا يدعو بعد التسليم (كما في الخلاصة).“

(بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳)

”کنز الدقائق کے مصنف نے دعا کو تیسری تکبیر کے ساتھ مقید ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ سلام

پھیرنے کے بعد کوئی اور دعائے مانگے (جیسا کہ خلاصہ میں لکھا ہے)۔“

(۲۲) نفع المفتی والسائل کا حوالہ

مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ صاحب لکھتے ہیں:

”أَيَّ صَلَوةٍ يَكْرَهُ الدُّعَاءَ بَعْدَهَا؟ أَقُولُ: هُوَ صَلَوةُ الْجَنَازَةِ.“

(نفع المفتی والسائل ص ۱۳۴)

”اگر پوچھا جائے کہ وہ کون سی نماز ہے جس کے بعد دعاء مکروہ ہے؟ تو میں جواب دوں گا کہ

وہ نماز جنازہ ہے۔“

(۲۳) فتاویٰ سعدیہ کا حوالہ

مفتی سعد اللہ خفی رحمۃ اللہ علیہ صاحب لکھتے ہیں:

”خالی از کراہت نیست زیرا کہ اکثر فقہاء بوجہ زیادہ بودن بر امر مسنون منع مے کنند۔“

(فتاویٰ سعدیہ ص ۱۳۰)

”یہ دعاء کراہت سے خالی نہیں کیوں اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ مسنون کام سے زیادہ

ہونے کی وجہ سے اس دعا سے منع کرتے ہیں۔“

(۲۴) حاشیہ شرح الیاس کا حوالہ:

حاشیہ شرح الیاس میں لکھا ہے:

”ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنائزہ مکروہ۔“ (حاشیہ شرح الیاس ص ۲۲۸)
 ”بے شک نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔“

(۲۵) وجیز الصراط کا حوالہ

کتاب وجیز الصراط میں ہے:

”در بعض کتب نوشتہ کہ بعد از نماز جنازہ نشتہ یا الیستادہ دعاء خواندن مکروہ است کما فی مسائل مهمہ کہ بعد از نماز جنازہ بزودی اور رادفن کنند۔“ (وجیز الصراط ص ۲۴)
 ”بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعا پڑھنا مکروہ ہے جیسا کہ مسائل مهمہ میں ہے کہ نماز جنازہ کے بعد جلدی اسے دفن کر دیا جائے۔“

(۲۶) مجموعہ خانی کا حوالہ

فقہ کی مشہور کتاب مجموعہ خانی قلمی میں لکھا ہے:

”دعا نخواند و فتویٰ بریں قول است۔“ (مجموعہ خانی ص ۳۴۹)
 ”نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔“

(۲۷) برجندی حاشیہ شرح وقایہ کا حوالہ:

برجندی حاشیہ شرح وقایہ میں لکھا ہے:

”ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنائزہ مکروہ۔“ (برجندی حاشیہ شرح وقایہ ج ۱ ص ۱۸۰)
 ”نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا مکروہ ہے۔“

(۲۸) الجوهرة النيرة کا حوالہ:

شیخ الاسلام علامہ ابوبکر بن الحداد رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:
 ”ولا يدعو بعد ها بشئى .“ (الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۳۰)
 ”سلام کے بعد کسی قسم کی دعا نہ کرے۔“

(۲۹) ذخیرہ کبریٰ کا حوالہ:

مفتی احمد یار نعیمی صاحب نے اس کتاب کے حوالہ سے لکھا ہے:
 ذخیرہ کبریٰ اور محیط میں ہے:
 ”لا يقول بالدعاء بعد صلوة الجنابة .“
 ”اس کے بعد دعا نہ کرے ظاہر مذہب میں۔“ (جاء الحق ص ۲۲۷ حصہ اول ناشر: قادری پبلشرز لاہور)

(۳۰) ابن حامد کا حوالہ:

مفتی احمد یار نعیمی صاحب نے ابن حامد کے حوالہ سے لکھا ہے:
 ”ان الدعاء بعد صلوة الجنابة مكروه .“
 ”نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔“ (جاء الحق ص ۲۲۸)
 معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا خلافت سنت اور مکروہ ہے خواہ بیٹھ کر ہو یا کھڑے ہو کر
 جیسا کہ نمبر ۲۵ میں وجہ الصراط کے حوالہ سے نقل کیا گیا اور فقہ کا مفتی بہ قول بھی یہی ہے اور لمبی دعا بھی
 ممنوع ہے جیسا کہ نمبر ۲۰ میں المدخل لابن حاج کے حوالہ سے نقل کیا گیا اور مختصر دعا بھی ممنوع ہے جیسا
 کہ نمبر ۲۸ میں الجوهرة النيرة کے حوالہ سے نقل کیا گیا۔

نماز جنازہ کے بعد قرآن پڑھ کر جنازہ گاہ میں دعا کروانا بھی ممنوع ہے:

(۳۱) خلاصۃ الفتاویٰ کا حوالہ:

علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے:
 ”ولا يقوم بالدعاء في قراءة القرآن لاهل الميت بعد صلوة الجنابة
 وقبلها.“ (خلاصة الفتاوى ص ۲۲۵)
 ”نماز جنازہ کے بعد اہل میت کے لئے قرآن پڑھ کر دعاء نہ مانگی جائے۔ اور نہ اس سے
 پہلے۔“

(۳۲) جامع الفوائد کا حوالہ

فقہ کی کتاب جامع الفوائد میں لکھا ہے:
 ”لا يجوز الفاتحة على الميت قبل الدفن.“ (جامع الفوائد ص ۶۲)
 ”دفن سے پہلے میت پر فاتحہ پڑھنا جائز نہیں۔“

(۳۳) مصباح الہدایہ کا حوالہ

فقہ کی کتاب مصباح الہدایہ قلمی میں لکھا ہے:
 ”بعد از چهارم سلام در راست و چپ بگوید و در آن حال دو دست بکشد و بعد از سلام بقراءة
 قرآن و بیچ دعا مشغول نہ شود کہ مسنون نیست۔“ (مصباح الہدایہ ص ۲۵)
 ”چوتھی تکبیر کے بعد دائیں بائیں سلام کہے اور اسی وقت دونوں ہاتھ کھول دے اور سلام کے
 بعد قرآن پڑھنے اور کسی قسم کی دعا کرنے میں مشغول نہ ہو اس لئے کہ یہ سنت نہیں۔“
 معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد کسی قسم کی دعا کی اجازت نہیں خواہ لمبی ہو یا مختصر اور نہ قرآن
 کریم کی قرات کی اجازت ہے کیونکہ نماز جنازہ دعا ہے لہذا اس کے اندر بھی قرات منع ہے اس کے سلام
 کے بعد بھی منع ہے۔ لیکن افسوس! کہ خلاف سنت دعا اور اس کے ساتھ قرآن کریم کی سورتیں عملاً ایسی
 ضروری سمجھی جاتی ہیں کہ اگر سنت پر عمل کرتے ہوئے کوئی یہ کام نہ کرے تو زبردستی اس کو اس پر مسلط کیا جاتا
 ہے جیسا کہ خود میرے ساتھ متعدد مرتبہ ایسا واقعہ پیش آچکا۔ اور یہ دعا کھڑے ہو کر کی جاتی ہے۔ حالانکہ

مفتی احمد یار نعیمی صاحب نے کھڑے ہو کر دعا کرنے کو ممنوع لکھا ہے۔

مفتی احمد یار نعیمی صاحب کے ہاں کھڑے ہو کر دعا کرنا منع ہے

چنانچہ مفتی احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

”عبارات میں سے جامع الرموز، ذخیرہ، محیط، کشف الغطاء کی عبارتوں میں تو دعا سے

ممانعت ہے ہی نہیں بلکہ کھڑے ہو کر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ وہ ہم بھی منع کرتے ہیں۔“

(جاء الحق ص ۲۲۸ ناشر قادری پبلشرز لاہور)

معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر دعا کرنے کو مفتی صاحب بھی ممنوع کہتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں عام

طور پر دعا کھڑے ہو کر ہی کی جاتی ہے۔

دعا کے لئے کھڑے نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بیٹھ کر دعا کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز

جنازہ پڑھنے کے بعد کھڑا نہ ہو بلکہ میت کو اٹھا کر قبر کی طرف لے جائے۔ اور مفتی صاحب کو ذخیرہ کبریٰ

اور محیط وغیرہ کے حوالے سے غلط فہمی ہوئی کیونکہ ان میں تو صراحۃً لکھا ہے لا یقول بال دعا بعد صلوٰۃ

الجنائزۃ (جاء الحق ص ۲۲۷) ”کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے“ اور عالمگیری میں لکھا ہے لا یدعو بعدہ فی

ظاہر المذہب (جاء الحق ص ۲۲۷) ”کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے“ اور مرقاۃ کے حوالہ سے لکھا

ہے: ولا یدعو للمیت بعد صلاۃ الجنائزۃ (جاء الحق ص ۲۲۷) ”اور میت کے لئے نماز جنازہ کے بعد دعا نہ

کرے۔“ لہذا جب ان کتب میں صراحۃً نماز جنازہ کے بعد دعا سے منع کیا گیا ہے تو یہ کہنا کیسے درست

ہوگا کہ ان میں دعا سے ممانعت نہیں؟

دعا کی غرض سے میت کو جنازہ کے بعد رکھ چھوڑنا مولوی احمد رضا خان صاحب

کے ہاں بھی مکروہ ہے

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”غرض شرع مطہر میں تعجیل تجہیز ہوتا کہ تمام مطلوب اور بے ضرورت شریعہ اسکی تاخیر سے ممانعت اور نماز کے علاوہ و شرعاً ضروری و واجب نہیں جس کے لئے قیام و درنگ پسند کریں۔ شرع میں جتنی دعا ضروری تھی یعنی نماز جنازہ، وہ ہو چکی یا ہونے والی ہے تو اس کے سوا اور دعائے طویل کے لئے کیوں رکھ چھوڑیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۴۸/۲۴۷ ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

”قبل از نماز عادیٰ جنازہ مہیا نہیں ہوتا۔ امور ضروریہ غسل و کفن جاری ہوتے ہیں تو اس وقت دعائے طویل میں حرج نہیں کہ تاخیر بفرض دعائے ہوگی بخلاف بعد نماز کہ غالباً کوئی حالت منتظرہ لے چلنے سے مانع نہیں ہوتی اور کلام فقہاء اکثر امور غالبہ پر مبنی ہوتا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۴۸)

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی مذکورہ عبارات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بالجملہ عبارات فقہاء صرف دو صورتوں سے متعلق ہے ایک بعد نماز جنازہ اسی نہایت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے دعا کرنا دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دعائے طویل کی خاص غرض سے امر تجہیز کو تعویق میں ڈالنا ظاہراً اس صورت میں کراہت تحریمی تک ہو سکتی ہے اور صورت اولیٰ میں تنزیہی“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۵۶)

اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

”یہاں ممانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو صورتوں کے لئے ہے اور وہی عبارات مذکورہ وغیرہ مذکورہ فقہیہ میں علی التلویع مقصود ہے۔ ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے بعد نماز خواہ قبل نماز تجہیز میت کو تعویق میں ڈالنا مثلاً نماز ہو چکی اور کوئی حالت منتظرہ لے چلنے کے لئے باقی نہیں وہی صرف دعا کے لئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درنگ و تطویل کریں یہ ممنوع ہے۔ اکثر عبارات اسی طرف ناظر ہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۵۸)

مولوی احمد رضا صاحب کی مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ ہو چکنے کے بعد خاص

دعا کی غرض سے میت کو رکھ چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے اکثر فقہاء کرام کی عبارات کا بھی یہی مطلب ہے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہاں لمبی اور مختصر دعاء کے کیا معنی ہیں؟

باقی یہ بات ضرور ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے میت کو لمبی دعا کی غرض سے رکھ چھوڑنا مکروہ کہا ہے مختصر دعا ان کے ہاں مکروہ نہیں ہے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ آج کل جو دعا کا طریقہ مروج ہے اس میں دعا لمبی ہی ہوتی ہے نہ کہ مختصر۔ وہ اس طرح کہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد ثناء، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد میت اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا پڑھی جاتی ہے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیا جاتا ہے۔ جبکہ نماز جنازہ کے بعد میت کو رکھ کر اول اور آخر درود شریف، ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ قل ھو اللہ... پڑھی جاتی ہے اور پھر دعاء۔ ظاہر بات ہے کہ نماز جنازہ کے بعد والا عمل نماز جنازہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اس کو یوں سمجھئے۔

نماز جنازہ کے اعمال

ثناء باری تعالیٰ (ایک مرتبہ) درود شریف (ایک مرتبہ)
دعاء (ایک مرتبہ)

نماز جنازہ کے بعد کے اعمال

درود شریف (ایک مرتبہ) سورۃ فاتحہ (ایک مرتبہ)
سورۃ اخلاص (تین مرتبہ) درود شریف (ایک مرتبہ)
اس کے بعد دعا ہوتی ہے۔

جب نماز جنازہ کے بعد والے اعمال نماز جنازہ سے بھی بڑھ گئے تو اس کو دعائے طویل کی غرض سے میت کو رکھ چھوڑنا کیوں نہ کہیں گے؟ جب یہ دعائے طویل ہے تو مکروہ تحریمی کیسے نہ ہوگی؟

پھر مولوی احمد رضا خان صاحب نے جس مختصر دعاء کی اجازت دی ہے اسکی تفصیل بھی انہی سے سن لیجئے لکھتے ہیں:

”یہ بھی لحاظ لازم کہ صرف اس دعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق و درنگ میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعاً تعجل مامور ہے اور دعا کچھ تعویق پر موقوف نہیں، اتنے کلمات اللہم لا تحر منا اجرہ ولا تفتنا بعده و اغفر لنا ولہ بلکہ اس سے زائد جنازہ اٹھاتے اٹھاتے کہہ سکتے ہیں کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۳۳)

یہ ہے وہ مختصر دعاء مولوی احمد رضا خان صاحب نے جسکی اجازت دی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد چار پائی اٹھاتے اٹھاتے خط کشیدہ دعائیہ کلمات کہہ لئے جائیں۔ باقی ہمارے ہاں نماز جنازہ کے بعد جو لمبے چوڑے اعمال ہوتے ہیں اور میت بھی سامنے پڑھی ہوتی ہے جن کی وجہ سے میت کی تدفین میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ بقول مولوی احمد رضا خان صاحب اکثر فقہاء کے ہاں مکروہ تحریمی ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کی مذکورہ عبارت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کی بھی ضرورت نہیں بس ہر فرد نماز جنازہ کے بعد چار پائی اٹھاتے اٹھاتے خط کشیدہ دعائیہ کلمات خود کہہ لے۔ اہل انصاف غور کریں کہ اگر اس فتوے پر عمل کر کے نماز جنازہ کے بعد چار پائی اٹھاتے اٹھاتے کوئی خط کشیدہ دعائیہ کلمات کہتا ہے تو کیا عوام میں نفرت پھیلے گی؟ ہر گز نہیں۔ عوام میں فرقہ واریت پھیلتی ہی تب ہے کہ جب ایک فریق نماز جنازہ کے بعد میت کو رکھ کر اجتماعی طور پر لمبے چوڑے اعمال شروع کر دیتا ہے۔ اور نماز جنازہ کے بعد اکیلی اجتماعی دعا ہی نماز جنازہ کے برابر ہوتی ہے اور اس سے پہلے دوسرے اعمال سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ اخلاص وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔

مفتی وقار الدین قادری رضوی صاحب کے ہاں دعاء کی غرض سے دفن میں تاخیر کے لئے وقفہ بہتر نہیں

مشہور بریلوی عالم مفتی محمد وقار الدین صاحب قادری رضوی جو کہ مولوی الیاس قادری

صاحب کے پیر بھی ہیں فقہاء کی عبارت لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنائزۃ (نماز جنازہ کے بعد نہ ٹھہرے) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فقہاء نے یہ نہیں فرمایا کہ لا یدعوا بعد صلوٰۃ الجنائزۃ یعنی نماز جنازہ کے بعد دعائے نہ کرو بلکہ قیام کی ممانعت کی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ دعا کے لئے دفن میں تاخیر کے لئے وقفہ بہتر نہیں۔“ (وقار الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۵۷ ناشر: بزم وقار الدین کراچی)

مولوی احمد رضا صاحب کی طرح مفتی وقار الدین قادری صاحب کی عبارت کا بھی مطلب تقریباً یہی ہے کہ نماز جنازہ کے فوراً میت کی چارپائی کو اٹھالیا جائے اور مختصر دعا کوئی چارپائی اٹھاتے اٹھاتے کرے تو ٹھیک ہے وگرنہ وقفہ بہتر نہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟

اجتماعی دعائیں توڑ کر اور صفیں توڑے بغیر ہر صورت میں مکروہ ہے:

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ نماز جنازہ کے بعد وقفہ بہتر نہیں تو کیا صفیں توڑ کر اور کیا توڑے بغیر ہر صورت میں دعائے مکروہ ہوگی کیونکہ یہ مسنون عمل پر اضافہ ہے نماز جنازہ میں جتنی دعا ضروری تھی وہ چکی۔ اور کراہت کی علت اور وجہ محض قیام (کھڑا ہونا) یا صفیں باندھنے کی حالت میں دعا کرنا نہیں بلکہ کراہت کی اصلی وجہ اجتماع اور دعا کے لئے دوبارہ اہتمام ہے جو کہ نماز جنازہ میں اضافہ ہے، پھر یہ فرق بھی کہ صفیں توڑے بغیر دعا مکروہ ہے اور صفیں توڑ کر جائز محض عقلی ہے فقہاء اس کے قائل نہیں کوئی شاذ عبارت ہو تو اس پر عمل کرنا اکثر فقہاء کے مکروہ کہنے کی وجہ سے جائز نہیں جیسا کہ آگے وضاحت آرہی ہے۔ پھر مروجہ دعا کو ثابت کرنے والے حضرات اسکو عام نماز کے بعد دعا پر قیاس کر کے بھی جائز کہتے ہیں جیسا کہ آگے وضاحت آئے گی، یہاں سوال یہ ہے کہ عام نماز کے بعد دعا کے وقت صفیں توڑنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا پھر یہاں ایسے اہتمام کی کیا ضرورت پیش آگئی کہ صفیں توڑ کر دعا کی جاتی ہے؟ لہذا جنازہ کے بعد دعا اس لئے مکروہ ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہے بخلاف نماز کے کہ وہ محض دعائیں، نماز جنازہ کے بعد دعا کا اہتمام کریں گے تو اضافہ ہوگا۔ اور میت کی تدفین میں تاخیر ہوگی جو کہ درست

نہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کے والد مولوی نقی علی خان صاحب نے دعاء کے فضائل پر مستقل کتاب لکھی ہے اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے اسکی شرح کی ہے۔ اس کتاب میں دعاء کے ادب اور اسکی قبولیت اسباب میں سے ایک ادب اور سبب یہ لکھا ہے کہ دعاء کے وقت قبلہ کی جانب رخ کیا جائے چنانچہ لکھا ہے:

”ادب: ۱۰-۱۱-۱۲۔ دعاء کے وقت با وضو قبلہ رو مؤدب (با ادب) دوزانوں بیٹھے یا گھٹنوں کے بل کھڑا ہو۔“ (فضائل ص ۶۲ ناشر: مکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی کراچی)

معلوم ہوا کہ دعاء کے ادب میں سے ایک ادب قبلہ کی طرف رخ کرنا ہے جبکہ جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر جو دعا کی جاتی ہے عام طور پر دعاء کے وقت قبلہ سے رخ ہٹ جاتا ہے اس کا سبب صفوں کو توڑنا ہے، پھر یہ کہنا کیسے درست ہے کہ صفیں توڑ کر دعا کی جائے جبکہ صفیں توڑنے سے قبلہ سے رخ ہٹ جاتا ہے۔

اور مذکورہ کتاب میں دعا کی دو حالتیں لکھی ہیں (۱) بیٹھ کر دوزانو ہو کر دعا کرے۔ (۲) گھٹنوں کے بل کھڑا ہو کر دعا کرے۔ جبکہ مروجہ دعا میں عام طور پر دونوں صورتیں اختیار نہیں کی جاتیں بلکہ بیٹھ کر یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر دعا کرنے کی بجائے قبلہ سے ہٹ کر کھڑے ہو کر دعا کی جاتی ہے؟

پھر بحث تو اجتماعی دعا کی ہے کہ اس موقع پر اجتماعی دعا سنت سے ثابت نہیں جہاں اجتماعی دعاء ہے ہی خلاف سنت تو ثواب کی امید کیسے رکھی جاسکتی ہے؟

مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہاں ضعیف اور نادر قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی مذکورہ تفصیلی عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ و ممنوع ہے۔ اس باب کے حوالہ نمبر ۲۳ میں اس موقف کو مفتی سعد اللہ الحنفی رحمۃ اللہ علیہ

نے اکثر فقہاء کا قول بتایا ہے۔ اور حوالہ نمبر ۵ کے تحت حاشیہ جواہر النفیس میں مجموعۃ الفتاویٰ کے حوالہ سے اس کو مفتی بہ قول بتایا ہے اور حوالہ نمبر ۲۶ میں بھی مجموعہ خانی کے حوالہ سے گذر چکا کہ فتویٰ اسی قول پر ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے۔ جب فتویٰ اسی قول پر ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ و ممنوع ہے تو اگر ان کثیر حوالہ جات کی موجودگی میں بھی اگر کسی کو کوئی غیر معروف، شاذ اور نادر اور ضعیف قول مروجہ دعا کے متعلق مل جاتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا جائز ہے تب بھی اس پر اعتماد کر کے عمل درست نہ ہوگا۔ کیونکہ مشہور اور مفتی بہ قول کے مقابلہ میں غیر معروف، نادر اور ضعیف قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور یہ بات مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ ضعیف، غیر معروف اور نادر قول پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا۔ چنانچہ اسی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قول ضعیف پر فتویٰ دینا جہل و مخالف اجماع ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۱۵)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

”مفتی کو کوئی حق نہیں کہ وہ طے شدہ امور کو زیر بحث لائے۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۲۴۷)

مزید لکھتے ہیں:

”نادر پر حکم نہیں نہیں ہوتا اور احکام فقہ غالب پر ہی مرتب ہوتے ہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۴۴)

جب یہ بات احمد رضا صاحب کے کلام سے بھی ثابت ہوگئی کہ ضعیف اور نادر قول پر حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے تو انصاف کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اسی مفتی بہ اور مشہور موقف پر عمل شروع کر دیا جائے تاکہ پھر کبھی اس مسئلہ پر نزاع اور بحث کی نوبت نہ آئے ورنہ اگر کسی کے علم میں دوسرے موقف پر فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کی شاذ کی بجائے مفتی بہ اور مشہور عبارات موجود ہوں تو ہمیں مطلع کر دیا جائے ہم بخوشی دوسرے موقف پر عمل کرنے میں دیر نہ کریں گے اور اس پر عمل کرنا اپنی سعادت سمجھیں گے لیکن یہ یاد رہے کہ اختلاف جنازہ کے متصل بعد جنازہ گاہ میں تدفین سے پہلے مروجہ اجتماعی دعا اور

اہتمام میں ہے نہ کہ انفرادی دعائیں۔ لہذا فقہاء کی عبارات میں بھی واضح طور پر نماز جنازہ کے مستقل بعد جنازہ گاہ میں تدفین سے پہلے مروجہ دعاء اجتماعی کو مستحب بتایا گیا ہو اور اس موقف کو مفتیٰ بقول قرار دیا گیا ہو۔ اس صراحت کے ساتھ پیش کرنے کی صورت میں اس موقف پر عمل کرنے پر عمل کرنے میں ہمیں کوئی عار اور تنگی نہ ہوگی۔

نماز جنازہ کے بعد دعا سے متعلق رسالہ سب سے پہلے مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے:

نماز جنازہ تو مسلمان چودہ صدیوں سے پڑھتے آ رہے ہیں اور صدیوں سے محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نماز جنازہ کے مسائل لکھتے چلے آ رہے ہیں بلکہ یہ مقدس حضرات باب الجنائز یا کتاب الجنائز کے عنوان سے سینکڑوں مسائل ذکر فرماتے ہیں لیکن نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کے اثبات میں کوئی مستقل رسالہ کسی محدث اور فقیہ نے نہیں لکھا۔ اس مسئلہ کے اثبات میں غالباً سب سے پہلے رسالہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے جس کا خود ان کو بھی اقرار ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

”امید ہے کہ اس فتوے میں اول تا آخر جتنے جواہر زواہر ہدیہ انظار اولیٰ الابصار ہوئے سب حصہ خاصہ خامہ فقیر ہوں کہ اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۵۶)

مولوی احمد رضا صاحب اقرار کر رہے ہیں کہ یہ باتیں ہو سکتا ہے کہیں اور نہ ملیں سب حصہ خاصہ خامہ احمد رضا صاحب ہوں۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ اس مسئلہ کے سمجھنے میں ان سے وہم ہوا ہو اور یہ کچھ بعید بھی نہیں کیونکہ کافی مسائل میں احمد رضا صاحب نے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے اختلاف کیا ہے اور اپنے فتاویٰ میں جگہ جگہ ان پر تنقید کی ہے۔ چنانچہ مشہور بریلوی مصنف پروفیسر غلام مصطفیٰ صاحب احمد رضا خان صاحب کے فقہاء کرام رحمہم اللہ سے اختلاف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت بریلوی کو علم و فقہ میں بھی تبحر علمی حاصل تھا۔ آپ فقہ میں بھی اعلیٰ ترین مقام رکھتے تھے۔ آپ نے علمی لحاظ سے فقہائے کبار اور معاصر فقہاء سے ان فقہی مسائل میں اختلاف کیا جن

میں ان حضرات سے لغزشیں ہوئیں۔“

(اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور انکی فقہی خدمات ص ۱۳۹)

اس سے کچھ آگے لکھتے ہیں:

”مولانا بریلوی کو علم فقہ میں تبحر علمی تھا۔ ان کا یہ جوہر اس وقت کھل کر سامنے آتا ہے جب وہ متقدمین فقہاء اصولیین پر بھی کھل کر تنقید کرتے ہیں اور ان کی اغلاط کی نشان دہی کرتے ہیں اور دلائل سے ان کا رد بھی کرتے ہیں۔“

(اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور انکی فقہی خدمات ص ۱۴۱ ناشر: مکتبہ جمال کرم لاہور)

پروفیسر غلام مصطفیٰ صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ احمد رضا صاحب نے متعدد ضوابط ایسے وضع کئے جو کتب فقہ میں نہیں ملتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”کسی ایسے مسئلہ میں اجتہاد کرنا جس کے نظیر پہلے سے کسی مسئلہ میں قیاس کے ذریعے معلوم ہو۔ اور پہلے مسئلہ کے حکم پر قیاس کر کے دوسرے مشابہ مسئلہ پر حکم لگا دینا، یہ اجتہاد یا قیاس اب بھی جاری ہے۔ اسی اجتہاد اضافی یا قیاس کے ذریعے مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے متعدد ضوابط ایسے وضع کئے جو کتب فقہ میں نہیں ملتے اگرچہ ان کا وجود ناگزیر ہے۔ اجتہاد کی بہت سی مثالیں آپ کی تصانیف میں ملتی ہیں مثلاً کتب اصول میں احکام شرعیہ کی عموماً سات اقسام ذکر کی جاتی ہیں۔ یعنی فرض، واجب، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی۔ لیکن مولانا بریلوی نے احکام کی گیارہ اقسام بیان کی ہیں یعنی فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، اساعت، مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ۔“ (اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور انکی فقہی خدمات ص ۷۴)

جب بریلوی بھائیوں کو خود تسلیم ہے کہ اعلیٰ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ سے کھل کر اختلاف کرتے اور اپنی تصانیف میں ان پر جا بجا تنقید کرتے نظر آتے ہیں اور اس کے لئے اصول و ضوابط بھی وہ خود بنا لیتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء کے مسئلہ میں بھی انہوں نے رسالہ بذل الجواز

میں اس دعا کو ثابت کرنے کے لئے جو راستہ اختیار کیا ہے۔ ان کا اپنا ہی نظریہ ہو فقہاء کا یہ نظریہ اور سوچ نہ ہو اور واقعہ بھی یہی ہے کہ احمد رضا صاحب سے پہلے کسی معتبر فقیہ نے بھی نماز جنازہ کے بعد دعا کو اس انداز سے ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی جو کہ فقہاء کرام کے مفتی بہ قول کے مقابلہ میں قابل تسلیم نہیں۔ یہ بات تو بریلوی بھائی بھی مانتے اور لکھتے ہیں کہ احمد رضا صاحب نے بہت سے علماء کی لغزشیں اپنی کتب میں تحریر کی ہیں، احمد رضا صاحب کا ان پر تعاقب اور تنقید صحیح ہے یا غلط فی الحال اس پر بحث نہیں، عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب ان سے غلطی ہو سکتی ہے تو پھر احمد رضا صاحب سے غلطی کیوں نہیں ہو سکتی؟

نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا بدعت ہے

نماز جنازہ کے بعد میت سامنے رکھ کر جنازہ گاہ میں نماز کے متصل بعد مروجہ اعمال اور دعا کا اجتماعی اہتمام نہ تو نبی اقدس ﷺ سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ثابت ہے اور نہ ہی تابعین، محدثین، فقہاء کرام اور اسلاف سے ثابت ہے تو یقیناً یہ بدعت ہوگا۔ کیونکہ بدعت کی حقیقت بھی یہی ہے۔ جس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے۔

بدعت کی لغوی تعریف

(۱) مفردات القرآن کا حوالہ

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”والبدعة فی المذہب ایراد قول لم یستن قائلها أو فاعلها فیہ بصاحب

الشرعیہ و امثالها المتقدمة و اصولها المتقنة.“ (مفردات قرآن ص ۳۷)

”بدعت کا اطلاق مذہب میں ایسے قول پر ہوتا ہے جس کا کہنے والا یا کرنے والا صاحب

شریعت کے نقش قدم پر نہ چلا ہو اور شریعت کی پہلی مثالوں اور اس کے محکم اصولوں پر وہ گامزن نہ ہو۔“

(۲) علامہ فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی قاموس کا حوالہ

علامہ مجدد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

”بدعت بالكسر الحدث في الدين بعد الاكمال او ماستحدث بعد النبي

صلى الله عليه وسلم من الاهواء و الاعمال.“ (قاموس ج ۲ ص ۴)

”بدعت باء کے کسرہ کے ساتھ ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو دین کے مکمل ہونے کے بعد نکالی گئی

ہو یا وہ چیز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خواہشات اور اعمال کی شکل میں ظہور پذیر ہوئی ہو۔“

(۳) کتاب مختار الصحاح کا حوالہ

امام محمد بن ابی بکر الرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”و البدعة . الحدث في الدين بعد الاكمال.“ (مختار الصحاح ص ۲۸۰)

”بدعت اس نئی چیز کا نام ہے جو تکمیل دین کے بعد نکالی گئی ہو۔“

(۴) کتاب مغرب کا حوالہ

”البدعة اسم من ابتداء الامرا اذا ابتدوه واحداثه كالرفعة اسم من الارتفاع

والخلفة اسم من الاختلاف ثم غلب على ما هو زيادة في الدين او نقصان منه.“

(مغرب ج ۱ ص ۳۰)

”بدعت لفظ ابتداء کا اسم ہے جس کا معنی یہ ہے کہ کوئی نئی چیز ایجاد کی جائے جیسے رفعت

ارتفاع کا اور خلفت اختلاف کا اسم ہے پھر بدعت کا لفظ ایسی چیز پر غالب آ گیا جو دین میں زیادہ یا کم

کردی جائے۔“

(۵) اساس البلاغة کا حوالہ

علامہ مختاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ابدع الشيء وابتدعه اخترعه.“ (اساس البلاغة ص ۱۷)

”یعنی بدعت ایک نوا بجا دمن گھڑت چیز کو کہتے ہیں۔“

(۶) لسان العرب کا حوالہ

امام ابن منظور الافریقہؒ لکھتے ہیں:

”و البدعة الحدث وما ابتدع من الدين بعد الاكمال.“ (لسان العرب ج ۸ ص ۶)
 ”بدعت ایسی شئی کا نام ہے جو دین کے مکمل ہونے کے بعد نکالی گئی ہو۔“

(۷) مجمع بحار الانوار کا حوالہ

علامہ محمد طاہر ثقفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”البدیع تعالیٰ، هو الخالق المبتدع بلا مثال سابق.“ (مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۱۶۰)
 ”اللہ تعالیٰ بدیع ہے کہ وہ سابقہ نمونہ کے بغیر نئے سرے سے پیدا کرنے والا ہے۔“

(۸) نووی شرح مسلم کا حوالہ

کل شیء عمل علی غیر مثال سابق (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۵)
 ”ہر وہ چیز جو کسی سابق نمونہ کے بغیر کی جائے۔“

(۹) صراح کا حوالہ

علامہ ابو الفضل محمد بن عمر الجمال القرشی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”بدعت نو بیروں آوردن رسمے در دین بعد اكمال دین۔“ (صراح ج ۲ ص ۳۰۱)
 ”بدعت تکمیل دین کے بعد دین میں نئی رسم کے شامل ہونے کا نام ہے۔“

(۱۰) مصباح اللغات کا حوالہ

لغت کی معروف کتاب مصباح اللغات میں لکھا ہے:

”البدعة: بغیر نمونہ کے بنائی ہوئی چیز۔ دین میں نئی رسم وہ عقیدہ یا عمل جس کی کوئی اصل

قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں نہ ملے۔“ (مصباح اللغات ص ۲۷)

(۱۱) فیروز اللغات کا حوالہ

لغت کی کتاب فیروز اللغات میں لکھا ہے:

”بدعت: دین میں کوئی نئی بات یا نئی رسم نکالنا، نیا دستور یا رسم و رواج۔ ۲۔ سختی، ظلم۔ ۳۔ جھگڑا، فساد، شرارت۔“ (فیروز اللغات ص ۱۹۴)

(۱۲) المنجد کا حوالہ

مشہور عربی اردو لغت المنجد میں لکھا ہے ”البدعة۔ وہ چیز جو بغیر کسی سابق مثال کے بنائی جائے۔ مذہب میں نئی رسم۔“ (المنجد ص ۷۶)

بدعت کی شرعی تعریف

(۱) تاج العروس کا حوالہ

علامہ مرتضیٰ الزبیدی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”کل محدثة بدعة انما يريد ما خالف اصول الشريعة ولم يوافق السنة.“

(تاج العروس ج ۵ ص ۲۷۱)

”حدیث کل محدثہ بدعة (ہر نیا چیز بدعت ہے) کا معنی یہ ہے کہ جو چیز اصول شریعت کے خلاف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو۔“

(۲) علامہ ابوالفتح غرناطی رحمۃ اللہ علیہ سے

علامہ ابوالفتح غرناطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”طريقة في الدين مخترعة تضاهي الشريعة يقصد بالسلوك عليها

المبالغة في التعبد لله سبحانه.“ (الاختصاص ج ۱ ص ۳۰)

وہ دین میں ایسا من گھڑت طریقہ ہے جو شریعت کے مشابہ ہے اور جس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ کا ارادہ کیا جاتا ہے۔“

(۳) تفسیر ابن کثیر کا حوالہ

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تحت لکھتے ہیں:

”فرمایا وہ آسمان وزمین کو بغیر کسی سابقہ نمونہ کے پہلی ہی بار کی پیدائش میں پیدا کرنے والا ہے۔ لغت میں بدعت کے معنی نو پیدا کرنے نیا بنانے کے ہیں، حدیث میں ہے ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے یہ تو شرعی بدعت ہے۔ کبھی بدعت کا اطلاق صرف لغت ہوتا ہے شرعاً مراد نہیں ہوتی جیسے حضرت عمرؓ نے لوگوں کو نماز تراویح پر جمع کیا اور پھر اسے اسی طرح جاری دیکھ کر فرمایا تھا: اچھی بدعت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر مترجم ج ۱ ص ۱۹۳)

مزید فرماتے ہیں:

”اسی طرح کسی نئی بات کے پیدا کرنے والے کو عرب مبتدع کہتے ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۴)

(۴) فتح الباری کا حوالہ

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”والبدعة اصلها ما احدث على غير مثال سابق و تطلق في الشرع في مقابل السنة فتكون مذمومة.“ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۹)

”بدعت اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سابق مثال اور نمود کے ایجاد کی گئی ہو۔ بدعت کا اطلاق شریعت میں سنت کے مقابلہ میں ہوتا ہے لہذا وہ قابل مذمت ہوگی۔“

(۵) جامع العلوم والحکم کا حوالہ:

علامہ حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”والمراد بالبدعة ما أحدث مما لا اصل له في الشريعة يدل عليه واما ما كان له اصل من الشرع يدل عليه فليس ببدعة شرعا وان كان بدعة لغة.“ (ص ۱۹۳)

”بدعت سے مراد وہ چیز ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو جو اس پر دلالت کرے اور بہر حال وہ چیز جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو جو کہ اس پر دلالت کرے تو وہ شرعاً بدعت نہیں ہے۔ اگرچہ لغتاً بدعت ہوگی۔“

(۶) الجمنہ کا حوالہ

ان ہی الفاظ سے بدعت کی تعریف علامہ معین بن صفی نے شرح الربیعین نووی رحمۃ اللہ علیہ میں کی ہے۔ (الجمنہ ص ۱۵۹)

(۷) عمدۃ القاری کا حوالہ

علامہ حافظ بدرالدین عینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”والبدعة في الاصل احداث ام لم يكن في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم.“ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۵۶)

”اصل میں بدعت ایسی نئی ایجاد کردہ چیز کو کہتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی۔“

(۸) نبراس کا حوالہ:

علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”هو كل ما حدث في الدين بعد زمن الصحابة بلا حجة شرعية.“ (نبرس ص ۲۱)

”بدعت ہر وہ چیز ہے جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ کے بعد بلا حجت شرعیہ دین میں نکالی جائے۔“

خلاصہ کلام:

بدعت کی لغوی اور شرعی تعریف سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی جو قول اور فعل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو تو اس کا کرنا بدعت ہے۔

دنیوی امور میں کوئی نیا طریقہ اختیار کرنا بدعت نہیں

بعض حضرات دینی بدعات کے جواز کیلئے یہ حیلہ پیش کرتے ہیں کہ دنیوی امور میں بھی تو بہت سے کام ایسے ہیں جو کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہ کئے تو یہ بھی بدعت ہوئے تو ہم جواب میں عرض کرتے ہیں کہ یہ شرعی بدعت کے حکم میں داخل نہیں، کیونکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انتہم اعلم بامور دنیا کم (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۲) کہ تم اپنے دنیا کے معاملے کو زیادہ جانتے ہو۔ لہذا دنیوی امور کو دینی معاملات پر فٹ نہیں کر سکتے ہیں۔ علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”فلو كانت طريقة مخترعة في الدنيا على الخصوص لم تسم بدعة كاحداث الصنائع.“ (الاعتصام ص ۳۱)

”کہ اگر دنیوی امور میں کوئی طریقہ اختیار کیا جائے تو اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔“

لہذا دین کے معاملہ میں نئی ایجاد کردہ چیز بدعت اور مردور ہوگی جبکہ دنیوی معاملات میں نئی ایجاد کردہ چیز محمود ہوگی کیونکہ دین مقصد ہے اور دنیا ضرورت ہے، مقصد مکمل ہو گیا جبکہ ضروریات وقت کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں۔

مروجہ دعا کے بدعت ہونے کی وجہ

مذکورہ تمام تفصیل سے یہ بات معلوم ہو چکی کہ جس کام کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے نہ کیا ہو اور خیر القرون میں اس پر اس ہیئت کے ساتھ عمل نہ رہا ہو تو وہ بدعت اور گمراہی ہوگا اور ظاہر بات ہے کہ نماز جنازہ کے بعد فوراً جنازہ گاہ میں میت کو سامنے رکھ کر مروجہ اعمال اور دعاء کا اجتماعی اہتمام نہ تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے اور نہ خیر القرون میں اس پر عمل رہا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز جنازہ پڑھ کر جنازہ گاہ سے چلے جاتے تھے اور نماز جنازہ کے فوراً بعد مکمل طور پر صفیں ٹوٹنے سے پہلے ہی میت کی چارپائی اٹھالی جاتی تھی جیسا کہ امام اوزاعی کے حوالہ سے بھی نقل کیا جا چکا تو اس مروجہ طریقہ اور دعا کے بدعت ہونے میں کیا شک ہے؟

سنت کی اہمیت اور بدعت کی مذمت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں

حدیث نمبر ۱:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الہدی ہدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثا تھا وکل بدعة ضلالة۔“ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف ص ۲۷)

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لیکن حمد و صلوٰۃ کے بعد! سب سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، سب سے بہترین راستہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے، سب سے بدترین چیز وہ ہے جس کو دین میں ایجاد کیا گیا ہو اور ہر بدعت (نئی چیز) گمراہی ہے۔“

حدیث نمبر ۲:

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
 احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهو رد. “ (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ص ۲۷)
 ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ہمارے اس دین اسلام میں کوئی نئی چیز نکالی جو اس دین میں سے نہیں ہے
 تو وہ مردود ہے۔“

حدیث نمبر ۳:

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً
 فرخص فیہ فتنزه عنه قوم فبلغ ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخطب
 فحمد اللہ ثم قال : ما بال اقوام ينتزهون عن الشیئی اصنعه فواللہ انی لا اعلمهم باللہ
 واشدهم له خشية. “ (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ص ۲۷)
 ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ایک کام کیا اور اس کی رخصت دی لیکن کچھ افراد نے اس سے پرہیز کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو
 یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا: لوگوں کا کیا حال
 ہے؟ کہ وہ اس کام سے پرہیز کرتے ہیں جسے میں کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں اللہ کی مرضی اور نہ مرضی کو
 ان سے زیادہ جانتا ہوں اور ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔“

حدیث نمبر ۴:

عنه قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل علينا
 بوجهه فو عظنا موعظة بلیغة زرت منها العیون ووجلت منها القلوب فقال رجل یا
 رسول اللہ! کان هذه موعظة مودع فاوصینا فقال او صیکم بتقوی اللہ والسمع
 والطاعة وان کان عبداً حبشیاً فانه من یعش منکم من بعدی فسیری اختلافاً کثیراً،

فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنوا
جز واياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة۔“

(رواہ ابو داؤد و الترمذی وابن ماجہ الانہم لم یذکر الصلوۃ ، مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)
”حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک دن نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے اور ہمیں نہایت مؤثر انداز
میں نصیحت فرمائی جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دلوں میں خوف پیدا ہو گیا، ایک
شخص نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! گویا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الوداعی نصیحت ہے لہذا
ہمیں وصیت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے
ڈرتے رہو اور تم کو مسلمان امیر کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں اور اسکی باتوں کو سن کر بجالانے کی وصیت کرتا
ہوں اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف
دیکھے گا۔ ایسے وقت تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم
پکڑو اور اس پر قائم رہو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو اور تم دین میں نئی باتیں پیدا کرنے
سے بچو۔ اس لئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

حدیث نمبر ۵:

عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنهما قال : رسول الله صلى الله عليه وسلم
لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبع لما جئت به . (رواه فى شرح السنة وقال
النووى فى اربعينه هذا حديث صحيح روينا ه فى كتاب الحجة باسناد صحيح ،
مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

”حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنی خواہشات کو

میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ کرے۔“

حدیث نمبر ۶:

عن بلال بن الحارث المزني رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من احيا سنة من سنتي قداميت بعدى فان له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شيئاً ومن ابتدع بدعة ضلالة لا يرضاها الله ورسوله كان عليه من الاثم مثل آثام من عمل بها لا ينقص ذالك من اوزرهم شيئاً.

(رواه الترمذی ورواه ابن ماجہ عن کثیر بن عبد اللہ بن عمرو وابیع بن جده مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

”حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد متروک ہو چکی تھی تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا بغیر اس کے کہ سنت پر عمل کرنے والوں کے ثواب میں کمی آئے اور جس شخص نے گمراہی کی کوئی نئی بات ایجاد کی جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوش نہیں ہوتا تو اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا کہ اس بدعت پر عمل کرنے والوں کو گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کمی کی جائے۔“

حدیث نمبر ۷:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد . (رواہ البیہقی فی کتاب الزہد، مشکوٰۃ ص ۳۰)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔“

حدیث نمبر ۸:

عن مالک بن انس مرسلًا قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة رسوله.

(رواہ فی المؤطاء، مشکوٰۃ شریف ص ۳۱)

”امام مالک بن انس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم جب تک ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔“

حدیث نمبر ۹:

عن ابی قلابہ قال قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ علیکم بالعلم قبل أن یقبض و قبضہ ان یدھب باصحابہ علیکم بالعلم فان احدکم لا یدری متی یفتقر الیہ او یفتقر الی ما عنده انکم ستجدون اقواماً یزعمون انھم یدعونکم الی کتاب اللہ وقد نبذوہ وراء ظہورھم فعلیکم العلم وایاکم والتبدع، وایاکم والتقطع وایاکم والتعمق علیکم بالعقیق.

(سنن دارمی ج ۱ ص ۶۶)

”حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: علم کو قبض ہونے سے پہلے لازم پکڑو اور اس کے قبض ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ اہل علم چلے جائیں گے۔ علم کو لازم پکڑو یقیناً تم میں سے کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کو علم کی کب ضرورت پڑے گی۔ اور دوسرے لوگوں کو اس علم کی کب ضرورت پڑے گی۔ عنقریب تم ایسی قوموں کو پاؤ گے جو یہ گمان رکھتے ہوں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلا رہے ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال چکے ہوں گے، تم علم کو لازم پکڑو اور اپنے آپ کو نئے عقائد و اعمال ایجاد کرنے سے بچاؤ اور اپنے آپ کو دین میں غلو سے بچاؤ اور اپنے آپ کو خواہ مخواہ کی گہرائیوں اور باریکیوں سے بچاؤ اور پرانے

راستے کو لازم پکڑو۔“

حدیث نمبر ۱۰:

عن شقیق قال : قال عبد الله كيف انتم اذا لبستم فتنه يهوم فيها الكبير و ير
بوافيها الصغير و يتخذها الناس سنة فاذا غيرت قالو اغيرت السنة قالوا متي ذالك
يا ابا عبد الرحمن؟ قال اذا كثرت قراء كم و قلت فقهاء كم و كثرت أموالكم و قلت أ
مناؤكم و التمسست الدنيا بعمل الآخرة .“

(سنن دارمی ج ۱ ص ۵۷ شعب الایمان رقم حدیث: ۶۹۶۱)

”حضرت شقیق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: اس وقت
تمہارا کیا حال ہوگا کہ جب تم ایسے فتنہ میں گھر جاؤ گے کہ اسی فتنہ کی حالت میں بڑی عمر والے بڑھاپے کو
پہنچ جائیں گے اور چھوٹے بچے پرورش پا کر جوان ہو جائیں گے تو لوگ اس فتنہ پر اس طرح عمل پیرا
ہوں گے کہ اس کو سنت بنالیں گے۔ اس میں کوئی تبدیلی آئے گی تو کہیں گے کہ سنت تبدیل ہوگئی ہے۔
لوگوں نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! ایسا کب ہوگا؟ فرمایا یہ حالت اس وقت ہوگی جب تم میں قرآن پڑھنے
والوں کی کثرت اور سمجھنے والوں کی قلت ہوگی اور جب تم میں مالوں کی کثرت اور امانت داروں کی قلت
ہوگی اور آخرت طلب کرنے والے عمل کے ذریعہ دنیا طلب کی جائے گی۔“

حدیث نمبر ۱۱:

عن ثوبان رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال : انما اخاف
على امتی الائمة المضلین .“ (سنن دارمی ج ۱ ص ۸۱)
”حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی
امت پر گمراہ کرنے والے مقتداؤں کا خطرہ ہے۔“

حدیث نمبر ۱۲:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جاءہ رجل فقال ان فلاناً یقرأ علیک السلام قال: بلغنی انه احدث فان کان احدث فلا تقرأ علیہ السلام۔“

(سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۰)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں آدمی آپ کو سلام دیتا ہے۔ انہوں نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اس نے دین میں نئے نظریات ایجاد کئے ہیں، اگر یہ بات درست ہے تو میرا سلام اس کو مت پہنچانا۔“

حدیث نمبر ۱۳:

عن اسماء بن عبید دخل رجلا ن من اصحاب الاءواء علی ابن سیرین فقالا: یا ابا بکر! نحدثک بحدیث؟ قال لا. قال: فنقرأ علیک آية من کتاب اللہ قال: لا. لتقومان عنی اولا قومن قال فخرجا فقال بعض القوم یا ابا بکر وکان علیک ان یقرأ علیک آية من کتاب اللہ تعالیٰ؟ قال انی خشیت ان یقرأ علی فیحرفا نہا فیقر ذالک فی قلبی۔“ (سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۱)

”حضرت اسماء بن عبید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ دو خواہش پرست بدعتی حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے ابا بکر! ہم آپ کو حدیث سنائیں؟ فرمایا نہیں۔ کیا قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھیں؟ فرمایا نہیں۔ (پھر فرمایا) یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ یا پھر میں اٹھ کھڑا ہوں گا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ دونوں اٹھ کر چلے گئے تو قوم کے بعض ساتھیوں نے کہا کہ ان کے قرآن پڑھنے میں کیا حرج تھا؟ فرمایا: مجھے خوف تھا کہ اگر وہ قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھتے اور اس کے معنی کی تحریف کرتے اور یہ غلط معنی میرے دل میں بیٹھ جاتا۔“

حدیث نمبر ۱۴:

عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انی فرطکم علی الحوض من مر علی شرب ومن شرب لم یظماً ابداً لیردن علی
افوام اعرفہم ویعرفوننی ثم یحال بینہم فاقول انہم منی فیقال انک لا تدری
ما احدثوا بعدک فاقول سحفا سحفا لمن غیر بعدی . (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۲۸۸)

”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا یقیناً میں حوض کوثر پر تمہارا منتظر ہوں گا جو میرے پاس سے گزرے گا اس سے پئے گا اور جو
شخص پئے گا وہ ہمیشہ پیاسا نہ ہوگا، وہاں کچھ لوگ میرے پاس سے گزریں گے، میں بذریعہ علامات ان
کو پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی تو میں
کہوں گا یہ میرے ہیں تو مجھے کہا جائے گا آپ کو معلوم نہیں انہوں نے آپ کے بعد کیا بدعتیں ایجاد کیں تو
میں کہوں گا ہلاکت در ہلاکت اس شخص کے لئے جس نے میرے دین کو تبدیل کیا۔“

حدیث نمبر ۱۵:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ قرء هذه الآية قال تبييض وجوه اهل
السنة وتسود وجوه اهل البدعة. “ (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۱۶، تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۶۳)
”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کی آیت یَوْمَ
تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ . (قیامت کے دن بہت سے چہرے سفید اور بہت سے چہرے سیاہ
ہوں گے) تلاوت کی اور فرمایا: اہل السنۃ کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے منہ کالے ہوں گے۔“

حدیث نمبر ۱۶:

عن ابن سيرين رحمة الله عليه قال لم يکونوا یسئلون عن الاسناد فلما

وقعت الفتنة قالوا سموالنا رجالكم فينظر الى اهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر الى اهل البدع فلا يؤخذ حديثهم .“ (مسلم ج ۱ ص ۱۱)

”علامہ ابن سیرین سے روایت ہے فرماتے ہیں: پہلے زمانہ کے حضرات سندِ حدیث کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے۔ تو جب فتنے رونما ہوئے تو لوگ کہتے تھے کہ اپنے راویوں کا نام لو تا کہ دیکھا جائے اگر وہ اہل السنّت ہیں تو انکی حدیث کو لیا جائے اگر وہ اہل بدعت ہیں تو ان کی حدیث کو نہ لیا جائے۔“

حدیث نمبر ۱۷:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر میں بھی لعنت بھیجتا ہوں اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت نازل کرے۔ ان چھ میں سے ایک وہ شخص ہے۔ ”والتارك لسنتي“ جو میری سنت کو چھوڑے۔

(متدرک حاکم ج ۱ ص ۳۶)

حدیث نمبر ۱۸:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاص موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ میرا نہیں (فمن رغب عن سنتي فليس مني) (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۵۷)

حدیث نمبر ۱۹:

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”انا كنا اذلّ قوم فاعزنا الله بالاسلام فمهما نطلب العز بغير ما اعزنا الله به اذلنا الله.“ (متدرک ج ۱ ص ۶۲، ج ۳ ص ۸۲)

”ہم ایک ذلیل و خوار قوم تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین اسلام کی وجہ سے عزت دی۔ جب بھی ہم کسی ایسے طریقے سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت نہیں دی تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گا۔“

حدیث نمبر ۲۰:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”اتبعوا ولا تبدعوا فقد کفیتم۔“ (سنن دارمی ج ۱ ص ۶۱، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸)

”اتباع سنت اختیار کرو اور بدعت اختیار نہ کرو تم کفایت کیے گئے ہو۔“

حدیث نمبر ۲۱:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”الاقتصاد فی السنة خیر من الاجتهاد فی البدعة۔“

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۱ ص ۵۵، کتاب السنۃ للمروزی ص ۸۸، ص ۸۹، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۰۳)

”سنت میں میانہ روی اختیار کرنا اپنے آپ کو بدعت میں گھپانے سے بہتر ہے۔“

حدیث نمبر ۲۲:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

”ما یأتی علی الناس عام الاحدثوا فیہ بدعة واما توا سنة حتی تحي البدع وتموت السنن۔“

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۱ ص ۹۲)

”لوگوں پر کوئی ایسا سال نہیں گذرتا کہ جس میں وہ بدعت ایجاد نہ کرتے ہوں اور سنتیں ختم نہ کرتے ہوں۔ یہاں تک کہ بدعات زندہ ہوں گی اور سنتیں ختم ہو جائیں گی۔“

حدیث نمبر ۲۳:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ان الله حجب التوبة عن كل صاحب بدعة.“

(طبرانی اوسط ج ۵ ص ۱۱۳ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۲)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعت والے آدمی سے توبہ روک دی ہے۔“

حدیث نمبر ۲۴: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”البدعة احب الى ابليس من المعصية. المعصية يتاب منها والبدعة لا

يتاب منها.“ (شرح السنن ج ۱ ص ۲۱۶)

”شیطان کو بدعت نافرمانی سے زیادہ محبوب ہے، اس لئے کہ نافرمانی سے توبہ کر لی جاتی ہے

جبکہ بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔“

نمبر ۲۵: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”لن يصلح آخر هذه الامة الا بما صلح به او لها فما لم يكن يومئذ ديننا لا

يكون اليوم ديناً.“ (الشفاء للقاضي عياض ج ۲ ص ۸۸)

”اس امت کے آخر والے لوگوں کی ہرگز اصلاح نہ ہو سکے گی مگر صرف اس چیز سے کہ جس

سے اس امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی چنانچہ جو چیز اس وقت دین نہ تھی۔ وہ آج بھی دین نہ ہوگی۔“

نمبر ۲۶: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

مشہور حنفی محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”قال الله تعالى الْيَوْمَ اكملت لكم دينكم الآية فلا نحتاج في تكميله الى

امر خارج عن الكتاب والسنة.“ (شرح فقہ اکبر ص ۱۰)

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے (الآیہ)

سو ہمیں دین کی تکمیل میں کسی ایسے کام کی ضرورت نہیں ہے جو کتاب و سنت سے خارج ہو۔“

نمبر ۲۷: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”اقول انتظام الدين يتوقف على اتباع سنن النبي“ (حجة الله البالغة ج ۱ ص ۷۰)

”میں کہتا ہوں کہ دین کا انتظام اس بات پر موقوف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا

اتباع کیا جائے۔“

نمبر ۲۸: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت فرماتے ہیں:

”روشن سنت کے نور پر بدعات کی تاریکیاں چھا گئی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت

کی رونق کو نئے نئے امور کی کدورت نے ضائع کر دیا ہے۔ حیرت تو ان لوگوں پر ہے جو ان بدعات کو اچھے

امور تصور کرتے ہیں اور ان کو نیکیاں یقین کرتے ہیں اور دین کی تکمیل اور ملت کی تنمیم ان بدعات سے

تلاش کرتے ہیں اور ان امور کی ادائیگی کی ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صراطِ مستقیم پر چلائے مگر وہ یہ

نہیں جانتے کہ دین ان محدثات سے پہلے ہی کامل ہو چکا ہے اور نعمت تمام ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا

جوئی اسی سے وابستہ ہو چکی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے

تمہارا دین مکمل کر دیا ہے (الآیہ) سو دین کا کمال ان بدعات سے تلاش کرنا درحقیقت اس آیت کریمہ کے

مضمون سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ (مکتوبات حصہ چہارم ص ۹۴ مکتوب نمبر ۲۶۰)

احادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے ارشادات سے یہ بات صاف اور نکھر کر سامنے آگئی کہ کرامت کو جس چیز کے اختیار کرنے کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ سنت ہے اور جس چیز سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے وہ بدعت ہے۔ اس قدر صاف اور واضح ارشادات کی موجودگی میں بھی کوئی سنت کو چھوڑ کر بدعت کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

منع کی دلیل دکھاؤ کا جواب: جس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے باوجود کر سکنے کے چھوڑا ہے اس کا ترک (چھوڑنا) سنت ہے:

بدعات کے رواج کے لئے عام طور پر یہ عنوان اختیار کیا جاتا ہے کہ یہ کام جائز اس لئے ہے کہ شریعت نے اس کے کرنے سے منع بھی تو نہیں کیا، لہذا اس کام کے جواز کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس سے منع نہیں کیا گیا، حالانکہ سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی ہے کہ جس کام کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کیا ہے اسکو کرنا سنت ہے اور جس کام کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے باوجود کر سکنے کے چھوڑا ہے اسکو چھوڑنا سنت ہوگا کیونکہ یہ مقدس حضرات دوسروں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ثواب حاصل کرنے کے حریص تھے، جب باوجود کر سکنے کے ان حضرات نے نہیں کیا تو اس کا کرنا ممنوع ہوگا۔ اسلاف سے وضاحت ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں بہت سے کاموں کی اجازت اس لئے نہیں دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے نہیں کئے۔

پہلی دلیل:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما دعائیں سبج سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وانظر السجع من الدعاء فاجتنبه فانی عہدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ لا يفعلون الا ذالک۔“ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۸ باب ما یکرہ من السجج من الدعاء)

”دعا میں سب سے بچو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دعا میں سب سے نہیں کرتے تھے۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس فرمان کو دلیل بنا کر دعاء میں سب سے بچو کو کمرہ فرماتے ہیں۔

دوسری دلیل:

حضرت عمارہ بن ردیہ رضی اللہ عنہ نے بشر بن مروان کو منبر پر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو سخت لہجہ میں ارشاد فرمایا:

”قبح اللہ ہاتین الیدين لقد رأت رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يزيد على ان يقول هكذا بيده وأشار باصبعه المسجحة.“ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۸۷)

”اللہ تعالیٰ ان دونوں چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کا ناس کرے میں نے تو جناب نبی کریم ﷺ کو اشارہ کی انگلی سے زیادہ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔“

تیسری دلیل:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

كل عبادة لم يتعبد بها اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تعبدوها.

(الاعتصام ج ۱ ص ۱۱۳)

”ہر وہ عبادت جس کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کیا سو تم بھی اس کو مت کرو۔“

چوتھی دلیل:

عن ابی وائل قال جلست الى شية في هذا المسجد قال جلس الى عمر في مجلسك هذا فقال هممت الادع فيها صفراء ولا بيضاء الا قسمتها بين

المسلمين قلت ما انت بفاعل قال لم قلت لم يفعله صاحبك قال هما المران يقتدى بهما .“

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۰ باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ناشر قدیمی کتب خانہ کراچی)
حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں شیبہ کے ساتھ اس مسجد حرام میں بیٹھا۔ وہ فرمانے لگے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تیری جگہ بیٹھا ہوا تھا تو وہ کہنے لگے میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمام سونا چاندی مسلمانوں میں تقسیم کر ڈالوں، میں نے کہا آپ یہ کام نہ کریں کہنے لگے کیوں؟ میں نے کہا یہ کام آپ کے ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نہیں کیا تو کہنے لگے اقتداء ان دونوں کی ہی ہونی چاہیے۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر باب قائم کرتے ہوئے لکھا ہے:

”باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .“

کہ یہ باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اقتداء کے بیان میں ہے۔“
یہاں صاف معلوم ہو رہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سونا چاندی تقسیم نہ کرنے کے عمل کو سنت فرما رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت شیبہ کو یہ دلیل نہیں دی کہ ان دونوں مقدس شخصیات نے منع بھی تو نہیں فرمایا؟

پانچویں دلیل

عن ابی اسحق قال : سئل علقمہ بن قیس عن الصلاة قبل خروج الامام يوم العيد فقال : كان اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم لا يصلون قبلها قال السائل : رأيت قد صليت قال : قد أخبرتك عن فعل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وانت اعلم .“ (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۷۳)

”حضرت ابو اسحق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے

عید کے دن امام کے نکلنے سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عید کی نماز سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ سائل نے کہا: اگر میں پڑھ لوں تو آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل بتا دیا آگے آپ خوب جانتے ہیں۔

چھٹی دلیل

عن ابی رباح عن ابن المسیب انه رأى رجلا يكرر الركوع بعد طلوع الفجر فنهاه فقال : يا أبا محمد! أيعذبني الله على الصلاة؟ قال : لا . ولكن يعذبك على خلاف السنة. “ (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۲)

”حضرت ابورباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، وہ حضرت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو طلوع فجر کے بعد نوافل پڑھتے دیکھا تو اسے منع کر دیا تو وہ کہنے لگا: اے ابو محمد کیا اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے پر مجھے عذاب دے گا تو انہوں نے فرمایا: نماز پر نہیں بلکہ سنت کی مخالفت پر عذاب دے گا۔“

ساتویں دلیل

قال ابو عبد الله و بين النبي صلى الله عليه وسلم ان فرض الوضوء مرة مرة وتوضأ ايضاً مرتين مرتين وثلاثاً ثلاثاً ولم يزد على ثلث وكره اهل العلم الاسراف فيه وان يجاوزوا فعل النبي صلى الله عليه وسلم. “ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵)

”ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض وضو ایک ایک بار دھونا بیان کیا اور دو، دو بار اور تین تین بار آپ ﷺ نے وضو کے اعضاء کو دھویا، تین مرتبہ سے زیادہ آپ ﷺ نے وضو کے اعضاء کو نہیں دھویا اور اہل علم نے فعل نبی ﷺ سے تجاوز کر کے اسراف کرنے کو مکروہ سمجھا ہے۔“

آٹھویں دلیل:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”والمستابعة كما تكون في الفعل يكون في الترك ايضاً فمن واطب على فعل لم يفعل الشارح فهو مبتدع.“ (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۱)

”جس طرح پیروی کسی کام کے کرنے میں ہوتی ہے اسی طرح چھوڑنے میں بھی ہوتی ہے لہذا جس نے کسی ایسے کام میں ہیشگی کی جو شارع علیہ السلام نے نہیں کیا تو وہ بدعتی ہے۔“

نویں دلیل

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اتباع همچنان کہ در فعل واجب است در ترک نیز می باید پس آنکہ مواظبت نماید بر فعل آنچه شارع نکرده باشد مبتدع بود کذا قال المحدثون.“

(اشعة اللمعات ج ۱ ص ۳۶ طبع مکتبہ نورانی پشاور)

”جس طرح پیروی فعل میں واجب ہے اسی طرح چھوڑنے میں بھی واجب ہوگی۔ لہذا جس نے کسی ایسے کام پر مواظبت کی جو شارع علیہ السلام نے نہیں کیا تو وہ بدعتی ہوگا۔ محدثین کرام نے اسی طرح فرمایا ہے۔“

دسویں دلیل

علامہ قطب الدین خنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وایسے ہی جو حضرت ﷺ نے کبھی نہ کیا ہو اس فعل کے نہ کرنے میں بھی اتباع لازم ہے۔“

(مظاہر حق ص ۲۱۹ طبع نول کشور)

گیارہویں دلیل:

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

”قراءة الكافرون الى الاخر مع الجمع مكروهة لانه بدعة لم ينقل ذالك عن الصحابة والتابعين.“ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۴)

”سورة کافرون سے آخر تک بالجمع پڑھنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ وہ بدعت ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول نہیں۔“

بارہویں دلیل

فقہاء نے ایک سلام کے ساتھ رات کے وقت نفل آٹھ رکعات سے زیادہ اور دن کے وقت چار رکعت سے زیادہ کو مکروہ لکھا ہے۔ چنانچہ علامہ سدید الدین کا شعری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

”و الزيادة على ثمان ركعات ليلاً وعلى اربع ركعات نهراً مكروه بالاجماع.“ (منية المصلي ص ۱۰۲)

”آٹھ رکعات سے زیادہ رات کے وقت اور چار رکعات سے زیادہ دن کے وقت ایک سلام کے ساتھ نفل پڑھنا مکروہ ہے اس کے مکروہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ علاء الدین بن مسعود الکاسانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”يكره لان الزيادة على هذا لم ترو عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم.“ (البدائع والصنائع ج ۱ ص ۲۹۵)

”یہ اس لئے مکروہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے زیادہ مروی نہیں۔“

شیخ الاسلام علامہ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر القرطبی المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

”ودليل الكراهة انه عليه السلام لم يزد على ذالك ولو لا الكراهة لزداد

تعلیماً للجواز۔“ (الھدیۃ ج ۱ ص ۱۴۷ باب النوافل ناشر مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)
 ”مکروہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ سے اس سے زیادہ منقول نہیں۔ اگر کراہت نہ
 ہوتی تو آپ جواز کی تعلیم کے لئے زیادہ پڑھتے۔“

تیرھویں دلیل:

علامہ ابراہیم حلبی حنفی رحمۃ اللہ علیہ رجب میں پڑھی جانے والی صلوٰۃ رغائب کے بدعت اور
 مکروہ ہونے کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں:

ان الصحابة والتابعين ومن بعدهم من الائمة المجتهدین لم ينقل عنهم .

(کبیری ص ۴۳۳)

”کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اور بعد کے ائمہ
 مجتہدین سے یہ منقول نہیں ہے۔“

چودھویں دلیل

فتح القدیر میں لکھا ہے:

”شرعی دلائل کا نہ ہونا حکم شرعی کی نفی کے لئے کافی ہے۔“

پندرھویں دلیل

ردالمحتار میں ہے: ”آپ ﷺ کا عدم فعل کراہت پر دلالت کرتا ہے۔“

مزید فرمایا:

”جس چیز کی مشروعیت کی دلیل نہ ملے تو اس کا کرنا حلال نہیں بلکہ مکروہ ہے۔“

(ردالمحتار ج ۱ ص ۵۵۸)

سولھویں دلیل

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”آپ ﷺ کا کسی کام کو نہ کرنا یعنی چھوڑنا ہمارے حق میں سنت ہے۔“

(شرح قسطلانی ج ۷ ص ۳۳۵)

سترھویں دلیل

المواہب اللدنیہ میں لکھا ہے:

”آپ ﷺ کی فرمانبرداری آپ ﷺ کے تمام اقوال و افعال میں کرنے اور چھوڑنے

میں ثابت ہوئی۔ ہاں اگر دلیل کسی چیز کو آپ ﷺ کے لئے خاص کرتی ہو تو بموجب منطوق آیات

آپ ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کو آپ کے لئے ہی خاص کیا جائے گا۔“

(المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۷۸)

اٹھارھویں دلیل

علامہ ابن حجر امشی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”اسی طرح تقاضے کے باوجود جو آپ ﷺ چھوڑ دیں تو آپ ﷺ کا اسکو چھوڑنا سنت

ہے۔“ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۰۶)

انیسویں دلیل

شیخ محمد بن اسماعیل انصاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

”جس کام کو آپ ﷺ نہ کریں اس کا نہ کرنا سنت ہے۔“ (القول الفصل ص ۶)

بیسویں دلیل

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”جو قول و فعل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہو اسے اہل سنت والجماعت بدعت کہتے ہیں کیونکہ اگر وہ بھلائی کا کام ہوتا تو وہ ہم سے پہلے ضرور کر گزرتے کیونکہ وہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھلائی کی کسی بھی خصلت کی طرف پیش قدمی کئے بغیر نہیں رہے۔“ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۵۶)

اکیسویں دلیل

مدخل میں مختلف بدعات کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:
”یہ اسلاف نے نہیں کیا“ (مدخل ج ۲ ص ۱۱۷)

بائیسویں دلیل

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
”ترک کے ثبوت کی دوسری قسم یہ ہے کہ اگر وہ آپ ﷺ نے کیا ہوتا تو یقیناً نقل کیا جاتا، جب کسی نے نقل نہیں کیا اور نہ ہی کسی مجمع میں بیان کیا گیا تو معلوم ہو گیا کہ وہ کام آپ ﷺ نے نہیں کیا۔“ (اعلام الموقعین ص ۳۰۴ ج ۱)

تیسویں دلیل

مجالس الابرار میں لکھا ہے:
”ایسے ہی جس کام کو آپ ﷺ نے چھوڑا ہے باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کر سکتے تھے اس کا چھوڑنا سنت ہے جیسا کہ جمعہ میں اذان کہنا سنت ہے اور عیدین اذان چھوڑنا سنت ہے۔“
(مجالس الابرار ص ۱۳۵)

چوبیسویں دلیل: احمد رضا خان صاحب سے

احمد رضا خان صاحب بھی باوجود کر سکنے کے چھوڑنے کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔
چنانچہ نماز جنازہ کے تکرار کے ناجائز ہونے پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جب مانع مفقود اور مقتضی اس درجہ قوت سے موجود تو اگر نماز جنازہ کی تکرار شرع میں جائز ہوتی تو صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک تمام جہان تمام طبقات کے تمام علماء اور اولیاء و صلحاء اور عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کا اس کے ترک پر اجماع کیا معنی؟ جن میں لاکھوں بندے خدا کے وہ گزرے اور اب بھی ہیں جنہیں دن رات یہی فکر رہتی ہے کہ جہاں تک مل سکیں وہ طریقے بجالائیں کہ مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں تقرب پائیں، لاجرم تیرہ سو برس کا یہ اجماع کلی دلیل ظاہر ہے کہ تکرار نماز جنازہ جائز نہیں، اس لئے مجبوراً سب باقیماندہ کو اس فضلِ عظیم سے محروم ہونا پڑا۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۷۲)

کچھ صفحات کے بعد لکھتے ہیں:

”نماز جنازہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میت کی شفاعت ہے۔ کما قد مناعن الحدیث (جیسا کہ حدیث سے اس کو ہم پیش کر آئے۔ ت) اور اللہ عزوجل فرماتا ہے مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ کون ہے جو اللہ کے یہاں شفاعت کرے مگر اس کے اذن سے۔ اور اذن اللہ عزوجل کا قرآنِ عظیم سے ثابت ہو یا سید المرسلین ﷺ کے اذنِ قولی یا فعلی یا تقریری سے۔ اور صورت مذکورہ کا اذن کہیں ثابت نہیں ومن ادعی فعلیه البیان (جو دعویٰ کرے دلیل اس کے ذمہ۔ ت) لا جرم ان مجتہد صاحب نے بے ثبوت اذن الہی بارگاہِ عزت میں شفاعت پر جرأت و بیباکی کی اور اپنے ساتھ اور مسلمان کو بھی اس بلا میں ڈالا۔ اور من ذالذی یشفع سیئۃ یکن لہ کفل منها (جو کوئی بری سفارش کرے اسے بھی اس کا حصہ ملے۔ ت) سے حصہ لیا دیا۔ یہ ایسی دلیل ہے کہ اگر اسکی تہہ تک جائیں تو صراحۃً اثباتِ مذہب تک پہنچائے اور ہر مخالف کے قول کی تردید کر دے تو صریح کی تلاش تمہارے ذمہ ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۰۴، ۳۰۵)

مزید لکھتے ہیں:

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قصد کسی کام سے باز رہے تو اس میں ان کی پیروی ہوگی۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۴۴)

مذکورہ تمام دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس کام کو نبی اقدس ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین نے کیا ہوا اسکو کرنا سنت ہے اور جس کام کو ان مقدس حضرات نے باوجود کر سکنے کے نہیں کیا اس کا چھوڑنا سنت ہے کیونکہ ان مقدس ہستیوں کو دن رات یہی فکر رہتی تھی کہ جہاں تک ہو سکے نیک کاموں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودگی حاصل کریں، جب باوجود نیکی کی حرص کے ان مقدس حضرات نے نماز جنازہ کے فوراً بعد چار پائی رکھ کر اجتماع اور اہتمام سے دعاء اور قرآن کریم کی سورتیں پڑھنے کا اہتمام نہیں کیا تو یقیناً اس کام کا ان حضرات کی پیروی میں چھوڑنا سنت ہوگا۔ لہذا یہ کہنا کہ اس سے منع نہیں کیا یہی اس کے جواز کے لئے کافی ہے یا کہنا کہ تم ہمیں منع کی دلیل دو یہ مطالبہ ہی غلط ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ پہلے ثبوت اور حکم ہوتا ہے پھر منع ہوتا ہے، اجتماعی مروجہ دعاء کے قائل حضرات کے ذمہ اسی اہتمام و اجتماع کے ساتھ دعا کا ثبوت اور حکم ہے اور چونکہ ہم اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور دوسرے فریق کا دعویٰ بھی اہل السنۃ والجماعۃ ہونے کا ہے، اس لئے اس اجتماع اور اہتمام کے ساتھ دعا اور دوسرے اعمال کا سنت ہونا نقل کرنا انکی ذمہ داری ہے، جب وہ ان تمام اعمال کا اسی کیفیت کے ساتھ ثبوت اور حکم پیش کریں گے تو ہم منع کی دلیل اس کے بعد پیش کریں گے۔ خواص اجتماع اور اہتمام کے ساتھ مروجہ دعا اور اس سے پہلے اعمال کا ثبوت اس ہیئت کے ساتھ پیش نہ کرنا الٹا ہم سے منع کی دلیل طلب کرنا غلط ہے کیونکہ مروجہ دعا کو مانگنے کے آپ مدعی ہیں اور ہم منکر ہیں، اور دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے جیسا کہ احمد رضا خان صاحب کے صاحبزادے حامد رضا خاں صاحب نے لکھا ہے:

”جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اس کا بار ثبوت اسی کے ذمے ہوتا ہے آپ اپنے دعوے کا ثبوت نہ دے اور دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھرے وہ پاگل مجنون کہلاتا ہے یا مکار پرفنون۔“
(مجموعۃ الفتاویٰ المعروف بہ انوار شریعت ج ۱ حصہ دوم ص ۴۴، ناشر سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد)

معلوم ہوا کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے جو کسی کام کو جائز کہتا ہے دلیل بھی وہی پیش کرے گا مثلاً اگر کوئی شخص اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللَّهِ کو جائز سمجھتا ہے تو دلیل بھی اسی کے ذمہ ہوگی یا اگر کوئی شخص اذان کے اختتام پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ کہنے کو جائز سمجھتا ہے تو دلیل بھی اسی کے ذمہ ہوگی یا اگر کوئی شخص نماز جنازہ سے پہلے اذان اور اقامت کہنے کو جائز سمجھتا ہے تو دلیل بھی اسی کے ذمہ ہوگی۔ یا اگر کوئی نماز جنازہ میں رکوع و سجود کرنے اور اسمیں التحیات کو جائز کہتا ہے تو دلیل بھی اسکی ذمہ ہوگی۔ ان مسائل میں نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کے قائل حضرات بھی یہی کہیں گے دلیل اسی کے ذمہ ہے جو ان کاموں کو جائز کہتا ہے تو پھر نماز جنازہ کے مروجہ دعاء کو اس حکم سے کیوں خارج کیا جاتا ہے؟ اور ہم سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ تم منع دکھاؤ؟ مذکورہ مسائل میں دعاء کے قائل حضرات سے اگر کوئی ان کاموں کو جائز کہنے والا ہو منع کی دلیل مانگے تو کیا مروجہ دعاء کے قائل حضرات منع کی دلیل دینے کے پیچھے دوڑیں گے یا ان کاموں کو جائز کہنے والے سے ان کاموں کے جواز پر ثبوت مانگیں گے، ظاہر بات ان کاموں کے جائز کہنے والوں سے ثبوت مانگنا چاہیے تو پھر نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کا ثبوت اسی بیہت اور اہتمام سے پیش کرنے کی بجائے التاہم سے منع کی دلیل کیوں مانگی جاتی ہے؟ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خیر القرون میں نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کا رواج ہی نہیں تھا۔ اہتمام کے ساتھ دعاء اجتماعی طور پر مانگنے والے ہوتے تو منع کیا جاتا، بعد میں بعض لوگوں نے یہ کام شروع کیا تو فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا۔

بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ میں فرق

بدعتِ سیئہ اور قبیحہ کی پہچان میں بسا اوقات بدعتِ حسنہ سے مغالطہ لگ جاتا ہے۔ اس لئے اس فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔ دینی امور میں جس چیز کا محرک اور داعیہ اور سبب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں موجود تھا لیکن باوجود کر سکنے کے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہیں کیا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی باوجود کمال عشق و محبت اور

محركات واسباب کے نہیں کیا تو وہ کام بدعتِ قبیحہ، بدعتِ سیئہ اور بدعتِ شرعیہ کہلائے گا جو کہ ہر حالت میں مذموم، ضلالت اور گمراہی ہوگا۔ لیکن وہ دینی کام جس کا مانع نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زائل ہو گیا ہو یا اس کا داعیہ، محرک اور سبب بعد میں پیش آیا ہو اور کتاب و سنت اور اجماع و قیاس سے اس پر روشنی پڑتی ہو اور ان دلائل شرعیہ میں سے کسی کی دلیل سے اس کا ثبوت ملتا ہو تو وہ بدعتِ حسنہ ہوگا جس کو بدعتِ لغویہ بھی کہا جاتا ہے۔ جو مذموم نہیں ہے۔ اور اس کو اختیار کرنے والا گناہگار بھی نہیں ہے۔

بدعتِ حسنہ سے مراد بدعتِ لغوی ہے جو کہ درحقیقت سنت ہی ہے

بدعتِ حسنہ اور بدعتِ شرعیہ کی بحث جو کہ ذکر کی گئی ہے وہ بھی ان حضرات کے نظریہ کے مطابق ہے جو کہ بدعت کی تقسیم کے قائل ہیں اور جو حضرات اس تقسیم کے قائل نہیں ہیں جیسا کہ اکثر علماء امت کا موقف ہے، وہ بدعتِ حسنہ کو سنت میں داخل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مشہور بریلوی عالم مولوی عبدالسمیع رامپوری صاحب لکھتے ہیں:

”یہ کہ (جو) بدعت کی تقسیم نہیں کرتے وہ بدعتِ حسنہ کو سنت میں داخل کرتے ہیں پس بدعتِ حسنہ کا لفظ وہی کہے گا جو تقسیم بدعت کا قائل ہوگا۔ اور جو تقسیم کا قائل نہ ہوگا وہ بدعتِ حسنہ کو سنت سمجھے گا۔“ (انوارِ سلطانی ص ۴۵)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ سنت ہے اور باجماعت نماز تراویح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لغوی اعتبار سے بدعت فرمایا:

بدعتِ شرعیہ کو ثابت کرنے کے لئے بعض حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے باجماعت نماز تراویح سے متعلق ارشاد ”نعمۃ البدعة هذه“ (یہ اچھی بدعت ہے) کو بطور دلیل کے پیش کر دیتے ہیں حالانکہ یہ غلط فہمی سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو لغوی اعتبار سے بدعت کہا تھا۔ دینی اور شرعی اعتبار سے بدعت نہیں فرمایا۔ اس سے ان کی مراد مسجد میں باجماعت پورا مہینہ نماز تراویح کی مدح ہے۔ بدعت شریعیہ کی دلیل تو تب بنتی جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے باجماعت نماز تراویح ادا کرنا ثابت نہ ہوتا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ راشد نہ ہوتے۔ یہ بات تو سب حضرات تسلیم کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دن جماعت سے تراویح خود پڑھی ہیں۔ پھر امت پر فرض ہونے کے خوف سے جماعت سے تراویح ترک فرمادی تھی۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ اس کے فرض ہونے کا خوف جاتا رہا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلسل باجماعت نماز تراویح شروع کروا کر اس کو اچھی چیز فرمایا اور اس کی تحسین چونکہ اجتماعی طور پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی کی تھی اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

قرآن و سنت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کی تاکید اور ترغیب

قرآن و سنت میں خود حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کا درس اور تاکید موجود ہے، اس لئے ہم تمام امور میں اپنی عقل لڑانے کی بجائے انکی پیروی کو ہی ذخیرہ آخرت سمجھتے ہیں۔

آیات مبارکہ

(۱) وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا . (سورۃ نساء آیت نمبر: ۱۱۵)

”جو شخص رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد اور مومنوں کے راستہ کو چھوڑ کر غیر کی پیروی کرتا ہے تو ہم اس کو اسی کا والی بنادیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔“

یہاں مومنین کا اول مصداق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

(۲) وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا. ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. (سورة توبہ آیت نمبر ۱۰۰)

”اور مہاجرین اور انصار میں سے وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہوں نے ایمان میں پہل کی اور وہ جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“

(۳) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ امْنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ . أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ . (سورة بقرہ آیت نمبر ۱۳)

”اور جب کبھی ان کو کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے دوسرے لوگ تو وہ کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے ایمان لائے یہ بے وقوف، بن لو وہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن جاننے نہیں۔“
یہاں الناس سے مراد تبصریح مفسرین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

(۴) اللَّهُ تَعَالَىٰ حَضْرَاتِ صَحَابَةِ کَرَامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمْ كَوْمَا طَبَّ كَرْتَهٗ هَوَ اَرشَاد فرماتے ہیں۔

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ. (سورة بقرہ آیت نمبر ۱۳۷)

”سو اگر وہ بھی ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے تو وہ بھی ہدایت یافتہ ہو جائیں گے اور اگر وہ اس سے منہ پھیریں تو وہ ہٹ دھرمی پر ہیں۔“

یہاں ایمان لانے میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کا حکم دیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسا ایمان لاؤ گے تو معتبر ہے وگرنہ نہیں۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”فانه من يعيش منكم بعدى فيرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة.“ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۲، سنن ابن ماجہ ص ۵، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۹، مسند دارمی ص ۲۶، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۹۵)

”جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ بہت ہی زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ سو تم پر لازم ہے کہ تم میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو جو کہ ہدایت یافتہ ہیں مضبوط پکڑو اور اپنی داڑھوں اور کچیلوں سے اچھی طرح قابو میں رکھو اور تم نئی نئی چیزوں سے بچو کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفرق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسول اللہ؟ قال ما انا علیہ واصحابی.“ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۸۹، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۲۹)

”کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ چکے تھے اور میری امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب فرقے دوزخ میں جائیں گے مگر ایک گروہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ کون سا گروہ ہوگا؟ فرمایا: وہ وہ گروہ ہوگا جو وہ کام کرے گا جو میں نے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کئے۔“

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:

”خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يحيى اقوام تسبق
شهادة احدهم يمينه ويمينه شهادته.“ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۲)

”بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں پھر ان کے بعد والے اور پھر ان کے بعد
والے۔ پھر ایسی قومیں آئیں گی جن کی گواہی قسم سے اور قسم گواہی سے بڑھ جائیگی۔“
(۴) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اوصيكم باصحابي ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشوا لكذب
حتى يحلف الرجل ولا يستحلف ويشهد ولا يستشهد فمن اراد منكم بحبوة
الجنة فليلزم الجماعة.“ (متدرک حاکم ج ۱ ص ۱۱۴ مسند ابوداؤد طیبی ص ۷)

”میں تمہیں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں وصیت کرتا ہوں پھر ان کے بارے میں
جوان کے بعد ہیں پھر ان کے بارے میں جوان کے بعد ہیں۔ پھر جھوٹ عام ہو جائے گا یہاں تک کہ
آدمی بلا قسم طلب کئے بھی قسم اٹھائے گا اور بلا گواہی طلب کئے بھی گواہی دے گا سو جو شخص جنت کے اندر
جانا چاہتا ہے تو وہ اس جماعت کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑے۔“

(۵) عن ابن مسعود رضي الله عنه قال من كان مستنفا فليستن بمن قد مات فان
الحى لا تؤمن عليه الفتنة اولئك اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا افضل
هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا اختارهم الله لصحبة نبيه صلى الله
عليه وسلم ولا قامة دينه فاعرفوا اليهم فضلهم واتبعوهم على اثرهم وتمسكوا بما
استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم.“

(رواہ رزین مشکوٰۃ شریف ص ۳۲)

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص پیروی کرنا چاہتا ہے اسے

چاہیے کہ ان لوگوں کی پیروی کرے جو فوت ہو چکے ہیں کیونکہ زندہ لوگ فتنہ سے مامون نہیں ہیں اور قابل پیروی لوگ محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ یہی لوگ امت کے افضل ترین لوگ ہیں۔ دل کے اعتبار سے نیک اور علم کے اعتبار سے کامل اور تکلف میں بہت کم تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی اکرم ﷺ کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے ان کو چن لیا تھا۔ پس تم ان کی فضیلت کو پہچانو، ان کے نقشہ قدم کی پیروی کرو اور ان کے اخلاق و سیرت کو حتی الوسعت مضبوطی سے پکڑو کیونکہ وہ ہدایت کی سیدھی راہ پر تھے۔“

مذکورہ آیات اور احادیث سے معلوم ہوا حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی اقدس ﷺ کی سیرت کا کامل نمونہ تھے۔ انکی پیروی نبی اقدس ﷺ ہی کی پیروی ہے۔ انکی سنت نبی اقدس ﷺ کی سنت ہے لہذا ان کے جاری کردہ طریقوں پر بعد کے طریقوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

كل عبادة لم يتبعدها اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تعبدوها. (الاعتصام ج ۱ ص ۱۱۳)

”ہر وہ عبادت جسکو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہیں کیا سو تم بھی اسکو مت کرو۔“

چونکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نماز جنازہ کے بعد مروجہ ہیئت کے ساتھ اجتماعی دعائیں کی اس لئے ہم بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی میں نہیں کرتے۔

بدعات میں کوئی حسن و خوبی نہیں سلف صالحین کا فیصلہ

اسلاف کی اکثریت بدعت کی تقسیم کی قائل نہیں ہے۔ خلفاء راشدین کے طریقوں کو وہ حضرات سنت میں داخل کرتے ہیں۔ لہذا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس عبادت کو نہیں کیا بعد والوں کیلئے بھی اس کا کرنا جائز نہیں ہوگا۔ بلکہ اسکا کرنے والا بدعتی اور وہ عمل بدعت ضالہ ہوگا خواہ

اس کا کرنے والا اس کو اچھا ہی کیوں نہ سمجھتا ہو؟ اس سلسلے میں اسلاف کی تصریحات کو ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اما بعد اوصیک بتقوی اللہ والاقتصاد فی امرہ و اتباع سنة نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وترك ما احدث المحدثون بعد ما جرت به سنتہ و کفوا مؤنتہ فعلیک بلزوم السنة فانہا لک باذن اللہ عصمة ثم اعلم انہ لم یتددع الناس بدعة الا قدمضی قبلہا ماہو دلیل علیہا او عبرة فیہا فان السنة انما سنہا من قد علم ما فی خلافہا من الخطاء والمذلل والحمق والتعمق فارض لنفسک ماضی بہ القوم لا نفسہم فانہم علی علم وقفوا وبصرنا فذکفوا ولہم علی کشف الامور کانوا اقوی وبفضل ما کانوا فیہ اولی فان کان الہدی ما انتم علیہ لقد سبقتموہم الیہ۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۷۷۷)

”اما بعد! میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کے حکم میں میانہ روی اختیار کرنے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ اہل بدعت نے جو بدعتیں ایجاد کی ہیں ان کو چھوڑ دینا جبکہ سنت اس سے پہلے سے جاری ہے اور سنت کی موجودگی میں بدعت کی ایجاد کی کیا مصیبت ہے؟ سنت کو مضبوطی سے پکڑنا کیونکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے سنت حفاظت کا ذریعہ ہے اور جان لے کہ لوگوں نے جو بدعت ایجاد کی ہے اس سے قبل ہی وہ چیز گذر چکی ہے جو اس پر دلیل ہو سکتی تھی یا اس میں عبرت ہو سکتی تھی کیونکہ سنت ان پاک نفوس کی طرف سے آئی ہے جنہوں نے اس کے خلاف خطاء، لغزش، حماقت اور تعمق کو بغور دیکھ لیا تھا اور اس کو اختیار نہ کیا۔ تو بھی صرف اس چیز پر راضی رہ جس پر قوم راضی ہو چکی ہے کیونکہ انہوں نے علم پر اطلاع پائی اور دور رس نگاہ سے دیکھ کر بدعت سے اجتناب کیا اور بے شک وہ معاملات کی تہہ تک پہنچنے پر قوی تر تھے اور جس حالت پر وہ تھے وہ افضل تر حالت تھی، لہذا اگر ہدایت وہ ہے کہ جس پر تم گامزن ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم

ان سے فضیلت میں بڑھ گئے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وضاحت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں:

”کل بدعة ضلالة وان رآها الناس حسنة .“ (المدخل بیہقی ص ۱۹۱، علم اصول البدع ص ۹۲)
(شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة ج ۱ ص ۹۲)

”ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا سمجھیں۔“

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”من ابتدع فی الاسلام بدعة یراها حسنة فقد زعم ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم خان الرسالة لان اللہ تعالیٰ یقول : الیوم اکملت لکم دینکم . الآية . فمالم یکن یومئذ دینا فلا یكون الیوم دیناً .“ (الاعتصام للشاطبی ج ۱ ص ۴۷، ج ۲ ص ۱۵۰)
”جس نے اسلام میں کوئی بدعت نکالی جس کو وہ اچھا سمجھتا ہے تو گویا اس نے یہ گمان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کی ادائیگی میں خیانت کی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے (الآیۃ) پس جو چیز اس وقت دین نہ تھی آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔“

کائنات میں کوئی ایسی بدعت نہیں جس کو اختیار کرنے والا اسکو اچھا نہ سمجھتا ہو

اسلاف کی مذکورہ عبارات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بدعتی آدمی درحقیقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر خیانت کی تہمت تراشتا ہے کہ جس کام کو یہ مقدس حضرات نہ کر سکے عملاً میں اسکو کر کے دین کی تکمیل کر رہا ہوں حالانکہ اگر یہ بدعت بھی دین ہوتی تو نبی

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسکو ضرور کرتے۔ بسا اوقات بعض حضرات کے ذہن میں یہ بات گردش کرتی ہے کہ فلاں بدعت کو اختیار کرنے والا تو اپنے اس عمل پر دلیل بھی پیش کرتا ہے تو پھر ہم کس طرف جائیں؟ تو اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ محض دلیل کا ہونا کمال نہیں بلکہ دلیل کا صحیح اور دعویٰ کے مطابق ہونا اور اس دلیل سے محدثین و مفسرین کا بھی اس کام پر استدلال کرنا کمال ہے وگرنہ تو ہر بدعتی اور باطل آدمی کو قرآن و سنت پر طبع آزمائی کا موقع مل جائے گا جیسا کہ باطل فرقوں کا طرزِ عمل عوام کے سامنے ہے۔ علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”انک لا تجد مبتدعاً ممن ينسب الى الملة الا وهو يستشهد على بدعه

بدلیل شرعی فینزل علی ما وافق عقله و شہو ته۔“ (الاعتصام ج ۱ ص ۱۷۱)

”آپ کسی ایسے بدعتی کو نہ پاؤ گے جو دین سے وابستگی کا مدعی ہو اور وہ اپنی بدعت پر کسی شرعی دلیل سے دلیل نہ پکڑنا ہو، اس طرح وہ اس کو اپنی عقل اور خواہش کے مطابق بنا لیتا ہے۔“

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے فاسد عقائد کو اپنے فاسد خیال کے مطابق کتاب و سنت سے اخذ کرتا ہے لیکن معانی مفہومہ میں سے ہر معنی حجت اور معتبر نہیں ہو سکتا۔“ (مکتوبات حصہ سوم ص ۸ مکتوب نمبر ۱۹۳)

لہذا یہ سوال ہی غلط ہے کہ فلاں بدعتی کے پاس تو دلیل ہے۔ ہم کہاں جائیں؟ دلیل ہونا کافی نہیں بلکہ دلیل کا دعوے اور عمل کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ باقی رہی بات کہ فلاں بدعت اچھی ہے یا اچھی نہیں؟ مجھے اپنے مطالعہ کی حد تک جو سمجھ میں آیا ہے اور اسلاف کی کتب میں پڑھا ہے دنیا میں کوئی بھی ایسی بدعت نہیں ہے جس کو اختیار کرنے والا اس کو اچھا نہ سمجھتا ہو پھر تو ہر بدعتی اپنے دعویٰ میں سچا اور اس کے پاس اپنی بدعت کو اپنانے کے لئے عذر موجود ہے؟ پھر کسی بدعت کو بھی گمراہی نہیں کہا جاسکتا؟ ظاہر بات ہے اس بات کو دنیا کا کوئی فرقہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ لہذا بدعتی کا اسکو اچھا سمجھنا شریعت میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کی وضاحت

ہم اپنی اس بات کو کہ بدعات میں کوئی خوبی اور اچھائی نہیں ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک کلام پر ختم کرتے ہیں:

”روشن سنت کے نور پر بدعات کی تاریکیاں چھا گئی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت کی رونق کو نئے نئے امور کی کدورت نے ضائع کر دیا ہے۔ حیرت تو ان لوگوں پر ہے جو ان بدعات اور محدثات کو اچھے امور تصور کرتے ہیں اور ان بدعات کو نیکیاں یقین کرتے ہیں اور دین کی تکمیل اور ملت کی تنمیں ان بدعات سے تلاش کرتے ہیں اور ان امور کی ادائیگی کی ترغیب دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو صراط مستقیم پر چلائے۔“ (مکتوبات حصہ چہارم ص ۹۴ مکتوب نمبر ۲۶۰)

(آمین ثم آمین یا رب العلمین)

باب چہارم نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعاء فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے

نماز جنازہ کے فوراً بعد چار پائی رکھ کر اجتماع اور اہتمام کے ساتھ جو دعاء کے لئے طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے وہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلمہ اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ اس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے:

پہلا اصول: مکروہ کو اچھا سمجھنا گناہ ہے

نماز جنازہ کے فوراً بعد چار پائی رکھ کر جنازہ گاہ میں دعاء کا اہتمام ممنوع اور مکروہ ہے جیسا کہ تیسرے باب میں اس پر فقہاء کرام کی کثیر عبارات نقل کی جا چکی ہیں، اس مکروہ عمل کو اچھا سمجھنا تو اس سے بھی زیادہ گناہ کی بات ہے۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ مکروہ کام کو اچھا سمجھنے کو حرام فرماتے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فقہاء کرام کے اسی اصول کی ترجمانی میں فرماتے ہیں:

”و مکروہ را مستحسن دانستن از اعظم جنایات است چہ حرام را مباح دانستن منجر بکفر است و مکروہ را حسن پنداشتن یک مرتبہ ازاں پایاں است شناعیت این فعل رانیک ملاحظہ باید نمود۔ (مکتوبات حصہ پنجم ص ۷۴)

”مکروہ کو اچھا سمجھنا گناہ ہے۔ کیونکہ حرام کو مباح سمجھنا کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے اور مکروہ کو اچھا سمجھنا اس سے بھی ایک مرتبہ بڑھ کر ہے۔ اس فعل کی قباحت کو اچھی طرح ملاحظہ کرنا چاہیے۔“

جب مکروہ کو اچھا سمجھ کر کرنا اور دوسروں کو اس کی ترغیب دینا گناہ ہے تو نماز جنازہ کے فوراً بعد مروجہ ہیئت کے ساتھ دعا کرنا فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود کیسے باعث اجر ہوگا؟

دوسرا اصول: کسی کام کے سنت اور بدعت ہونے میں اشتباہ ہو تو اس سے بچنا ضروری ہے

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے کہ جو چیز سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو کہ یقینی طور پر اسکو نہ سنت کہا جاسکتا ہو اور نہ بدعت تو بدعت والی طرف کو ترجیح ہوگی اور اس کام سے بچنا ضروری ہے چنانچہ علامہ ابن نجیم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”و یلزم ان ماتردد بین بدعة و واجب اصطلاحی فانه یتبرک کالسنة .“
(بحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۵)

”جو چیز واجب اصطلاحی اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو لازم ہے اسکو سنت کی طرح چھوڑ دیا جائے۔“

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اذا تردد الحكم بین سنة و بدعة کان ترک السنة راجحاً علی فعل البدعة . (شامی ج ۱ ص ۶۰۰)

”جب حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو سنت کا چھوڑنا بدعت والے کام پر مقدم ہوگا۔“

فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

”وما تردد بین البدعة والسنة یتبرک .“ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۷۹ طبع مصر)
”جس چیز کے سنت اور بدعت ہونے میں تردد ہو اس کو چھوڑ دیا جائے۔“

معلوم ہوا کہ جس چیز کے سنت اور بدعت ہونے میں تردد ہو تو اسکو چھوڑنا ضروری ہے اور حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نماز جنازہ کے بعد دعاء سے منع کر چکے جیسا کہ اس پر حوالہ جات نقل کر دیئے گئے ہیں تو اس کے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے منع کے بعد سنت ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب سنت اور بدعت کے درمیان تردد کام کو چھوڑنا ضروری ہے تو جس کام کو فقہاء کرام نے صراحتاً بدعت کہہ دیا ہو اس سے بچنا کیوں ضروری نہ ہوگا؟

تیسرا اصول: مستحب چیز پر اصرار اور اسکی رخصت کو عزیمت بنالینا منع ہے

بہت سے کاموں کو شریعت نے مستحب قرار دیا ہے کہ ان کو کوئی کرے گا تو ثواب ہے نہ کرے گا تو کوئی زبردستی نہیں ہے اس کو ثواب نہ ہوگا اور نہ ہی وہ گناہگار ہوگا۔ لیکن اس مستحب کو کہ جس کے کرنے نہ کرنے میں رخصت تھی کوئی شخص عزیمت بنا کر دوسرے افراد پر زبردستی کرے کہ اس وقت میں یہ کام ضرور کرو اور نہ کرنے پر اس پر فتویٰ بازی کی جائے تو اسکی شریعت نے اجازت نہیں دی چنانچہ مشہور محقق علامہ طاہر الحنفی اس مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”من اصر علی امر مندوب وجعل عزمًا ولم يعمل بالخصوص فقد احباب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر علی بدعة او منكر.“ (مجمع البحار ج ۱ ص ۲۴۲)

”جس کسی نے کسی مستحب چیز پر اصرار کیا اور اس کو عزیمت بنالیا اور رخصت پر عمل نہ کیا تو گویا اس کو شیطان نے گمراہی کے راستہ پر ڈال دیا۔ کیا حال ہوگا اس شخص کا جو کسی بدعت اور بری چیز پر اصرار کرتا ہے؟“

اس بات میں کوئی شخص اختلاف نہیں کرتا کہ عام حالات میں دعاء کرنا مستحب ہے لیکن انفراداً نہ کہ اجتماعاً۔ انفرادی دعا کے لئے الگ دلائل کی ضرورت ہے اور اجتماعی دعاء کیلئے الگ دلائل کی ضرورت ہے۔ اور محل نزاع اجتماعی دعاء ہے نہ کہ انفرادی، لہذا اجتماعی دعاء کو مستحب ثابت کرنے کیلئے دلائل بھی ویسے ہی پیش کرنے پڑیں گے جیسا کہ اس کی وضاحت آگے آرہی ہے۔ اگر کوئی زور لگا کر نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعاء کا مستحب ہونا ثابت بھی کر دے۔ تب بھی بتصریح فقہاء وہ دوسرے افراد پر پابندی نہیں لگا سکتا کہ وہ بھی اس موقع پر ضرور دعا کریں کیونکہ وہ رخصت کو عزیمت میں تبدیل کر رہا ہے اور اس بات کی فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتے۔

چوتھا اصول: عبادات میں اپنی طرف سے اوقات اور کیفیات کو متعین کرنا بدعت ہے:

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے عبادات میں اپنی طرف سے بلا دلیل شرعی ایک خاص قسم کی

بیئت اور شکل و صورت ایجاد کرنے اور عبادات مطلقہ کو کسی خاص زمان اور مکان کے ساتھ خاص کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ علامہ ابن دقین العید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وَقَرِيبٌ مِنْ ذَلِكَ أَنْ تَكُونَ الْعِبَادَةُ مِنْ جِهَةِ الشَّرْعِ مَرْتَبَةً عَلَى وَجْهِ مَخْصُوصٍ فَيَرِيدُ بَعْضُ النَّاسِ أَنْ يَحْدُثَ فِيهَا أَمْرًا خَرَلِمَ يَرُدُّ بِهِ زَاعِمًا أَنَّهُ يَدْرَجُهُ تَحْتَ عُمُومٍ فَهَذَا لَا يَسْتَقِيمُ لِأَنَّ الْغَالِبَ عَلَى الْعِبَادَاتِ التَّعْبُدُ وَمَا خَذَهَا التَّوْقِيفُ .“
(احکام الاحکام ج ۱ ص ۵۱)

”اور اسی کے قریب یہ بات بھی ہے کہ کوئی عبادت شریعت میں کسی خاص طریقہ پر ثابت ہو اور بعض لوگ اس کے اندر کچھ تغیر کر دیں اور یہ خیال کریں کہ یہ بھی عموم کے نیچے داخل ہے تو ان کا ایسا خیال درست نہ ہوگا کیونکہ عبادات کے اندر تعبدی طریقہ غالب ہے اور اس کا ماخذ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے) اطلاع پائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔“
مزید فرماتے ہیں:

”أَنَّ هَذِهِ الْخُصُوصِيَّاتِ بِالْوَقْتِ أَوْ بِالْحَالِ وَالْهَيْئَةِ وَالْفَصْلِ الْمَخْصُوصِ يَحْتَاجُ إِلَى دَلِيلٍ خَاصٍّ يَقْتَضِي اسْتِحْبَابَهُ بِخُصُوصِهِ وَهَذَا أَقْرَبُ . (احکام الاحکام ج ۱ ص ۵۱)
”یہ خصوصیات وقت یا حال اور ہیئت اور فعل مخصوص کے ساتھ کسی خاص دلیل کی محتاج ہیں جو خاص طور پر ان کے استجابات پر دلالت کرے اور یہی چیز اقرب الی الصواب ہے۔“
اسی صفحہ پر مزید فرماتے ہیں:

”لَا الْحُكْمَ بِاسْتِحْبَابِهِ عَلَى تِلْكَ الْهَيْئَةِ الْخَاصَّةِ يَحْتَاجُ دَلِيلًا شَرْعِيًّا عَلَيْهِ وَلَا بَدَلُ .“ (احکام الاحکام ج ۱ ص ۵۱)
”کیونکہ کسی چیز کے کسی خاص ہیئت کے ساتھ مستحب ہونے پر لازم اور ضروری ہے کہ دلیل شرعی موجود ہو۔“

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ومنها التزام کیفیات والہیئات المعینۃ.“ (الاعتصام ص ۳۴ ج ۱)

”اور انہی بدعات میں سے ایک کیفیات مخصوصہ اور بینات معینہ کا التزام ہے۔“

صاحب مجالس الاہرار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت کا حوالہ

دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”هكذا يقال بكل من اتى في العبادات البدنية المحضة بصفة لم تكن في

زمن الصحابة.“ (مجالس الاہرار ص ۱۳۳)

”ہر اس شخص کے متعلق ایسا ہی کہنا چاہیے (کہ وہ بدعت کا مرتکب ہے) جو خالص بدنی

عبادات میں کوئی ایسی صفت اور ہیئت پیدا کرے جو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ

میں نہ تھی۔“

مذکورہ تمام عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عبادات کے اندر اپنی طرف سے اوقات اور

کیفیات کا تعین ممنوع اور بدعت ہے اسی وجہ سے اسلاف نے بہت سی عبادات کو جو کہ انفرادی پر درست

ہیں اور ان کو انفرادی طور پر کرنے میں اجر اور ثواب ہے لیکن اپنی طرف سے ان کے لئے وقت اور

کیفیت کے تعین کرنے اور ان کو اجتماعی رنگ میں کرنے کی وجہ سے بدعت اور ممنوع قرار دیا ہے۔

اسلاف کی طرف سے انفرادی طور پر ثابت عبادات کو اجتماعی رنگ میں اوقات

اور کیفیات کے تعین کے ساتھ بدعت قرار دینے کی مثالیں

پہلی مثال: ذکر اللہ کیلئے کسی وقت اور اجتماع کا التزام بدعت ہے

باوجود اس کے کہ ذکر اللہ کی فضیلت پر قرآن و سنت کی واضح تصریحات موجود ہیں، اسلاف

نے ذکر اللہ کے لئے کسی وقت اور اجتماع کا التزام ممنوع قرار دیا ہے۔ علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ اجتماعی

ذکر کے التزام کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فأذا نذب الشرع مثلاً إلى ذكر الله فالتمزم قوم الاجتماع على لسان واحد وبصوت واحد وفي وقت معلوم مخصوص عن سائر الاوقات لم يكن في نذب الشرع ما يدل على هذا التخصيص الملتزم بل فيه ما يدل على خلافه.“

(الاعتصام ج ۱ ص ۳۳۵)

”جب شریعت نے کسی چیز کی ترغیب ہو مثلاً ذکر اللہ سو اگر ایک قوم اس کا التزام کر لے کہ ایک زبان ہو کر ایک آواز سے وہ ذکر کرتی ہے یا دیگر اوقات کے علاوہ کسی معلوم اور مخصوص وقت کے اندر وہ ذکر کرتی ہے تو شریعت کی ترغیب اس معین تخصیص اور التزام پر ہرگز دلالت نہیں کرتی بلکہ وہ اس کے خلاف دلالت کرتی ہے۔“

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجتماعی طور ذکر کا التزام کرنے والوں کو گمراہ قرار دیا ہے۔ (مسند دارمی ص ۳۸)

علامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فقال اذا رأيتهم فاحبروني قال فاحبروه فاتاه ابن مسعود متقنعا فقال من عرفني فقد عرفني ومن لم يعرفني فانا عبد الله بن مسعود تعلمون انكم لاهدي من محمد صلى الله عليه وسلم واصحابه (الى ان قال) لقد جئتم ببدعة عظيمة او لقد فضلتهم اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم علما مع امكان تحت عموم فضيلة الكذا ذكر.“ (احكام الاحكام ج ۱ ص ۵۲)

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب تم اس کو دیکھو تو مجھے اطلاع دو۔ راوی کہتا ہے کہ ان کو اطلاع دی گئی وہ موقع پر پہنچے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے

تھے فرمایا: مجھ کو جو جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا میں بتا دیتا ہوں کہ میں عبد اللہ بن مسعود ہوں۔ تم جانتے ہو کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ ہدایت پر ہو (العیاذ باللہ) پھر فرمایا: تم نے ایک بہت بڑی بدعت ایجاد کی ہے یا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر علم میں فضیلت حاصل کر چکے ہو؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مخصوص ہیئت اور کیفیت کے ساتھ اس فعل کا انکار کیا ہے حالانکہ ذکر کی فضیلت کے عام دلائل کے تحت اس کا ادرج ممکن تھا۔“

اجتماعی ذکر بالجہر کا التزام ان حضرات کا معمول بن چکا تھا اس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

دوسری مثال: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درود شریف کی

فضیلت کے باوجود جہراً اجتماعی درود پڑھنے والوں کو مسجد سے نکال دیا:

درود شریف کی فضیلت پر باوجود اس کے کہ قرآن و سنت گواہ ہیں، اجتماعی طور پر جہراً بالالتزام درود شریف پڑھنے والوں کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد سے نکلوا دیا۔ چنانچہ علامہ محمد بن محمد الخوازمی البرزازی الحنفی فرماتے ہیں:

”انه حرام لما صح عن ابن مسعود انه اخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم جهراً وقال لهم ما اراكم الا مبتدعين . (فتاویٰ برازیہ ج ۳ ص ۳۷۵)

”جہر سے ذکر کرنا حرام ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے صحیح روایت کے ساتھ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اس لئے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور بلند آواز سے نبی اقدس ﷺ پر درود شریف پڑھتی تھی۔ اور فرمایا میں تمہیں بدعتی ہی خیال کرتا ہوں۔“

ذکر بالجہر سے متعلق تفصیلی بحث اور دلائل امام اہل السنۃ والجماعۃ لطیف ”حکم الذکر بالجہر“ میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ اسلاف نے جس ذکر بالجہر کی اجازت دی ہے وہ مخصوص شرائط کی بناء پر جائز ہے۔ (دیکھئے حکم الذکر بالجہر از امام اہل سنت والجماعۃ شیخ سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ)

تیسری مثال: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مسجد میں اجتماعی رنگ میں چاشت کی نماز کو بدعت قرار دیا ہے

باوجود اس کے کہ انفراد چاشت کی نماز کا ثبوت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں اجتماعی رنگ میں اس کے اہتمام کو بدعت قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ دونوں مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا:

”فاذا عبد اللہ بن عمر جالس الى حجره عائشه والناس يصلون الضحیٰ فی المسجد فسأ لناه عن صلوتہم فقال بدعة.“ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۸، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۹)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے پاس بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان لوگوں کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔“

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”مراده ان اظہارھا فی المسجد والا اجتماع لھا بدعة لان صلوة الضحیٰ بدعة.“ (شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰۹)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مراد یہ ہے کہ چاشت کی نماز کو مسجد میں ظاہر کر کے پڑھنا اور اس کے لئے اجتماع اور اہتمام کرنا بدعت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ مراد نہیں کہ سرے سے چاشت کی نماز ہی بدعت ہے۔“

چوتھی مثال: نماز تہجد کی فضیلت کے باوجود اس کی جماعت کا اہتمام منع ہے حضرت مجدد الف ثانی کی وضاحت

باوجود اس کے کہ نماز تہجد کی فضیلت پر واضح ارشادات موجود ہیں، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز تہجد کی جماعت کا اہتمام مکروہ ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

”وہ نماز تہجد کو جماعت سے اداء کرتے ہیں اور اطراف و جوانب سے اس وقت لوگ نماز تہجد کے لئے جمع ہوتے ہیں اور خاص اہتمام سے اس کو ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے اور کراہت بھی اس میں تحریمی ہے۔ حضرات فقہاء کی ایک جماعت تداعی اور اہتمام کی شرط کو مکروہ کہتی ہے اور نفل نماز کے باجماعت ادا کرنے کو مسجد کے کونہ کے ساتھ مقید کرتی ہے۔“ (ملکوبات حصہ سوم ص ۱۰)

مولوی امجد علی اعظمی صاحب نے بھی نفل نماز کی جماعت کے اہتمام کو مکروہ کہا ہے مولوی امجد علی اعظمی صاحب نفل نماز کی جماعت کے اہتمام کو مکروہ کہتے ہیں باوجود اس کے کہ نفل نماز کی ترغیب پر بہت سے دلائل موجود ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

”شب قدر میں جماعت کے ساتھ نماز نفل بعض لوگ ادا کرتے ہیں فقہاء اسے ناجائز و مکروہ و بدعت کہتے ہیں اور لوگ اس بارے میں جو حدیث بیان کرتے ہیں محدثین اسے موضوع بتاتے ہیں۔“ (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۳۲)

ان تمام دلائل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ وہ تمام عبادات کہ جن کی فضیلت پر قرآن و سنت گواہ ہیں۔ ان میں اپنی طرف سے اوقات اور کیفیات کو متعین کرنا منع ہے اور اسلاف اسے ناجائز سمجھتے ہیں، بے شک دعا کی فضیلت پر قرآن و سنت کے واضح اور کثیر دلائل موجود ہیں لیکن اس دعا میں اپنی طرف سے اوقات اور کیفیات متعین کرنا منع ہے، نماز جنازہ اوّل تو خود دعا ہے جب ایک مرتبہ اجتماعی دعا نماز جنازہ کی شکل میں ہوگئی تو پھر اس کے فوراً بعد اجتماعی دعا کے اہتمام کے کیا معنی؟ پھر اپنی

طرف سے اس میں وقت کا تعین اور کیفیت کا تعین بھی کر دیا گیا ہے کہ یہ دعاء اجتماعی رنگ میں نماز جنازہ کے فوراً بعد میت کی چار پائی رکھ کر جنازہ گاہ میں ہی کی جاتی ہے اور اسے پہلے اوّل آخر درود شریف، سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ اخلاص کا اہتمام اور التزام بھی کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی اپنی میت کو نماز جنازہ کے بعد لے جانا چاہے تو کتنی مرتبہ دیکھنے میں آیا، فیصل آباد میں ہی اس کے متعدد واقعات ہیں۔ ان کی میت کو دعاء کی غرض سے روک لیا جاتا ہے اور دعاء نہ مانگنے والوں کو بھی دعاء مانگنے پر مجبور کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے میت کی تدفین میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ فقہاء کرام کے مذکورہ اصول کی روشنی میں مکروہ اور بدعت کیوں نہ ہوگی؟

پانچواں اصول: عام احکام سے امور خاصہ کا اثبات درست نہیں ہے

اگرچہ اس سے پہلے اصول کے ضمن میں یہ بات بھی آ جاتی ہے، تاہم اس کی اہمیت کے پیش نظر الگ عنوان سے بھی ذکر کر دیا گیا ہے، کہ فقہاء کرام کے ہاں احکام عامہ سے امور خاصہ کو ثابت کرنا ہرگز درست نہیں ہے تاوقتیکہ ان کی تخصیص کے لئے کوئی الگ اور مستقل خاص دلیل موجود نہ ہو کیونکہ شریعت کی کسی عام دلیل کو اپنی مرضی سے خاص کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے، مطلق کو اس طرح مقید کرنا اور عموماً کو خصوص کے قالب میں ڈھال دینا ہی احداث فی الدین ہے۔

چنانچہ علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ان الاصل اذا ثبت فى الجملة لا يلزم اثباته فى التفصيل فاذا ثبت مطلق الصلوة لا يصح منه اثبات الظهر والعصر او الوتر او غيرها حتى ينص عليه على الخصوص . (الاعتصام ج ۱ ص ۱۸۲)

”کسی چیز کی اصل جب اجمالی درجہ میں ثابت ہو تو اس سے تفصیلی رنگ میں اس کا ثبوت لازم نہیں آتا (مثلاً) جب مطلق نماز ثابت ہو تو اس سے ظہر و عصر یا وتر وغیرہ کسی خاص نماز کا اثبات نہیں ہوتا تاوقتیکہ خصوصیت کے ساتھ اس کی تصریح نہ ہو۔“

امام غرناطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فالتقييد في المطلقات التي لم يثبت بدليل الشرع تقييدها رأي في

التشريع.“ (الاختصاص ج ۱ ص ۲۸۴)

”کہ ان مطلق احکام کو مقید کرنا جن کا مقید کرنا شریعت سے ثابت نہیں ہے شریعت میں اپنی

رائے کو داخل کرنا ہے۔“

معلوم ہوا کہ عام دلیلوں سے خاص دعویٰ ہرگز ثابت نہیں ہوتا، لہذا دعاء کے عام فضائل

بیان کرنے سے نماز جنازہ کے فوراً بعد والی خاص دعا ہرگز ثابت نہ ہوگی، اس کیلئے خاص دلائل پیش کرنا

ہوں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کے بعد دعائے ہوئی

جب نماز جنازہ کے فوراً بعد والی اجتماعی دعاء فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلمہ اصولوں کے

خلاف ہوئی تو لامحالہ اس کا اہتمام ممنوع، مکروہ اور بدعت ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ

اللہ علیہ کے جنازہ کے بعد دعاء نہ ہوئی چنانچہ بریلوی مسلک کے اکابر کی تائید و تصدیق سے چھپنے والی

کتاب ”روضۃ القیومیہ ج ۱ ص ۴۴۹“ پر ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کے بعد

دعاء کے لئے توقف نہیں کیا گیا کیونکہ سنت نبوی اس کا اقتضاء نہیں کرتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مروجہ دعاء

سنت طیبہ کے خلاف ہے۔ اور مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد و اتفاق کا واحد راستہ سنت طیبہ کی اتباع ہی

ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

باب پنجم

نماز جنازہ کے بعد دعاء قبر پر مسنون ہے نہ کہ جنازہ گاہ میں

قرآن و سنت کی واضح تصریحات اور فقہاء کرام اور سلف صالحین کی کتب کا مطالعہ کرنے سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اگر میت کے لئے دعاء کا ثبوت ملتا ہے تو وہ اس کو دفنانے کے بعد قبر پر کی جانے والی دعا ہے۔ اس موقع پر کی جانے والی دعاء ایسی ہے کہ اس دعاء کو تقریباً سب حضرات ہی تسلیم کرتے ہیں۔ اس دعاء کے ثبوت کیلئے کافی دلائل موجود ہیں، ان میں سے چند ایک کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

پہلی دلیل: قرآن کریم کی آیت:

قرآن سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میت کیلئے دعا و استغفار یا تو نماز جنازہ میں ہے یا اس کے بعد قبر پر، چنانچہ منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّتَّ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ“ (سورۃ توبہ آیت

نمبر ۸۴ پارہ نمبر ۱۰)

”اور آپ ان میں سے کسی کی میت پر کبھی بھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ہی اسکی قبر پر کھڑے ہونا۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ میت کیلئے دعاء اور استغفار کے بارے میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ پہلے نماز جنازہ کی صورت میں میت کیلئے دعاء اور استغفار فرماتے پھر قبر پر کھڑے ہو کر اس کے حق میں دعا اور استغفار فرماتے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے حق میں ان دونوں موقعوں پر دعاء اور استغفار سے روک دیا لیکن مسلمان کے حق میں ان دونوں موقعوں پر دعاء اور استغفار کو باقی رکھا گیا، اگر نماز جنازہ کے بعد جنازہ گاہ میں نبی اقدس ﷺ کا دعاء اور استغفار کا معمول ہوتا تو آپ ﷺ کو اس موقع پر بھی دعاء اور استغفار سے روک دیا جاتا، چونکہ دفن سے پہلے اور نماز جنازہ کے

بعد جنازہ گاہ میں ہی آپ ﷺ کا معمول دعاء کا نہ تھا، اس لئے روکا بھی نہیں گیا۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نماز جنازہ کے بعد دعا قبر پر ہی مسنون ہے۔

دوسری دلیل: دفن کے بعد نبی اقدس ﷺ خود بھی میت کے حق میں قبر پر دعا کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی حکم دیتے
پہلی حدیث

عن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لای خیکم واسألو الہ باتشیت فانہ الان یسئل . “ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۵ ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور)

”حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کی تدفین سے فارغ ہو جاتے تو قبر پر کھڑے ہو جاتے اور ارشاد فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے تکریم کے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔“

دوسری حدیث

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقف علی القبر بعد ما سوی علیہ فیقول : اللّٰهُمَّ نَزِلْ بِکَ صَاحِبُنَا وَخَلَفِ الدُّنْیَا خَلْفَ ظَہْرِہ ، اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ نُطْقَہُ وَلَا تَبْتَلْہُ فِی قَبْرِہ بما لَا طَاقَہُ لَہْ بِہ . “
(اتحاف السادة للزبیدی ج ۱ ص ۲۹۹، الدر المنثور ج ۴ ص ۸۲)

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میت پر مٹی ڈالنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر یوں دعا کیا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ نَزِلْ بِکَ صَاحِبُنَا الی

آخرہ۔“

میت پر ہاتھ اٹھا کر قبر پر دعاء کا ثبوت اس حدیث سے ملتا ہے جس میں آپ ﷺ کے حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر دعاء فرمانے کا تذکرہ ہے چنانچہ روایت میں یوں لکھا ہے:

فجاء حتى وقف على قبره فصف الناس معه ثم رفع يديه فقال اللهم ألقِ طَلْحَةَ وَيَضْحَكُ إِلَيْكَ .“ (المعجم الكبير للطبرانی ج ۴ ص ۲۸، جمع الجوامع للسيوطی حدیث نمبر ۹۷۸۶، التمهید لابن عبد البر ج ۶ ص ۴۳۳، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۷)

”نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور قبر پر کھڑے ہو کر صف بندی فرمائی پھر ہاتھ اٹھا کر دعاء کی۔ اے اللہ! آپ کی ملاقات طلحہ رضی اللہ عنہ سے اس حال میں ہو کہ وہ آپ کے ہاں ہنستا ہوا حاضر ہو۔“

ان احادیث میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور معمول یہ بیان ہوا کہ آپ ﷺ نماز جنازہ کے بعد میت کو دفن کر کے خود بھی اس پر استغفار اور دعا فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس کا حکم دیتے۔

تیسری دلیل: حضرت انس بن مالک کا قبر پر دعا کرنا

”عن عبد الله بن ابي بكر قال كان انس بن مالك اذا سوى على الميت قبره قام عليه فقال اللهم عبدك رد إليك فارأف به وارحمه اللهم جاف الا رض عن جنبيه وافتح ابواب السماء لروحه وتقبله منك بقبول حسن اللهم ان كان محسنا فضا عف له في احسانه او قال فزد في احسانه وان كان مسيئاً فتجاوز عنه.“

(مصنف ابن أبي شيبة ج ۳ ص ۲۱۲ ناشر مکتبۃ تالیفات اشرفیہ ملتان)

”حضرت عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میت کے لئے قبر سیدھی اور مکمل کر لینے کے بعد یوں دعا کیا کرتے تھے۔ اللهم عبدك رد إليك“

الى آخره .

چوتھی دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر دعا کرنا

عن ابن ابی ملیکۃ قال لما فرغ من قبر عبداللہ بن السائب قام ابن عباس علی القبر فوقف علیہ ثم دعا ثم انصرف . “ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۲)

”حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن السائب کی تدفین سے فارغ ہوئے تو قبر پر کھڑے ہو کر دعا کی پھر واپس چلے گئے۔“

پانچویں دلیل: حضرت احنف رضی اللہ عنہ کا حضرت ضرار بن القعقاع رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر دعا کرنا

عن خالد بن نمیر قال كنت مع الاحنف فی جنازة فجلس الاحنف وجلست معه فلما فرغ من دفنها وهو ضرار بن القعقاع التیمی رأیت الاحنف انتہی الی قبره فقام علیہ فبدأ بالثناء علیہ قبل الدعاء فقال كنت واللہ علمت کذا ثم دعا له . “ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۲)

”حضرت خالد بن نمیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں ایک جنازہ میں حضرت احنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا، میں اور حضرت احنف رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے کہ جب اسکی یعنی حضرت ضرار بن القعقاع التیمی رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین سے فراغت ہوئی تو میں نے حضرت احنف رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ضرار رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر پہنچ کر کھڑے ہوئے اور دعا سے پہلے حضرت ضرار کی خوبیوں کو ذکر کیا پھر کہا: اللہ کی قسم میں تو ان کو اسی طرح جانتا تھا۔ اس کے بعد

حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار کیلئے دعا فرمائی۔

چھٹی دلیل: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبر پر دعا کرنا:

”عن ابی مدرک الأشجعی أن عمر إذا سوى على الميت قبره قال :

اللهم أسلمه اليك والأهل والمال والعشيرة وذنبه عظيم فاغفر له.“

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۰۹ ناشر اذاعة القرآن كراچی)

”حضرت ابو مدرک الأشجعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

میت کی قبر سیدھی اور مکمل کر لینے کے بعد یوں دعا فرمائی: اللهم أسلمه اليك الى آخره.“

ساتویں دلیل: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت یزید بن المکلف رحمۃ اللہ

علیہ کی قبر پر دعا کرنا:

عن عمير بن سعيد قال : كبر على علي بن المکلف أربعاً وجلس

علي القبر وهو يدفن قال : اللهم عبدك وولد عبدك نزل بك اليوم وانت خير

منزول به، اللهم وسع له في مدخله واغفر له ذنبه فاننا لا نعلم (منه) الا خيراً وأنت

أعلم به وبه نأخذ.“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱۰)

”حضرت عمیر بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید

بن المکلف کے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں اور تدفین کے وقت قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ یوں دعا فرمائی:

اللهم عبدك وولد عبدك الى آخره امام عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ اسی موقف کو

ہم اختیار کرتے ہیں۔“

غور فرمائیں کس قدر واضح دلیل ہے اس موقف پر کہ دعا میت کیلئے یا تو جنازہ کی صورت

میں ہے یا اس کے بعد قبر پر، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے جنازہ کی صورت دعا مغفرت فرمائی

پھر قبر پر آ کر دعا فرمائی، اگر جنازہ کے بعد قبر والی دعاء سے پہلے بھی کوئی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی ہوتی تو راوی اسکو ضرور ذکر کرتا، پھر مزے کی بات یہ کہ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس موقف پر مہر تصدیق رقم فرمادی کہ اسی موقف کو ہم بھی اختیار کرتے ہیں۔ الحمد للہ!

آٹھویں دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر دعا کرنا

”عبدالرزاق قال: بلغنی أن ابن عباس حين فرغ من دفن میمونہ وقف علی القبر فدعا ساعة ثم انصرف . (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱۰)

”امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تدفین سے فارغ ہوئے تو قبر پر کھڑے ہو کر کچھ دیر دعا کی پھر واپس چلے گئے۔“

نویں دلیل: حضرت ابن المنکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبر پر دعا کرنا

”عن ایوب قال: وقف ابن المنکدر علی قبر بعد أن فرغ منه فقال: اللّٰهُمَّ ثبتہ ، هو الآن یسأل .“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۰۹)

”حضرت ایوب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت ابن المنکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قبر پر میت کی تدفین کے بعد کھڑے ہوئے اور یوں دعاء فرمائی: اے اللہ اسکو ثابت قدم رکھنا، ابھی اس سے سوال کیا جائے گا۔“

دسویں دلیل: نماز جنازہ کے اندر والی اور قبر والی دعاء کے ابواب تو کتب حدیث موجود ہیں لیکن نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء کیلئے کسی محدث نے باب قائم نہیں کیا کتب حدیث کا مطالعہ کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ احادیث کی کتب میں نماز

جنازہ کے اندر والی دعاء کے لئے اور قبر پر کی جانے والی دعاء کیلئے تو محدثین نے باب قائم کئے ہیں لیکن نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء کیلئے کسی محدث نے کوئی باب قائم نہیں کیا مثلاً:

(۱) امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داؤد میں نماز جنازہ والی دعاء کیلئے ”باب الدعاء للمیت (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۲) ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور) کے نام سے باب قائم کیا ہے اور قبر پر کی جانے والی دعاء کے لئے ”باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۵) کے نام سے باب قائم کیا ہے۔

(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف میں نماز جنازہ کے اندر والی دعاء کیلئے ”ما قالو فی الصلوۃ علی الجنائزۃ وما ذکر فی ذالک من الدعاء لہ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۶ ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان) کے نام سے باب قائم کیا ہے اور قبر پر کی جانے والی دعاء کیلئے ”فی الدعاء للمیت بعد ما یدفن ویسوی علیہ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۲) کے نام سے باب قائم کیا ہے۔

(۳) امام بخاریؒ کے استاذ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف میں جنازہ والی دعاء کے لئے ”باب القراءة والدعاء فی الصلاۃ علی المیت“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۸۶ ناشر: ادارۃ القرآن کراچی) کے نام سے باب قائم کیا ہے اور قبر پر کی جانے والی دعاء کیلئے ”باب الدعاء للمیت حین یفرغ منہ“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۰۹) کے نام سے باب قائم کیا ہے۔

لیکن کسی محدث نے نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کے حق میں کوئی باب قائم نہیں کیا، محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ طرز دلیل ہے اس بات کی نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء محدثین کے ہاں ثابت نہیں ہے وگرنہ یہ حضرات ”باب الدعاء بعد صلاۃ الجنائزۃ“ کے نام سے مروجہ دعاء کے حق میں باب ضرور قائم کرتے۔ ہمیں باوجود کوشش بسار کے حدیث کی کتاب میں یہ باب نہیں ملا اگر کسی صاحب کو ملے تو باب کا نام ہم لکھ دیتے ہیں، حدیث کی کتاب کے حوالہ والی خالی جگہ کو وہ پُر کر کے ہم پر بلکہ

پوری امت مسلمہ پر احسانِ عظیم کرے۔ دید باید۔

جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء کا باب

باب الدعاء بعد صلاة الجنازة

حوالہ کیلئے جگہ خالی ہے کوئی اللہ کا بندہ اس جگہ کو پُر کرے

گیارہویں دلیل: کتب حدیث میں نماز جنازہ کے اندر والی دعائیں بھی موجود ہیں اور قبر پر پڑھی جانے والی دعائیں بھی موجود لیکن نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کے الفاظ موجود نہیں

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعاؤں کے الفاظ بھی کتب حدیث میں موجود ہیں جیسا کہ دوسرے باب میں ان دعاؤں کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، اور قبر پر کی جانے والی دعاؤں کے الفاظ بھی کتب حدیث میں موجود ہیں جیسا کہ اسی باب کے شروع کے دلائل میں ان دعاؤں کو بھی درج کر دیا گیا ہے لیکن حدیث کی کسی کتاب میں نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء کے الفاظ کو ذکر نہیں کیا گیا۔ حقیقت یہی ہے کہ ہمیں کوششِ بشار کے باوجود صراحتاً کہیں بھی نماز جنازہ کے فوراً بعد جنازہ گاہ میں ہی چار پائی سامنے رکھ کر پڑھی جانے والی دعاء صراحتاً نہیں ملی، کسی اللہ کے بندے کو وہ دعاء حدیث کی کسی کتاب میں نماز جنازہ کے بعد جنازہ گاہ کی صراحت سے ملے تو نیچے حوالہ کے ساتھ اس دعاء کو تحریر کر کے امت مسلمہ پر احسانِ عظیم فرمائے:

کوئی اللہ کا بندہ یہاں نماز جنازہ کے بعد کی مروجہ دعاء کے الفاظ حدیث کے حوالہ سے تحریر کر دے۔

جب کتب حدیث میں یا تو جنازہ کے اندروالی دعائیں ملتی ہیں یا قبر والی تو یہ دلیل ہے اس بات کی نماز جنازہ کے بعد دعاء قبر پر مسنون ہے نہ کہ جنازہ گاہ میں۔

بارہویں دلیل: مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی نماز جنازہ کے اندر کی دعاؤں اور قبر پر کی جانے والی دعاء کو ذکر کیا ہے، لیکن نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء کو حدیث کے حوالہ سے ذکر نہیں کیا

مولوی احمد رضا خان صاحب کی جامع الاحادیث میں نماز جنازہ کے اندروالی دعائیں تو لکھیں ہیں (جامع الاحادیث ج ۳ ص ۵۶ تا ۶۲ ناشر: شبیر برادرز لاہور) اور ان پر نماز جنازہ کی دعائیں، کا باب قائم بھی کیا ہے، اسی طرح قبر پر دعاء کی احادیث اور دعاء کے الفاظ بھی لکھے ہیں اور ان پر ”بعد دفن دعاء پڑھو“ اور ”بعد دفن استغفار کرو“ کے عنوان بھی قائم کئے ہیں (جامع الاحادیث ج ۳ ص ۱۹) بلکہ آگے چل کر یہ عنوان بھی قائم کیا ہے ”بعد دفن قبر پر دعا کرنا سنت ہے“ (جامع الاحادیث ج ۳ ص ۸۷) لیکن کہیں بھی اس کتاب میں ”نماز جنازہ کے بعد جنازہ گاہ میں میت سامنے رکھ کر دعاء کے مسنون ہونے کا باب قائم نہیں کیا اور نہ ہی نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء کے الفاظ حدیث کے حوالہ سے لکھے ہیں۔ اس سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء قبر پر مسنون ہے نہ کہ جنازہ گاہ میں۔

تیرھویں دلیل: جنازہ کے بعد دعاء مانگ کر چلے جانے کی صورت میں تدفین میں شرکت کی فضیلت سے محرومی

نماز جنازہ کے بعد جنازہ گاہ میں ہی دعاء سے فارغ ہونے کی صورت میں اکثر لوگ میت کی تدفین میں شرکت کئے بغیر ہی گھروں کو لوٹ جاتے ہیں، حالانکہ میت کی تدفین میں شرکت کی فضیلت بھی احادیث میں بہت زیادہ آئی ہے، چنانچہ کچھ احادیث نقل کی جاتی ہیں:

پہلی حدیث:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شہدا لجنائزۃ حتی یصلی علیہا فلہ قیراط ومن شہد ہا حتی تدفن فلہ قیراطان قیل : وما قیراطان قال : مثل الجبلین العظیمین اصغرہا احد۔“

(صحیح بخاری باب من انتظر حتی یدفن ج ۱ ص ۷۷، صحیح مسلم کتاب الجنائز ج ۱ ص ۳۰۷)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز ہو چکنے تک جنازہ کے ساتھ حاضر رہے اس کے لئے ایک قیراط اجر ہے اور جو دفن تک حاضر رہے اس کے لئے دو قیراط اجر ہے۔ عرض کیا گیا کہ دو قیراط کتنے ہوتے ہیں؟ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بڑے پہاڑوں کے برابر کہ ان کا چھوٹا اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔“

دوسری حدیث

عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فلہ قیراط ومن شہد دفنہا فلہ قیراطان۔ قال : سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن القیراط فقال مثل احد۔“

(ترمذی شریف باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی الجنائز ج ۱ ص ۱۲۴، ابن ماجہ شریف باب ماجاء فی ثواب من صلی علی جنازۃ ص ۱۱۱، ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۹۸ باب فضل الصلوۃ علی الجنائز)

”حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے ایک قیراط اجر ہے اور جو دفن تک حاضر رہا اس کے لئے دو قیراط اجر ہے، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قیراط کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: وہ اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔“

اس کے علاوہ تین قیراط تک بھی دفن کر جانے کے متعلق حدیث میں اجر آیا ہے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ج ۹ ص ۱۱۷)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ میت کی تدفین میں شرکت سے ثواب دو گنا یا تین گنا ہو جاتا ہے، جبکہ نماز جنازہ کے بعد دعاء اگر جنازہ گاہ میں ہی مانگ لی جائے تو اکثر لوگ دعاء سے فارغ ہو کر گھروں میں چلے جانے کی وجہ تدفین کی فضیلت سے محروم ہو جاتے ہیں، لیکن اگر نماز جنازہ کے بعد دعاء کا اہتمام قبر پر کیا جائے لامحالہ دعاء تدفین کے بعد ہوگی، اس طرح لوگ گھروں میں جانے کی بجائے تدفین میں بھی شرکت کریں گے اور تدفین میں شرکت کی فضیلت کو بھی پالیں گے۔ اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء قبر پر مسنون ہے نہ کہ جنازہ گاہ میں۔

چودھویں دلیل: مروجہ دعاء کو اختیار کرنے کا وبال قبر والی دعاء مسنون سے محرومی ہے:

امت کو جنازہ گاہ والی مروجہ دعاء کی ترغیب دینے کا یہ وبال سامنے آیا کہ لوگوں نے اسی دعاء کو سنت سمجھ لیا اور اس سے فارغ ہو کر عام لوگ گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور قبر پر کی جانے والی سنت دعاء سے محروم ہو جاتے ہیں حالانکہ نماز جنازہ کے بعد تدفین سے پہلے دعاء کو فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مکروہ اور ممنوع فرمایا ہے اور یہ دعاء بدعت ہے جیسا کہ اس پر تیسرے باب میں حوالہ جات نقل کئے جا چکے ہیں اور قبر پر کی جانے والی دعاء سنت ہے جیسا کہ اسی باب کے شروع میں اس پر حوالہ جات نقل کئے جا چکے ہیں تو بدعت کو اختیار کرنے کا یہ وبال سامنے آیا کہ سنت دعاء سے امت کی اکثریت محروم ہو رہی ہے اور حدیث میں بھی بدعت کو اختیار کرنے کا یہی وبال مذکور ہے کہ اس کی وجہ سے سنت سے انسان محروم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کچھ روایات نقل کی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث

عن غفیف بن الحارث الثمالی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من احداث بدعة .
(رواہ مشکوٰۃ ص ۳۱ ج ۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الثالث، مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۵)

”حضرت غصیف بن الحارث الثمالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرے گی مگر اسی مقدار میں سنت ان سے اٹھالی جائے گی، سو سنت کو مضبوطی سے پکڑنا بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔“

دوسری حدیث

اور موقع پر نبی اقدس ﷺ نے فرمایا:

”سبیلی امور کم بعدی رجال یطفنون السنة بالبدعة.“

(ابن ماجہ ص ۲۱۱، جامع العلوم والحکم ص ۴۳)

”میرے بعد کچھ لوگ تمہارے امور کے سرپرست بنیں گے وہ بدعت سے سنت کو مٹائیں گے۔“

تیسری حدیث

حضرت حسان تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ما ابتدع قوم بدعة فی دینهم الا نزاع اللہ من سننهم مثلها ثم لا یعیدھا

الیہم الی یوم القیامة.“ (دارمی ص ۲۶ مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۳۱)

”کوئی قوم دین میں بدعت نہیں نکالے گی مگر اللہ تعالیٰ اتنی ہی مقدار میں ان سے سنت اٹھالے گا اور پھر قیامت تک ان کو وہ سنت واپس نہ دے گا۔“

معلوم ہوا کہ بدعت کو اختیار کرنے کا وبال یہ ہے کہ اسی کی مثل سنت سے انسان محروم ہو جاتا ہے، ہمارے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ جو لوگ نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کی ترغیب دیتے ہیں اور اس کا اہتمام کرتے ہیں، عام طور پر اس مکروہ دعا سے فارغ ہو کر گھروں کو چلے جاتے ہیں اور قبر والی سنت دعا سے محروم ہو جاتے ہیں۔ الا یہ کہ کسی خاص آدمی کا جنازہ ہو تو اس وقت قبر پر جا کر آذان بھی کہتے ہیں اور تلقین بھی کرتے ہیں لیکن یہ بہت کم ہوتا ہے۔ کاش! کہ کوئی اہل انصاف نماز جنازہ سے پہلے قبر والی دعا کی ترغیب دے جیسا کہ مروجہ دعا کی ترغیب دی جاتی ہے، لیکن قبر والی دعا کی ترغیب

نہیں دی جاتی۔ جب نماز جنازہ پڑھانے والے خود اس کا عام طور پر اہتمام نہیں کرتے تو عوام کو اس کی ترغیب کیسے دے سکتے ہیں؟

پندرھویں دلیل: دعاء میں تجاوز کو نبی اقدس ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے

”دین اسلام ایک ایسا فطری اور معتدل مذہب ہے جس میں افراط و تفریط کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس برحق دین میں ہر چیز کو حد اعتدال پر اور موزوں و مناسب موقع اور محل پر رکھا گیا ہے، دعاء عبادت ہے لیکن اس میں بھی حد سے تجاوز ناپسندیدہ امر ہے، نبی اقدس ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

پہلی حدیث

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول: سيكون قوم يعتدون

فی الدعاء فیاک ان تكون منهم . (الحديث) (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۱۸ باب الدعاء ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور)

”بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایسی

قوم آئے گی جو دعاء میں تجاوز کرے گی پس تو اس سے گریز کر کہ کہیں تو ان میں سے ہو جائے۔“

دوسری حدیث

دوسری حدیث میں صرف یہ الفاظ ہیں:

”سيكون قوم يعتدون في الدعاء.“ (جامع صغير ج ۲ ص ۳۶)

”کہ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو دعاء میں حد سے تجاوز کرے گی۔“

تیسری حدیث

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول: يكون في هذه الامة قوم يعتدون في الدعاء والطهور.“ (متدك حاكم ج ١ ص ٥٢٠)

”بے شك ميں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ اس امت ميں ايسے لوگ بھی ہوں گے جو دعا اور طہارت ميں تجاوز کریں گے۔“

پاکيزگی ميں تجاوز يہ ہے کہ ضرورت سے زيادہ پانی استعمال کيا جائے اور دعا ميں تجاوز يہ ہے کہ جہاں دعا سنت سے ثابت نہيں وہاں اس کا اہتمام کيا جائے اور دوسروں کو اسکی ترغيب دی جائے۔ اسکی کئی صورتیں ہو سکتی ہيں مثلاً جنازہ کے ساتھ شريک ہونے والے چند قدموں کے بعد اجتماعی دعا مانگیں اور نماز جنازہ کے بعد فن سے پہلے جنازہ ميں ہی ميت سامنے رکھ کر اہتمام سے اجتماعی دعا مانگیں۔ کیونکہ ان مواقع پر اہتمام سے اجتماعی دعا سنت نہيں ہے، البتہ قبر پر کی جانے والی دعا کو سب حضرات سنت کہتے ہيں، لہذا تمام حضرات کو چاہیے کہ سنت دعا کو اختيار کریں اور بدعت سے گریز کریں۔

سولہویں دليل: مروجہ دعا کی وجہ سے سورۃ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کے پڑھنے اور سننے سے محرومی

ميت کی تدفين کے بعد سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اس کے سر کے پاس اور آخری آیات اس کے پاؤں کے پاس پڑھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ روايت ہے:

”عن عبد اللہ بن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الى قبره وليقرأ عند رأسه فاتحة البقرہ وعند رجليه بخاتمة البقرہ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان وقال الصحیح انه موقوف علیہ، مشکوٰۃ شریف ج ١ ص ١٣٩ ناشر: المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہيں ميں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ

ﷺ فرما رہے تھے: جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کو مت روکو اور اس کو جلدی ہی اسکی قبر پر لے جاؤ اور اس کے سر کے پاس سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات پڑھی جائیں اور اس کے پاؤں کے پاس سورۃ بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں۔“

معلوم ہوا کہ میت کی تدفین کے بعد سورۃ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات اسکی قبر پر پڑھنے کا حکم ہے، لیکن مروجہ دعاء کی وجہ سے یہ مبارک عمل بھی مٹا جا رہا ہے، عام لوگوں کو چونکہ یہ آیات آتی نہیں، اس لئے وہ پڑھ نہیں سکتے۔ جنازہ پڑھا کر جنازہ گاہ میں ہی دعاء کروانے والے حضرات عام طور پر مروجہ دعاء کروا کر اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے میت سمیت عام لوگ بھی اس مبارک عمل کے سننے سے محروم ہو جاتے ہیں، اگر دعاء جنازہ گاہ کی بجائے قبر پر کی جائے تو لامحالہ اس سے پہلے سورۃ بقرہ کی آیات بھی پڑھ لی جائیں گی۔ لہذا اس مبارک عمل کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء قبر پر مسنون ہے نہ کہ جنازہ گاہ میں۔

میت کی تدفین کے بعد قبر پر سورۃ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کے پڑھنے میں غیر مقلدوں کے اکابر کا اقرار

میت کی تدفین کے بعد جب قبر پر سورۃ بقرہ کی آیات پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے تو بسا اوقات غیر مقلد اس پرفتویٰ بازی کرنے لگتے ہیں حالانکہ ان کے اکابر بھی اس مبارک عمل کی تائید کر چکے ہیں۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم ”عبدالجبار غزنوی صاحب“ سے سوال کیا گیا:

”میت کو دفن کر کے قبر بنا کر ایک شخص سر کی طرف اپنی انگلی سہا بہ قبر میں گاڑ کر سورۃ بقرہ کا اوّل پڑھتا ہے، دوسرا پاؤں کی طرف اسی طرح سورۃ بقرہ کا آخر پڑھتا ہے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب میں غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

”ہاں عبداللہ بن عمرؓ سے فقط پڑھنا اول سورۃ بقرہ کا میت کے سر کی طرف اور آخر سورۃ بقرہ کا میت کے پاؤں کی طرف ثابت ہے مگر کیفیت مذکورہ در سوال کا ثبوت نہیں۔“ (فتاویٰ غزنوی ص ۱۰۲)

ہم بھی سر کی طرف انگلی قبر میں گاڑنے اور پاؤں کی طرف گاڑنے کے قائل نہیں ہے۔
الحمد للہ۔

اس کے علاوہ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵ ص ۲۰۴، ص ۲۰۳ پر بھی یہ فتویٰ مذکور ہے۔
مشہور غیر مقلد عالم ”حافظ عبداللہ مدنی“ مدرس مدرسہ لطیفیہ شولا پور لکھتے ہیں:
بموجب حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ بعد دفن سر ہانے میت کے اوائل سورۃ بقرہ اور پانچ خواتم
سورۃ بقرہ پڑھنا بھی ثابت ہے۔“ (اہل حدیث گزٹ دہلی جلد نمبر ۱۵ شمارہ نمبر ۱۱)
اس کے علاوہ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵ ص ۲۰۵ پر بھی یہ فتویٰ منقول ہے۔
غیر مقلد عبداللہ روپڑی صاحب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو اگرچہ
ضعیف قرار دیا ہے لیکن حقیقت سے انکار وہ بھی نہ کر سکے چنانچہ لکھتے ہیں:
”مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے اس میں دفن کے وقت سر کی طرف شروع آیات سورۃ بقرہ
اور پاؤں کی طرف اخیر آیات بقرہ کی پڑھنے کا ذکر آیا ہے اگرچہ یہ روایت بھی ضعیف ہے مگر مذکورہ بالا
روایت کی موید ہے، بہر صورت عمل میں کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں ضعیف بھی معتبر ہے۔“
(فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ص ۱۳۷)

اس کے علاوہ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵ ص ۲۵۸ پر بھی یہ فتویٰ مذکور ہے۔
غیر مقلد عالم ”عبدالغفار محمدی“ صاحب اس مبارک عمل کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”میں ایک جنازہ پر گیا وہاں ایک بریلیوی مولوی صاحب نے جنازہ پڑھایا، پتہ نہیں جنازہ
میں کوئی دعاء پڑھی۔ جب دفنانے سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا: کہ روایت یہ ہے کہ میت کے
سر ہانے سورۃ بقرہ کی اول آیتیں مفلقون تک اور پاؤں کی طرف آخر بقرہ آمن الرسول سے پڑھا جائے
اور اس کے بعد قبر پر میت کے لئے خالص اور خصوصی دعاء مانگنے کا حکم نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔“
(دعا بعد نماز جنازہ سنت یا بدعت ص ۱۰۷، ص ۱۰۸)

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے اکابر بھی اس عمل کی مشروعیت کے قائل تھے آج اگر کوئی غیر مقلد اس عمل کی مشروعیت کا انکار کرتا ہے تو اسکو سلفی کیسے کہا جاسکتا ہے؟ سلفی تو وہ ہے جو اپنے اسلاف کو مانیں۔

غیر مقلدین کے اکابر کی طرف سے قبر پر دعاء کی مشروعیت کا اقرار

بعض مقامات پر دیکھنے میں آیا ہے کہ غیر مقلد سابقہ عمل کے انکار کی طرح قبر پر دعاء کا انکار بھی کر دیتے ہیں حالانکہ قبر پر دعاء کے متعلق صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں جیسا کہ بعض روایات نقل کی جا چکی ہیں۔ اور خود غیر مقلدین کے اکابر بھی اس دعاء کے مشروع ہونے کا اقرار کر چکے ہیں۔ کچھ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

مشہور غیر مقلد عالم ”ثناء اللہ امرتسری“ صاحب لکھتے ہیں:

”حدیث میں آیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ قبر پر کھڑے ہو کر دیر تک یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۵۲ ناشر مکتبہ ثنائیہ سرگودھا) اس کے علاوہ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵ ص ۵۰، ۵۱ پر بھی یہ فتویٰ منقول ہے۔

غیر مقلد عالم ”محمد یونس دہلوی“ صاحب لکھتے ہیں:

”صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اپنے انتقال کے وقت لوگوں کو وصیت کی تھی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد اتنی دیر تک دعاء کرنا جتنی دیر تک ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کی بوٹیاں بنائی جاتی ہیں میں تمہاری دعاؤں کی برکت سے فرشتوں کے سوال کا جواب دے سکوں گا، اگر دفن کرنے کے بعد میت کے لئے دعاء مغفرت نہ کی گئی تو میت کی حق تلفی کی گئی۔“

(المحدیث گزٹ جلد ۸ شمارہ نمبر ۱۶ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵ ص ۲۰۴)

غیر مقلد عالم ”عبداللہ روپڑی“ صاحب لکھتے ہیں:

”میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر دعاء کرنے کی حدیث مشکوٰۃ وغیرہ میں موجود ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: وعنه قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من دفن

المیت وقف علیہ فقال استغفروا لأخیکم ثم سلوا له بالتبیت فانه الآن یسنل .

(مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر)

یعنی حضرت عثمان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دفن میت سے فارغ ہو کر قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے دعاء بخشش کرو اور اس کے لئے بارگاہ ایزدی میں ثابت قدمی کی درخواست کرو وہ اس وقت سوال کیا جاتا ہے۔“

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵ ص ۲۵۴، فتاویٰ الہدایت ج ۲ ص ۱۳۱)

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے اکابر قبر پر دعاء کے ثبوت کو تسلیم کر چکے ہیں، ان کے اقرار کے بعد اصغر غیر مقلدین کا انکار محض ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟

قبر پر کی جانے والی دعاء میں غیر مقلدین کے اکابر کی طرف سے ہاتھ اٹھانے کے ثبوت کا اقرار

بعض غیر مقلد چاہتے نہ چاہتے دفن کے بعد قبر پر دعاء کے ثبوت کا اقرار تو کر لیتے ہیں، لیکن اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ قبر پر دعاء میں اس لئے شامل نہیں ہوتے کہ آپ دعاء ہاتھ اٹھا کر کیوں کرتے ہیں؟ اور کہتے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر قبر پر دعاء کرنے کا ثبوت نہیں ہے اس لئے ہم آپ کے ساتھ دعاء میں شریک نہیں ہوتے، حالانکہ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ثبوت خود حدیث میں موجود ہے جیسا کہ اس پر ایک حوالہ پہلے دلائل کے ضمن میں کر دیا گیا ہے، اس کے علاوہ غیر مقلدین کے اکابر بھی حدیث سے اس کا ثبوت تسلیم کرتے ہیں اور قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کے قائل ہیں۔ کچھ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلد عالم ”ثناء اللہ امرتسری“ صاحب لکھتے ہیں:

”دفن کے وقت قبر پر کھڑے ہو کر دعاء کرنا ثابت ہے اور آنحضرت ﷺ عام طور پر جب مل کر دعاء کرتے تو ہاتھ بھی اٹھاتے تھے، اس لئے السلام علیکم پر قیاس کرنے کی حاجت نہیں صاف فعل

نبوی سے ثابت ہے۔“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۴۹)

غیر مقلد عالم ”علی محمد سعیدی“ صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں میت کو دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ذکر ہے جو حدیث سے ثابت ہے۔“ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵ ص ۲۰۴)

غیر مقلد عالم ”عبد المنان نوپوری“ سے سوال ہوا:

سوال: جنازہ کے بعد قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا سنت سے ثابت ہے؟

جواب میں نور پوری صاحب لکھتے ہیں:

”قبرستان میں اہل قبور کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کی حدیث صحیح ابو عوانہ میں ہے۔“ (احکام و مسائل ج ۱ ص ۲۵۶، ص ۲۵۷)

غیر مقلد عالم ”عبداللہ روپڑی“ صاحب لکھتے ہیں:

”اسی طرح قبر پر اختیار ہے ہاتھ اٹھا کر دعاء کرے یا بغیر ہاتھ اٹھائے، ہاں ہاتھ اٹھانا آداب دعاء سے ہے اس لئے اٹھانا بہتر ہے مگر لازم نہ سمجھئے۔“ (فتاویٰ الہدیث ج ۲ ص ۱۳۱)

ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کو لازم ہم بھی نہیں سمجھتے۔

غیر مقلد عالم ”عبد القہار دہلوی“ کے مصدقہ فتاویٰ جن کو غیر مقلد ”ادریس سلفی“ نے مرتب کیا ہے، میں لکھا ہے:

”صورت مسئلہ میں واضح ہو کر شرعاً قبر پر ہاتھ اٹھا کر میت کیلئے دعاء کرنا مشروع و جائز و درست ہے۔“ (ضمیمہ فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۱۴۳ ناشر: دارالافتاء جماعت غرباء کراچی)

معلوم ہوا کہ قبر پر دعاء کے متعلق غیر مقلدین کے اکابر بھی اس کا ثبوت حدیث سے تسلیم کرتے ہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب کی جامع الاحادیث کے حوالے سے بھی اس کے سنت ہونے کی صراحت گزر چکی ہے، لہذا جو دعاء اتفاقی ہے، امت کو لڑوانے کی بجائے اسکی ترغیب دی

جائے اور جو اختلافی ہے اس کو امت مسلمہ کی بھلائی میں چھوڑ دیا جائے، تاکہ امت مسلمہ اس افسوس کے موقع پر بھی ایک دوسرے کے گریبان کو پکڑنے کی بجائے اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرے۔ اس لئے کہ ایسے موقع پر انتشار پھیلانا جہاں عوام الناس کے لئے تکلیف دہ ہے وہاں خاص طور پر میت کے گھر والوں کی پریشانی میں اضافہ کا باعث ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین شم آمین۔

باب ششم

مروجہ دعاء کے اثبات میں حدیث

إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلَصُوا لَهُ الدُّعَاءَ پراستدلالالت کا علمی جائزہ
 باوجود اس کے کہ مذکورہ بالا حدیث سے محدثین نے نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد کی
 جانے والی دعاء کے خالص ہونے پر استدلال کیا ہے جس کی تفصیل دوسرے باب میں گذر چکی ہے۔
 محدثین کے طرز سے اختلاف کرتے ہوئے بعض حضرات نے اپنی کتب میں اس کو نماز جنازہ کے بعد کی
 جانے والی مروجہ دعا پر دلیل کے طور پر پیش کر دیا ہے۔ یہاں ان استدلالات کا علمی جائزہ پیش کیا جاتا
 ہے۔

استدلال نمبر ۱: حدیث

إذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء. میں ف سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز
 جنازہ کے فوراً بعد دعاء کی جائے، جو لوگ اس کے معنی کرتے ہیں کہ نماز میں اس کے لئے دعاء مانگو وہ ف
 کے معنی سے غفلت کرتے ہیں کیونکہ قاعدہ کی رو سے ف تعقیب مع الوصل کیلئے ہے۔

جواب نمبر ۱: جیسے تاخیر زمانی ہوتی ہے ایسے ہی تاخیر مرتبی بھی ہوتی ہے اور جزا کے لئے یہ بھی
 ضروری نہیں کہ وہ زمانہ کے لحاظ سے شرط سے متاخر ہو، بسا اوقات جزاء شرط کے لئے علت ہوتی ہے اور
 علت کا معلول پر مقدم ہونا ایک بین امر ہے۔ علماء اصول نے اس کی تصریح کی ہے کہ:

”إذا الجزاء قد تكون علة للشرط كان وجد النهار فالشمس طالعة.“

(شرح تلموٹ ص ۲۴۱)

کبھی جزاء شرط کے لئے علت ہوتی ہے جیسے کہ یہ مثال (ان وجد النهار فالشمس

طالعة) کہ اگر دن موجود ہے تو اس لئے کہ سورج نکل چکا ہے۔

جواب نمبر ۲: میت کے لئے نماز جنازہ میں جو دعاء کی جاتی ہے تو وہ ثناء اور درود شریف کے بعد کی جاتی ہے اور اس میں جملہ جزائیہ کی جملہ شرطیہ سے زمانی تاخیر بھی متحقق ہے اور علماء نے تصریح کی ہے: ”التراخی بزمان وان قل“ (ہامش تلویح ص ۲۴۱)
 ”کہ تراخی بہت قلیل زمانہ سے بھی متحقق ہو جاتی ہے۔“

(راہ سنت ص ۲۱۶ از امام اہل السنۃ والجماعۃ شیخ سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ)

جواب نمبر ۳: یہ قاعدہ نبی اقدس ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذہن میں بھی تھا، پھر ان حضرات نے نماز جنازہ کے فوراً بعد مروجہ دعائیں فرمائی اور حضرات محدثین کیوں اس حدیث پر نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعاء کا باب باندھتے ہیں؟ اور حضرات فقہاء کرام کیوں نماز جنازہ کے بعد دعاء کو مکروہ کہتے ہیں؟

استدلال نمبر ۲: حدیث

”اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء“

جملہ شرطیہ ہے، اذا صلیتم علی المیت شرط ہے اور فاخلصوا له الدعاء جزاء ہے اور نحو کا قاعدہ ہے کہ شرط اور جزاء میں تغایر ہوتا ہے، اور پھر شرط میں ماضی کا صیغہ اور جزاء میں امر کا صیغہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعاء کا حکم نماز جنازہ پڑھ چکنے کے بعد ہے تو حدیث کا ترجمہ ہوگا کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو پھر میت کیلئے خالص دعاء کرو۔ اگر ”فاخلصوا له الدعاء“ سے نماز جنازہ کے اندر والی دعاء مراد لی جائے تو شرط اور جزاء میں تغایر نہیں رہتا؟

جواب نمبر ۴: شرط و جزاء کے مسئلہ میں تغایر کی کچھ تفصیل ہے وہ یہ کہ یہ تغایر کبھی ذات اور ذات کا ہوتا ہے جیسے فَاذَا طَعِمْتُمْ فانتشروا میں کھانا الگ ایک حقیقت ہے اور انتشار الگ۔ اور کبھی

یہ تغایر جزا اور کل کا ہوتا ہے جیسے وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . یہاں مطلق قرآن کا پڑھنا کل ہے اور صرف اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کا پڑھنا جزو ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ .. الخ قرآن کریم کے بالکل مغایر ہے اسی طرح کبھی یہ تغایر اطلاق و تقید کا ہوتا ہے جیسے اِذَا سَأَلَ لُتْمُوهُمْ مَتَاعًا فَاسْأَلُوْهُم مِّنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ . یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جملہ شرطیہ میں جو سوال ہے وہ مطلق ہے اور جملہ جزائیہ میں جو سوال ہے وہ من و راء حجاب کے ساتھ مقید ہے۔ وہ اس سوال کے بالکل مغایر ہے جو جملہ جزائیہ میں ہے جیسا کہ کسی بھی اہل علم پر یہ مخفی نہیں ہے۔ اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ مطلق نماز جنازہ (جس میں ثناء اور درود شریف وغیرہ کا پڑھنا اور با وضو ہو کر قبلہ رخ ہو کر قیام کرنا وغیرہ سبھی کچھ ہے) کل ہے اور میت کے لئے دعاء جزو ہے اور شر و جزاء کے لئے اتنا تغایر کافی ہے۔ (راہ سنت ص ۲۱۵)

جواب نمبر ۲: نماز جنازہ کے بعد دعاء پر استدلال کرنے والے حضرات مندرجہ بالا حدیث کا ترجمہ یوں کرتے ہیں ”کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو پھر میت کے لئے خالص دعا کرو“ یہ ترجمہ غلط ہے، صحیح ترجمہ یوں ہے ”جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو خلوص دل سے اس کے لئے دعاء کرو“ لہذا یہاں ارادہ صلوٰۃ مراد ہے کہ جب تمہارا میت پر نماز جنازہ کا ارادہ ہو تو اس کیلئے خلوص سے دعا کرو۔ مشہور بریلوی عالم ”عبدالحکیم خاں اختر شاہ جاپوری“ صاحب اس حدیث کا ترجمہ یوں کرتے ہیں ”کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو خلوص دل سے اس کے لئے دعا کرو۔“

(سنن ابواؤد مترجم ج ۲ ص ۵۴۷ ناشر: فرید بک سٹال اردو بازار لاہور)

لہذا اس کا ترجمہ ”نماز جنازہ پڑھ چکو“ کرنا غلط ہے۔ وگرنہ دوسرے مقامات پر بھی قرآن و سنت میں جہاں شرط میں ماضی کا صیغہ اور جزاء میں امر کا صیغہ ہے، ترجمہ ماضی والا کرنا پڑے گا مثلاً

(۱) وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ .

(۲) اِذَا سَأَلَ لُتْمُوهُمْ مَتَاعًا فَاسْأَلُوْهُم مِّنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ .

-
- (٣) اذا قمتم الى الصلوة فاغسلوا وجوهكم.....الخ.
- (٤) اذا كنت فيهم فاقمت لهم الصلوة فلتقم طائفة منهم .
- (٥) اذا شهدت احداً كن المسجد فلا تمسن طيباً .
- (٦) واذا خرجن فليخرجن تفلات .
- (٧) اذا صلى احدكم فليضع بين يديه شيئاً .
- (٨) اذا تثنأب احدكم فى الصلوة فليكظم ماستطاع .
- (٩) اذا اتيتم الصلوة فلا تأتوها وانتم تسعون .
- (١٠) اذا توضأ احدكم فليجعل فى انفه ماء .
- (١١) اذا امت قوما فاحف بهم الصلوة .
- (١٢) اذا احدكم فاراد احدان يجتاز بين يديه فليدفع .
- (١٣) اذا توضأت فاغسل يدك .
- (١٤) اذا عرستم فاجتنبوا الطريق .
- (١٥) اذا صليتم فاقيموا صفوفكم .
- (١٦) اذا صلى احدكم للناس فليخفف .
- (١٧) اذا توضأ احدكم فاحسن وضوءه .
- (١٨) اذا صليتم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحسنوا الصلوة عليه .
- (١٩) اذا اكتحل احدكم فليكتحل وتراً .
- (٢٠) اذا اجمرتم الميت فاوتروا .
- (٢١) اذا سجد احدكم فليعتدل .
- (٢٢) اذا اتى احدكم اهله فليستتر .
-

- (۲۳) اذا اكل احدكم فلياكل بيمينه .
- (۲۴) اذا سئلتهم الله تعالى فاسئلوه الفردوس .
- (۲۵) اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح .
- (۲۶) اذا شربتم الماء فاشربوا اماء .
- (۲۷) اذا ادهن احدكم فليبدأ بحاجبيه .
- (۲۸) اذا جاء احدكم الجمعة فليفتسل .
- (۲۹) اذا استعنت فاسعن بالله .
- (۳۰) اذا صلى احدكم فليبدأ بتحميد الله .
- (۳۱) اذا بال احدكم فليرتد لبو له مكانا لينا .
- (۳۲) اذا اكل احدكم طعاماً فليذكر اسم الله .
- (۳۳) اذا ابتغيتهم المعروف فاطلبوا عند حسان الوجوه .
- (۳۴) اذا انتعل احدكم فليبدأ باليمنى .
- (۳۵) اذا حكمتهم فاعدلوا .
- (۳۶) اذا قلتم فاحسنوا .
- (۳۷) اذا دعوت الله فادع الله بطن كفيك .
- (۳۸) اذا سئلتهم الله فاسئلوه ببطون اكفكم .
- (۳۹) اذا كتب احدكم الى احد فليبدأ بنفسه .

مندرجہ بالا تمام آیات واحادیث میں بھی شرط میں ماضی کا صیغہ اور جزاء میں امر کا صیغہ ہے، لیکن ان مقامات میں مروجہ دعاء کو حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء سے ثابت کرنے والے حضرات بھی ارادہ فعل مراد لیں گے کہ جب شرط کو بجالانے کا ارادہ ہوگا تو جزاء کا

اہتمام کیا جائے گا۔ پھر حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء . ”میں ارادہ فعل مراد کیوں نہ ہوگا جبکہ محدثین بھی اس حدیث کو نماز جنازہ میں کی جانے والی دعاء پر دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اگر حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء میں شرط کے بعد جزائیہ ہے تو مذکورہ آیات اور احادیث میں بھی ف جزائیہ ہے، ان آیات اور احادیث کا معنی حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء کے معنی کی طرح کیوں نہیں کیا جاتا؟

جواب نمبر ۳: حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء کا یہ معنی ”جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کے بعد میت کے لئے خالص دعاء کرو۔“ حدیث نبوی کے خلاف ہے، کیونکہ دوسری حدیث میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”فی الصلوۃ علی المیت اخلصوا بالدعاء۔“ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۴)

”نماز میں میت کے لئے خالص دعا کرو۔“

اس حدیث میں صراحت ہے کہ خالص دعاء نماز جنازہ کے اندر ہے۔ جب خالص دعاء حدیث کی روشنی میں نماز جنازہ کے اندر ہے تو پھر خالص دعاء کو نماز جنازہ کے بعد مانگنا حدیث کی مخالفت نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

جواب نمبر ۴: یہ حدیث فقہاء احناف کے سامنے بھی تھی، ان کو تمام صرفی و نحوی، بدیع و معانی کے قوانین بھی مستحضر تھے لیکن کیا وجہ ہے کہ وہ نماز جنازہ کے بعد دعاء کو مکروہ فرماتے ہیں؟ ہم خفی ہونے کے دعویدار ہیں۔ ہمیں انکی مخالفت سے کیا فائدہ ہوگا؟

باب ہفتم

نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعاء پر پیش کئے جانے والے دلائل کا تحقیقی جائزہ

فصل نمبر ۱: قرآن کریم سے پیش کئے جانے والے دلائل کے تحقیقی جوابات
تمام دلائل پر اجمالی نظر

فقہاء کرام کا مسلمہ اصول ہے کہ عام دلیلوں سے خاص دعویٰ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن و سنت میں بیسیوں عبادات کے بے شمار فضائل موجود ہیں لیکن اگر کوئی شخص انہیں عبادات مطلقہ کو کسی خاص وقت یا کسی خاص موقع محل کے لئے اپنی طرف سے بلا دلیل یہ شرعی مقرر کرتا ہے اور اس پر بطور دلیل کے عام آیات اور عام روایات پیش کرتا ہے تو یہ فقہاء کرام کے اصول کی خلاف ورزی ہے۔ مثلاً کوئی آدمی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ نماز جنازہ میں قرآن کریم کی قرأت ضروری ہے پھر اس پر تلاوت قرآن کے عام فضائل جو کہ قرآن و حدیث میں موجود ہیں، پیش کرتا ہے تو ان عام فضائل تلاوت سے اس خاص موقع کی یعنی نماز جنازہ میں تلاوت ہرگز ثابت نہ ہوگی، تو جب تلاوت کے عام فضائل سے نماز جنازہ میں تلاوت ثابت نہ ہوگی تو یہی معاملہ نماز جنازہ کے فوراً بعد اہتمام سے اجتماعی دعاء کا ہے۔ کہ قرآن و سنت میں دعاء کے بے شمار فضائل موجود ہیں لیکن دعاء کے ان عام فضائل سے خاص موقع یعنی نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء ہرگز ثابت نہ ہوگی بلکہ اس خاص دعاء کے لئے دلیل بھی خاص درکار ہوگی۔ لیکن نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کرنے والے حضرات اس خاص دعاء پر دعاء کے عام فضائل والی آیات و احادیث سے دلیل دینا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ فقہاء کے اصولوں سے بے اعتنائی غیر مقلدین کا شیوہ ہے نہ کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین کا طرز۔

آیات سے استدلال کے تفصیلی جواب

پہلی آیت سے استدلال: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ط أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ . (البقرہ) جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں سو میں قریب ہی ہوں، دعا مانگنے والے کی دعا کو جب وہ مجھ سے دعا مانگیں قبول کرتا ہوں۔ یہ آیت اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ رات دن کے تمام اوقات میں جب بھی دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں، لہذا نماز جنازہ کے بعد بھی دعا مانگنے سے قبول ہوگی؟

جواب نمبر ۱: نماز جنازہ بھی میت کے لئے دعا ہے، جب اسکو ادا کر لیا تو اس آیت پر عمل ہو گیا، لہذا اسکی تدفین کا عمل شروع ہونا چاہیے، نماز جنازہ والی دعا کے بعد دعا کی غرض سے میت کے رکھ چھوڑنے کو اسی وجہ سے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مکروہ فرمایا ہے۔

جواب نمبر ۲: نماز جنازہ کے بعد دعا کو فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے زیادتی سے بھی تعبیر کیا ہے، کہ دیکھنے والا یہ نہ سمجھے کہ نماز جنازہ والی دعا کو کافی نہیں سمجھا گیا، کہ اس کے بعد بھی دعا کی جاری ہے، اس سے بھی معلوم ہوا نماز جنازہ والی دعا کافی ہے۔

جواب نمبر ۳: نماز جنازہ میں سلام سے پہلے چوتھی تکبیر کے بعد دعا کے آپ بھی قائل نہیں، حالانکہ اس آیت کا تقاضہ یہ ہے کہ جب ہر وقت دعا جائز ہے تو پھر سلام سے پہلے چوتھی تکبیر کے بعد بھی مسنون ہو جیسا کہ شوافع کا مذہب ہے۔ جب اس آیت سے چوتھی تکبیر کے بعد والی دعا کے مسئلہ پر استدلال کرنے والوں کو آپ درست نہیں سمجھتے تو پھر سلام کے بعد والی دعا پر استدلال کیسے درست ہوگا؟

جواب نمبر ۴: فقہاء و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ اصول ذکر کیا جا چکا ہے کہ عبادات میں اپنی طرف سے اوقات و کیفیات متعین کرنا درست نہیں ہے۔ لہذا انفرادی دعا کا ہر وقت جائز ہونا اور بات

ہے اور اجتماعی دعاء کا اہتمام اور بات ہے، انفرادی دعاء تو محل نزاع نہیں ہے وہ تو بقول احمد رضا خان صاحب کے جنازہ اٹھاتے اٹھاتے بھی کی جاسکتی ہے (رسالہ بذل الجواز مندرجہ فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۳۳) محل نزاع تو اجتماعی دعاء ہے کہ اسکی وجہ سے میت کی تدفین میں تاخیر ہوتی ہے اور احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے کہ صرف اس دعاء کے کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق و درنگ میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعاً تعیل مامور ہے (ایضاً) پھر اس آیت کے عموم پر تو آپ حضرات کا بھی عمل نہیں کہ اس کا تقاضہ تو آپکی تشریح کے مطابق یہ ہوگا کہ ہر وقت ہر طرح دعاء جائز ہو لیکن مفتی احمد یار نعیمی صاحب نے لکھا ہے: عبارات میں سے جامع الرموز، ذخیرہ، محیط، کشف الغطاء کی عبارتوں میں تو دعاء سے ممانعت ہے ہی نہیں بلکہ کھڑے ہو کر دعاء کرنے سے منع فرمایا ہے وہ ہم بھی منع کرتے ہیں (جاء الحق ج ۱ ص ۲۲۸ قادری پبلشرز لاہور) آیت کے عموم میں تخصیص تو ہوگئی۔ اور ہمارے ہاں تو کھڑے ہو کر دعاء ہوتی ہے حالانکہ احمد یار نعیمی صاحب فرما چکے یہ منع ہے؟ پھر اس آیت کے عموم میں مزید تخصیص کرتے ہوئے احمد یار نعیمی صاحب نے لکھا ہے: ”اس طرح دعا مانگنا منع ہے جس میں زیادتی کا دھوکہ ہو وہ یہی ہے کہ صف بستہ کھڑے کھڑے دعاء کریں اگر صف توڑ دی یا بیٹھ گئے تو حرج نہیں (جاء الحق ص ۲۲۸، ج ۱) یہاں بھی آیت کے عموم میں تخصیص تو آپ نے کر دی؟ تو دعاء کے وقت میں بھی آپ نے تخصیص کر دی کہ نماز جنازہ کے سلام سے پہلے چوتھی تکبیر کے بعد آپ دعاء کے قائل نہیں اور نماز جنازہ کے بعد والی دعاء کی کیفیت میں بھی تخصیص کر دی کہ یہ دعاء آپ کے ہاں صغیر توڑے بغیر کھڑے ہو کر مانگنا منع ہے تو آیت کے مفہوم میں عموم کہاں رہا؟

آیت نمبر ۲: وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ سے استدلال

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَٰخِرِينَ . (سورۃ المؤمن آیت نمبر ۶۰) ”اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا، بے شک وہ جو میری عبادت سے اونچے

کھینچتے (تکبر کرتے) ہیں، عنقریب جہنم میں جائیں گے، ذلیل ہو کر۔“ سراج احمد سعیدی صاحب اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

یہ آیت دعاء بعد نماز جنازہ کے جائز ہونے کی روشن دلیل ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی وقت کی پابندی لگائے ہر وقت دعاء مانگنے کا حکم دیا ہے، اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ہر وقت دعاء جائز نہ سمجھنے والوں کو جہنم کی ذلت آمیز سزا سنائی ہے جو اس امر کی طرف واضح اشارہ ہے کہ مانعین یا تو دعاء بعد نماز جنازہ کو اس آیت کے عموم میں شامل مان کر اسے جائز تسلیم کر لیں عافیت کا راستہ یہی ہے اگر بی بی ضد صاحبہ نے اللہ عز وجل کا حکم ماننے سے سرتابی و سرکشی پر مجبور کر رہا ہے تو پھر رب ذوالجلال کے سزا والے حکم پر یقین فرما کر بلا شک و شبہ ذلت آمیز شان سے دخول جہنم کا سفر جاری رکھیں اور وہاں دعاء نہ مانگنے کی سزا بھگتنے کے لئے لوٹوں و قووں اور بستر بندوں سمیت تیار رہیں۔ (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۱۹، ص ۲۰)

جواب نمبر ۱: نماز جنازہ چونکہ خود دعاء ہے، اس لئے الحمد للہ ہم نماز جنازہ میں دعاء مانگ کر پھر قبر پر تدفین کے بعد دعاء مانگ کر اس وعید سے بچ گئے۔ لہذا ہمیں مطعون ٹھہرانا فضول ثابت ہوا۔

جواب نمبر ۲: سعیدی صاحب نے لکھا ہے کہ اس آیت کے آخر میں ہر وقت دعاء جائز نہ سمجھنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جو حضرات شوافع نماز جنازہ کے سلام سے پہلے چوتھی تکبیر کے بعد دعاء کے قائل ہیں وہ آپ کو اس وعید کا مستحق ٹھہرائیں تو آپ کیا جواب دیں گے؟ مہا ہو جوابکم فہو جوابنا؟

جواب نمبر ۳: انفرادی دعاء کو تو ہم بھی جائز کہتے ہیں، وہ محل نزاع نہیں۔ محل نزاع تو اجتماعی دعاء ہے کیونکہ پہلے بہت سی مثالیں ذکر کی جا چکی ہیں۔ اس اصول کی وضاحت کے ضمن میں کہ بہت سے کاموں کو شریعت نے انفراداً جائز کہا ہے بلکہ اس کے کرنے پر اجر ہے لیکن اجتماعاً منع کیا گیا ہے۔

مثلاً چاشت کی نماز، تہجد کی نماز وغیرہ کو جماعت سے ادا کرنا منع ہے حالانکہ ان کے فضائل شریعت میں موجود ہیں؟ یہی معاملہ دعاء کا ہے کہ انفراداً دعاء مانگنا صحیح ہے لیکن اجتماعاً دعاء اور اسکو ضروری سمجھنا، نہ مانگنے والے پر تنقید کرنا اور اسکو جہنم کی وعید سنانا غلط ہے۔ ہم دعاء سے انکار نہیں کرتے بلکہ اس کے لئے اجتماع اور اہتمام سے انکار کرتے ہیں۔ پھر ہر وقت دعاء کو جائز سمجھنا اور بات ہے اسکو ضروری سمجھنا اور بات ہے۔ جائز کام کو چھوڑنے والے پر تنقید نہیں کی جاسکتی، جب کہ یہاں تو جہنم کی وعید سنائی جا رہی ہے۔

جواب نمبر ۴: آیت کا جو مفہوم آپ نے ذکر کیا ہے اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء مروجہ فرض ہو کہ اس کے ترک پر وعید سنائی جا رہی ہے۔ حالانکہ آپ کے ہاں یہ دعاء فرض نہیں ہے؟

آیت نمبر ۳: وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا مِنْ

سراج احمد سعیدی صاحب لکھتے ہیں۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأُولَئِكَ الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ . (الحشر آیت نمبر ۱۰)

ترجمہ: اور وہ لوگ (بھی قابل تعریف ہیں) جو ان کے بعد آویں گے (جو دعائیں) کہتے ہوں گے اے ہمارے پروردگار ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایماندار گذرے ہیں۔ (ترجمہ ثناء اللہ غیر مقلد)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان صاف دل زندہ اہل ایمان کی تعریف کی ہے جو اپنے فوت شدہ مسلمان بھائیوں کے لئے دعا مانگتے ہیں اور ان کے لئے فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ان کے اس عمل پر ان کی تعریف کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ زندہ مسلمان کی دعائے فوت شدہ مسلمان کو فائدہ دیتی ہے؟ (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنائزہ ص ۲۱، ۲۲)

مزید لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت میں من بعدہم فرمایا ہے اور وقت کی کوئی حد

مقرر نہیں۔ فرمائی اور نہ ہی ایسی قید لگائی ہے کہ مسلمان کے فوت ہونے کے بعد فلاں وقت دعا مانگو اور فلاں وقت نہ مانگو۔ اللہ تعالیٰ کے اس مطلق حکم کے باوجود اگر کوئی دفن سے پہلے دعاء کا انکار کرتا ہے تو دراصل وہ اللہ عزوجل کے اس حکم کا منکر ہے، قانونِ الہی کو اپنے زور و ضد سے توڑنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کو دعاء سے محروم کر کے اپنا الوسیدھا کرنا چاہتا ہے۔ دیکھئے جو دعاء دفن کے بعد جائز ہو جاتی ہے وہ دعاء دفن سے قبل کیوں جائز نہیں؟ (ایضاً ص ۲۲)

جواب نمبر ۱: ہم الحمد للہ نماز جنازہ کی صورت میں جو کہ خود دعاء ہے، دعاء مانگ کر اس آیت کے تقاضہ پر عمل کر چکے دفن سے پہلے دعاء سے ہم نے منع نہیں کیا بلکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، ہم تو ان کے موقف کو نقل کرنے والے ہیں، اور دفن کے بعد دعاء کا ثبوت صراحۃً احادیث میں موجود ہے اور محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحۃً اجازت عنایت فرمائی ہے، اور احادیث پر محدثین نے صراحۃً تدفین کے بعد دعاء کے باب قائم کئے ہیں چنانچہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے قبر پر کی جانے والی دعاء کیلئے ”باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۵) کے نام سے باب قائم کیا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعاء کیلئے ”فی الدعاء للمیت بعد ما دفن ویسوی علیہ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۲) کے نام سے باب قائم کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے باب الدعاء للمیت جین یفرغ منہ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۰۹) لیکن کسی محدث نے نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے والی دعاء کیلئے کوئی باب ”باب الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ قبل الدفن“ کے نام سے قائم نہیں کیا، پھر ان محدثین نے قبر پر کی جانے والی دعاؤں کو صراحۃً ان ابواب کے تحت درج فرمایا ہے لیکن جنازہ گاہ میں کی جانے والی مروجہ دعاء کے الفاظ کو کسی محدث نے ذکر نہیں فرمایا۔ اس لئے ہم پر ناراض ہونے کی ضرورت نہیں، آپ کی یہ فتویٰ بازی ہم پر نہیں بلکہ محدثین اور فقہاء رحمہم اللہ پر ہے کہ جنہوں قبر پر کی جانے والی دعاؤں کو تو ذکر کیا، لیکن جنازہ گاہ والی مروجہ دعاء کو ذکر نہ کیا اور اپنی کتب میں محدثین نے

دفن کے بعد والی دعاء کے ابواب تو قائم کر دیئے لیکن دفن سے پہلے والی جنازہ گاہ میں مروجہ دعاء کے ابواب قائم نہیں کئے۔

جواب نمبر ۲: اگر کوئی امام شافعی کا مقلد نماز جنازہ کے سلام سے پہلے چوتھی تکبیر کے بعد والی دعاء کو ثابت کرنے کیلئے اس آیت سے استدلال کرے اور جناب سے منع کی دلیل طلب کرے اور پھر جناب پر فتویٰ بازی کرے تو جناب کا جواب کیا ہوگا؟

عام طور پر تقاضہ کیا جاتا ہے کہ اس سے منع کی دلیل دکھاؤ تو اس کا تفصیلی جواب پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جس چیز کو آپ ﷺ نے کیا اس کا کرنا سنت ہے اور جس کو نہ کیا یعنی جو کام نہ کیا اس کا چھوڑنا سنت ہے۔ لہذا ہم نبی اقدس ﷺ کی اتباع میں نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعاء نہیں کرتے۔ اگر کسی کو اس دعاء کے کروانے پر اصرار ہے تو وہ نبی اقدس ﷺ سے صراحۃً مروجہ دعاء کی طرح دعاء کرنا اور اس سے پہلے جو پڑھا جاتا ہے اس کا اجتماعاً جنازہ گاہ میں پڑھنا ثابت کر دے ہم ضدی نہیں، ہم تو نبی اقدس ﷺ کی سنت پر عمل کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں، اگر کوئی اس ہیئت کے ساتھ ثابت کر دے گا ہم بھی اس عمل میں آپ کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے بلکہ اس دعاء کی آپ سے بھی زیادہ ترغیب دیا کریں گے، وگرنہ ہمیں معذور سمجھیں ہم نبی اقدس ﷺ کی سنت کو محض رائے کی بناء پر قبول نہیں کر سکتے۔ نہ ہم میت کے لئے انفرادی دعاء کے منکر ہیں اور نہ ہی شرعی ایصال ثواب کے اگر جناب نے ہمارے بارے میں کوئی بات ایسی سنی ہے تو وہ غلط ہے۔

آیت نمبر ۴: وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا سے استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ط وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ . (سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۲۶)“ اور دعاء سنتا ہے ایمان والوں کی جو بھلے کام کرتے ہیں اور زیادہ دیتا ہے ان کو اپنے فضل سے اور جو منکر ہیں ان کے لئے

سخت عذاب ہے۔“ (ترجمہ محمود حسن دیوبندی)

وجہ استدلال

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور اس کی کوئی قید نہیں لگائی کہ دعا مانگنے والوں کی کوئی اور کس وقت کی دعا قبول فرماتا ہے اور کون سی کس وقت کی دعا رد فرماتا ہے یہ آیت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مومن کی ہر دعا ہر وقت مشرف قبولیت حاصل کرتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس میں نماز جنازہ کے بعد والی دعا بھی شامل ہے کیونکہ اس کی منع کی کوئی دلیل نہیں ہے لہذا یہ آیت بھی نماز جنازہ کے بعد والی دعا کے جواز کا روشن ثبوت قرار پائی۔ واللہ الحمد۔ لہذا نماز جنازہ کے بعد دعا مانگ کر اپنے ایمان کا ثبوت دیجئے اور اللہ تعالیٰ کا زیادہ فضل حاصل کر کے دعا کے منکروں کے لئے سخت عذاب کا سامان تیار کریں۔ (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۲۳)

جواب نمبر ۱: موصوف نے علماء دیوبند کا ترجمہ نقل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا اس آیت سے علماء دیوبند بھی مانتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ علماء دیوبند تو اس مروجہ دعا کو ممنوع اور فقہاء کرام کے موقف کی روشنی میں مکروہ اور بدعت کہتے ہیں۔ پھر علماء دیوبند کا ترجمہ نقل کرنے سے کیا حاصل؟ اور یہ آیت دعا کی قبولیت پر دلالت کرتی ہے نہ کہ مروجہ دعا پر۔ دعا کا ثبوت الگ مسئلہ ہے، اور اس کی قبولیت اور عدم قبولیت الگ مسئلہ ہے، اگر دعا قرآن و سنت کے مطابق ہے اور مانگنے والے کی نیت بھی ٹھیک ہے وہ کسی گروہ کی علامت کے طور پر یا دکھلانے کے لئے نہیں مانگتا تو اس کی دعا قبول ہوگی وگرنہ قبول نہ ہوگی، یہی بات تو ہم سمجھنا چاہتے ہیں کہ یہ آیت نبی اقدس ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین، ائمہ کرام و محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی تھی، پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے اس طرح مروجہ دعا کا اہتمام نہیں کیا اور یہ کہنا کہ منع کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ درست نہیں کیونکہ فقہاء کرام کی منع کی عبارات سے کون عالم واقف نہیں تو پھر ایک ایسے آدمی کے منہ سے جو فقہاء کی تقلید کا بھی مدعی ہے اور اپنے آپ کو خفی بھی کہتا ہے ایسی بات کیسے جچتی ہے؟ مروجہ دعا سے منع

کرنے والے فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ ہیں ان پر فتویٰ بازی آخر کن کا وطیرہ ہے؟ نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعاء کا اہتمام اگر ایمان کا ثبوت ہے تو (نعوذ باللہ من ذالک) نبی اقدس ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ کرام، محدثین عظام سے تو اس طرح اجتماعی کا ثبوت نہیں، پھر کیا یہ فتویٰ ان پر نہ لگے گا؟

جواب نمبر ۲: اس آیت میں ایمان لانے اور عمل صالح کرنے پر دعاء کی قبولیت کا ذکر ہے، اس دعاء سے تو فقہاء کرام نے منع کیا ہے، نبی اقدس ﷺ اور صحابہ کرام نے اس طرح اجتماعی دعاء کا اہتمام نہیں فرمایا تو یہ عمل صالح بھی نہ ہوگا بلکہ بدعت ہوگا، بدعت کی قبولیت تو کسی حال میں نہیں ہوتی وہ تو مردود ہے۔

پھر موصوف نے دعاء نہ مانگنے والوں پر فتویٰ کفر صادر فرماتے ہوئے تفسیر عثمانی کا بھی اس کے بعد حوالہ دیا ہے۔ تفسیر عثمانی کی عبارت نقل کرتے ہوئے بریکٹ میں دعاء کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں چنانچہ لکھا ہے:

”رہ گئے منکر (دعاء) اور پکے کافر جن کو مرتے دم تک رجوع (دعا اور کفر سے) توبہ کی توفیق میسر نہیں ہوتی ان کا انجام اگلے جملہ ”لھم عذاب شدید ان کے لئے سخت عذاب ہے میں مذکور ہے (تفسیر عثمانی)“۔ (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۲۴) تفسیر عثمانی کی اتنی سی عبارت میں سراج احمد سعیدی صاحب نے چار تحریفات کی ہیں۔ اصل عبارت تفسیر عثمانی کی ملاحظہ فرمائیں:

”رہ گئے منکر اور پکے کافر جن کو مرتے دم تک رجوع و توبہ کی توفیق میسر نہیں ہوئی ان کا انجام اگلے جملہ میں مذکور ہے (تفسیر عثمانی ص ۶۴۶ حاشیہ نمبر ۶ مطبوعہ پاک کمپنی لاہور) موصوف نے تفسیر عثمانی سے اپنا مطلب نکالنے کے لئے اس میں درج ذیل چار تحریفات کی ہیں (۱) لفظ منکر کے بعد دعا کا لفظ بریکٹ میں اپنی طرف سے بڑھا دیا (۲) لفظ رجوع کے بعد ”دعا اور کفر سے“ والے بریکٹ کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے (۳) عبارت اگلے جملہ کے بعد ”لھم عذاب شدید“ کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے (۴) تفسیر عثمانی میں لکھا ہے ”توبہ کی توفیق میسر نہیں ہوئی“، سعیدی صاحب نے

اسکویں لکھ دیا: ”توبہ کی توفیق میسر نہیں ہوتی“ کہاں یہ الفاظ کہ توبہ کی توفیق میسر نہیں ہوئی اور کہاں یہ تحریف کہ توبہ کی توفیق میسر نہیں ہوتی؟ سعیدی صاحب نے صرف ایک عبارت کے نقل کرنے میں چار تحریفات کی ہیں۔ جس دعاء کو ثابت کرنے کے لئے امانت و دیانت کا دامن چھوڑ کر انسان تحریفات پر مجبور ہو جائے اس دعاء کا اللہ ہی حافظ ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جواب نمبر ۳: مذکورہ آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو اپنے فضل سے نوازتا ہے لیکن جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور کفر اختیار کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، سعیدی صاحب نے اس آیت کا جو مطلب بیان کیا ہے اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ دعاء کا نہ مانگنا کفر ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے؟

آیت نمبر ۵: آیت فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ... سے استدلال کا جواب

سراج احمد سعیدی صاحب آیت فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَاَرْغَبْ (۱)ے محبوب (جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب کی طرف رغبت کرو) (کنز الایمان) (ایضاً ص ۲۴) سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مندرجہ بالا آیت کریمہ اور اس کی تفسیر سے ثابت ہو گیا کہ نماز فرض بلکہ ہر نماز کے بعد دعاء مانگنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ حبیب خدا سید الانبیاء اور آپ کی امت کو اللہ پاک نے اس اعزاز سے سرفراز فرمایا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو قرآن مجید کے جلیل القدر مفسر ہیں اور امام قتادہ، امام ضحاک، امام مقاتل اور امام کلبی رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ اس آیت میں نماز کے بعد دعاء مانگنے کا ارشاد و اعلان ہے۔ صلاۃ مکتوبہ نماز فرض کو کہتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ نماز جنازہ بھی فرض ہے۔ اُسے فرض مان کر اس کے بعد دعاء نہ مانگنا انتہائی زیادتی اور مندرجہ بالا آیات و شواہد کی تضحیک اور ان کی صریح خلاف ورزی ہے۔ (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۲۸)

جواب نمبر ۱: آیت فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ میں فراغت اور محنت

سے کیا مراد ہے؟ مفسرین نے اسکی مختلف تفہیریں نقل کی ہیں مثلاً (i) تفہیر در منشور میں روایت ہے:

”عن ابن عباس قال اذا فرغت من صلواتك وتشهدت فانصب إلى

ربك واسأ حاجتك .“ (در منشور ج ۵ ص ۳۶۵)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہوں

اور تشہد پڑھیں تو اپنے رب کی طرف محنت کریں اور اس سے اپنی حاجت طلب کریں۔

(ii) تفہیر خازن میں لکھا ہے:

”وقال ابن مسعود اذا فرغت من الفرائض فارغب الى قيام الليل .“

(تفہیر خازن ج ۴ ص ۲۹۰)

”حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب آپ فرائض سے فارغ ہوں تو قیام

اللیل یعنی تہجد کی نماز میں محنت کریں۔“ اس کے علاوہ تفہیر قرطبی (ج ۲ ص ۱۰۹) تفہیر ابن کثیر (ج ۳

ص ۶۵۳) تفہیر نسفی (ج ۳ ص ۳۶۶) تفہیر کبیر (ص ۷ پ آخری) تفہیر طبری (ج ۳ ص ۲۳۶) میں

اس آیت کی درج تفہیریں نقل کی گئی ہیں:

(iii) حضرت مجاہد فرماتے ہیں:

”اذا فرغت من اثر دنیاك فانصب وصل.“

”جب آپ دنیاوی کام سے فارغ ہوں تو محنت کریں اور نماز پڑھیں۔“

(iv) حضرت حسن بصری فرماتے ہیں:

”اذا فرغت من الغزو فاجتهد في العبادة.“

”جب آپ جنگ سے فارغ ہوں تو عبادت میں محنت کریں۔“

(v) حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اذا فرغت من التشهد فادع لدنياك و آخرتك .“
 ”جب آپ تشہد سے فارغ ہوں تو دنیا اور آخرت کی دعائیں مانگیں۔“

(vi) حضرت علی بن طلحہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”اذا كنت صحيحاً فانصب يعني اجعل فراغك نصباً في العبادة .“
 ”جب آپ حالت صحت میں ہوں تو محنت کریں یعنی اپنا فارغ وقت عبادت میں محنت کے اندر خرچ کریں۔“

(vii) حضرت حسن بصری کے ساتھ حضرت قتادہ سے اس کی یوں بھی تفسیر مروی ہے:

”اذا فرغت من جهاد عدوك فانصب في صلوتك .“
 ”جب آپ دشمن کے ساتھ جہاد سے فارغ ہو جائیں تو اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیے۔“
 (viii) حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اذا فرغت من امر الخلق فاجتهد في عبادة الحق .“
 ”جب آپ مخلوق کے معاملہ سے فارغ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خوب محنت کیجئے۔“
 (ix) مشہور بریلوی عالم ”مفتی احمد یار نعیمی صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
 ”کیونکہ نماز کے بعد دعا زیادہ قبول ہوتی ہے خصوصاً نماز تہجد کے بعد یا معنی یہ ہیں کہ جب تم تبلیغ سے فارغ ہو تو دوسرے کام میں کوشش کرو کیونکہ بے کار رہنا ممنوع ہے۔“

(تفسیر نور العرفان ص ۹۸۶ حاشیہ نمبر ۱۷ جو کہ صفحہ نمبر ۹۵۰ کا بقیہ ہے، ناشر: پیر بھائی کمپنی لاہور)

(x) مشہور بریلوی عالم مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے آیت فاذا فرغت فانصب کے ترجمہ: تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعاء میں محنت کرو کے حاشیہ نمبر ۶ کے تحت لکھا ہے یعنی آخرت کی اور حاشیہ نمبر ۷ کے تحت لکھا ہے کہ دعا بعد نماز مقبول ہوتی ہے۔ اس سے مراد آخر نماز کی وہ دعا ہے جو نماز کے اندر ہو یا وہ دعا جو سلام کے بعد ہو اس میں اختلاف ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان ص ۱۰۹۹ ناشر: اتفاق پبلشرز لاہور)

معلوم ہوا کہ آیت فاذا فرغت فانصب کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں سعیدی صاحب نے صرف اپنے مطلب کے اقوال نقل کر کے دوسروں پر فتویٰ بازی شروع کر دی ہے، سعیدی صاحب کے بقول اس آیت سے اگر نماز کے بعد دعاء ثابت نہ ماننے والے مندرجہ بالا آیات و شواہد کی تضحیک و توہین کرنے والے ہیں تو پھر یہ فتویٰ نعوذ باللہ من ذالک حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور دیگر بزرگ ہستیوں پر بھی لگے گا کہ جنہوں نے صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد دعاء کو اس آیت سے ثابت نہیں کیا؟ پھر مفتی احمد یار نعیمی صاحب اور نعیم الدین مراد آبادی صاحب جنہوں نے سعیدی صاحب کے الٹ تفسیر لکھی ہے کیا یہ فتویٰ ان پر بھی لگے گا؟ ذرا حوصلہ کر کے یہی فتویٰ جو ہم پے لگا رہے ہیں ان پر بھی لگائیں، دیکھتا ہوں کہ کیا بھاؤ بکتی ہے؟ دیدہ باید۔

تفسیر خزائن العرفان میں بددیانتی

سعیدی صاحب مولوی نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر خزائن العرفان کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ”صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: دعائیں محنت کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ ہر دعا بعد نماز قبول ہوتی ہے۔“ (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۲۶، ص ۲۷) حالانکہ ان کی مکمل عبارت جو اس آیت کے تحت منقول ہے حوالہ نمبر ۱۰ کے تحت لکھی جا چکی ہے، اس میں حاشیہ نمبر ۶ کے تحت لکھا ہے یعنی آخرت میں اور حاشیہ نمبر ۷ کے تحت لکھا ہے کہ دعا بعد نماز مقبول ہوتی ہے اس سے مراد آخر نماز کی وہ دعا ہے جو نماز کے اندر ہو یا وہ دعا جو سلام کے بعد ہو اسمیں اختلاف ہے۔“

غور فرمائیں! مراد آبادی صاحب کی عبارت میں ہر نماز کا لفظ نہیں بلکہ دعا بعد نماز کا لفظ ہے، سعیدی صاحب نے لفظ نماز سے پہلے ”ہر“ کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔ اس کے بعد مراد آبادی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، لیکن سعیدی صاحب اس عبارت کو اپنے

خلاف پا کر ہضم کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جواب نمبر ۲: نماز جنازہ کو موصوف نے صلوٰۃ مکتوبہ میں شمار کر کے اس کے بعد دعاء کا حکم لگایا ہے، حالانکہ صلوٰۃ مکتوبہ کا اطلاق پنج وقتی فرض عین نمازوں پر ہوتا ہے نہ کہ نماز جنازہ پر، نماز جنازہ تو میت کے لئے دعاء اور استغفار کا نام ہے۔ نماز جنازہ کے صلوٰۃ مکتوبہ نہ ہونے پر درج ذیل دلائل اور قرآن پیش کئے جاسکتے ہیں۔

نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں

دلیل نمبر ۱: صلوٰۃ مکتوبہ کا اطلاق پنج وقتی فرض عین نمازوں پر ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ ان نمازوں کو وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہے، نہ ان کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے اور نہ بلا وجہ تاخیر سے پڑھنا جائز ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا“ (سورۃ نساء آیت نمبر ۱۰۳)

”بے شک نماز مومنوں پر وقت مقرر پر فرض کی گئی ہے۔“

معلوم ہوا صلوٰۃ مکتوبہ وہ ہے کہ جس کا کوئی وقت مقرر ہو جب کہ نماز جنازہ میں وقت کی پابندی نہیں ہوتی، لہذا نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ میں داخل نہ ہوگا۔

دلیل نمبر ۲: محدثین اپنی کتب میں اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے روایات لائے ہیں کہ ادھر جنازہ تیار ہوا اور اسی وقت پنج وقتی نماز کی ادائیگی کا وقت ہو جائے تو ان دونوں میں سے کس کو پہلے ادا کیا جائے، پنج وقتی نماز کے اس مسئلہ میں تقابل کے موقع پر روایات میں محدثین نے صلوٰۃ مکتوبہ کا اطلاق پنج وقتی نماز پر کیا ہے نہ کہ نماز جنازہ پر۔ کچھ روایات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت سعید بن مسیب، حضرت اشعث، حضرت حسن بصری اور حضرت ابن سیرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اذا حضرت الجنازة والصلاة المكتوبة يبدأ بصلاة المكتوبة.“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۳۷ اناشر تالیفات اشرفیہ)

”جب حاضر ہو جائے جنازہ اور صلوٰۃ مکتوبہ تو صلوٰۃ مکتوبہ سے ابتداء کی جائے گی۔“

(۲) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق روایت ہے:

”انه حضر جنازة و حضرت الصلاة فبدأ بالمكتوبة.“ (ایضاً)

”نماز جنازہ اور صلوٰۃ مکتوبہ آ موجود ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صلوٰۃ مکتوبہ سے ابتداء کی۔“

(۳) حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”يبدأ بالمكتوبة (أيضاً) ایسے موقع پر صلوٰۃ مکتوبہ سے ابتداء کی جائے گی۔“

(۴) حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

”اذا حضرت صلوٰۃ مكتوبة وجنازة بدئ بالمكتوبة.“

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۵ ناشر: المجلس العلمی وادارة القرآن کراچی)

”جب صلوٰۃ مکتوبہ کا وقت ہو جائے اور جنازہ بھی موجود ہو تو صلوٰۃ مکتوبہ سے ابتداء کی جائے گی۔“

(۵) عن سعيد بن أبي عروبة قال رأيت الحسن ووضع جنازة عند صلوٰۃ

المغرب فبدأ فصلی على الجنازة ثم صلی المغرب بعد ذالك فذكرت ذالك

لقتادة فقال: لو كان بدأ بالمكتوبة.“ (ایضاً)

”حضرت سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت حسن بصری

رحمۃ اللہ علیہ کو اور جنازہ نماز مغرب کے وقت لایا گیا تو آپ نے پہلے نماز جنازہ پڑھائی پھر نماز مغرب

پڑھائی اس کے بعد، پھر اس بات کا تذکرہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کیا گیا، تو آپ نے فرمایا:

کاش! کاش! کہ وہ (حضرت حسن بصری) صلوٰۃ مکتوبہ پہلے پڑھاتے۔“

(۶) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”اذا حضرت الجنائز وصلاة المكتوبة فابدؤوا بالمكتوبة.“

(ایضاً ص ۵۲۶)

”جب جنازہ آجائے اور صلوٰۃ مکتوبہ کا وقت بھی آجائے تو پہلے صلوٰۃ مکتوبہ کو ادا کرو۔“

(۷) عن ابن المسيب مثل قول علي: يبدأ بالمكتوبة. (ایضاً)

”حضرت سعید ابن مسیب سے بھی حضرت علیؓ کے قول کی طرح مروی ہے کہ پہلے صلوٰۃ

مکتوبہ کو ادا کیا جائے۔“

ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ جب میت بھی آ موجود ہو اور نماز مکتوبہ کا بھی وقت ہو تو پہلے پنج وقتی نماز کو ادا کیا جائے گا پھر میت پر نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں ورنہ اس مسئلہ میں اس کا نماز مکتوبہ یعنی فرض عین پنج وقتی نماز کے ساتھ تقابل یوں نہ کیا جاتا۔

دلیل نمبر ۳: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مروی ہے کہ نماز جنازہ کی امامت کا مستحق امام مسجد ہے، کیونکہ صلوٰۃ مکتوبہ یعنی پنج وقتی نماز میں وہ امام ہے تو پھر میت پر نماز جنازہ میں وہ امام کیوں نہ ہوگا؟ چنانچہ اسی مسئلہ کی وضاحت میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت یوں نقل کی گئی ہے:

”اخبّرنا ابو حنیفہ عن حماد عن ابراهيم في الصلوة على الجنائز قال :

يصلى عليها ائمة المساجد وقال ابراهيم : ترضون بهم في صلوا تكلم المكتوبات ولا ترضون بهم الموتى ؟ قال محمد : وبه نأخذ ينبغي للولي أن يقدم امام المسجد ولا يجبر على ذلك وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى.“

(کتاب الآثار بروایہ امام محمد ص ۶۲ ناشر: مکتبہ امدادیہ ملتان)

”ہمیں خبر دی ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ روایت کرتے ہیں حماد رحمۃ اللہ علیہ سے، وہ

روایت کرتے ہیں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ میت پر نماز جنازہ کے بارے میں انہوں نے فرمایا:

میت پر نماز جنازہ آئمہ مساجد پڑھائیں گے اور حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم لوگ ان پر مکتوبہ نمازوں میں راضی ہو اور مردوں پر نماز میں راضی نہیں؟ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اور اسی بات کو ہم لیتے ہیں۔ میت کے ولی کے لئے مناسب یہ ہے کہ مسجد کے امام کو آگے کرے اور اس کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور یہی قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔“

اس روایت میں بھی پنج وقتی نماز پر صلوٰۃ مکتوبہ کا اطلاق ہوا ہے نہ کہ نماز جنازہ پر۔ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں۔

دلیل نمبر ۴: پنج وقتی نماز کے صلوٰۃ مکتوبہ ہونے اور نماز جنازہ کے صلوٰۃ مکتوبہ نہ ہونے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صلوٰۃ مکتوبہ کا ادا کرنا ہر آدمی پر فرض ہے جبکہ نماز جنازہ کا ادا کرنا ہر آدمی پر فرض نہیں بلکہ یہ فرض کفایہ ہے، کچھ لوگ بھی ادا کر لیں گے تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے صلوٰۃ مکتوبہ کے چھوڑنے والے کے متعلق نبی اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس کو جان بوجھ کر چھوڑنے والے سے میں بری الذمہ ہوں چنانچہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

”عن ابی الدرداء قال : او صانی خلیلی ان لا تشرک باللہ شیئاً وان قطعت وحرقت ولا تترك صلوٰۃ مکتوبہ متعمداً فمن تركها متعمداً فقد برئت منه الذمة ولا تشرب الخمر فانها مفتاح کل شر.“ رواہ ابن ماجہ۔

(مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۵۹ کتاب الصلوٰۃ، الفصل الثالث، ناشر: المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

”حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے وصیت کی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا چاہیے تیرے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تجھے جلادیا جائے اور صلوٰۃ مکتوبہ کو جان بوجھ کر نہ چھوڑنا، سو جس نے اس کو جان بوجھ کر چھوڑا تو یقیناً میں اس سے بری الذمہ ہوں۔“

نماز جنازہ کو کوئی شخص جان بوجھ کر چھوڑ دے تو سعیدی صاحب کا موقف بھی یہی ہے کہ کچھ

حضرات کے پڑھنے سے اداء ہو جائے گا، جان بوجھ کر اس کو چھوڑنے والا گناہگار نہ ہوگا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں۔

دلیل نمبر ۵: محدثین کے ہاں بھی نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں

محدثین کے فہم سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں بلکہ صلوٰۃ مکتوبہ سے مراد پنج وقتی نماز ہے چنانچہ دلیل نمبر ۲ کے تحت مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے جو تین روایات ذکر کی گئی ہیں ان پر امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب قائم کیا ہے۔

”فی الجنائزۃ تحضرو صلوٰۃ المکتوبۃ یا یہما یبدأ۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۳)

مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے دلیل نمبر ۲ کے تحت جو چار روایات ذکر کی گئی ہیں، ان کے شروع میں امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب قائم ہے:

”باب اذا حضرت المکتوبۃ والجنائزۃ۔“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۵)

محدثین کے اس طرز سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ صلوٰۃ مکتوبہ سے مراد پنج وقتی نماز ہے

نہ کہ نماز جنازہ۔

دلیل نمبر ۶: فقہاء کرام کے ہاں نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں

فقہاء کرام کے طرز استدلال سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں۔ چنانچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار کے حوالہ سے دلیل نمبر ۳ کے تحت گزر چکا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کا فرمان حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ تم لوگ مکتوبہ نمازوں میں مسجد کے امام کو پسند کرتے ہو جنازہ میں کیوں پسند نہیں کرتے؟ امام محمد نے اس کے بعد فرمایا ہے وہ ناخذ کہ اسی موقف کو ہم لیتے ہیں، پھر فرمایا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے (کتاب الآثار ص ۶۲) اس کے علاوہ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ کے مسجد میں ممنوع ہونے کی وجہ یہ بھی لکھی

ہے کہ مسجد مکتوبہ نمازوں کو اداء کرنے کے لئے بنائی جاتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

”وَلَا يَصْلِي عَلَى مِيتٍ فِي مَسْجِدٍ جَمَاعَةٌ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مِنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا أَجْرَ لَهُ وَلَا نَهْ بَنِي لَا دَاءَ الْمَكْتُوباتِ .“

(ہدایہ ج ۱ ص ۱۸۱ ناشر: مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

”جماعت والی مسجد میں میت پر نماز جنازہ نہیں اداء کی جائے گی، نبی ﷺ کے فرمان کی وجہ سے جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے اور اس لئے کہ مسجد مکتوبہ نمازوں کو ادا کرنے کیلئے بنائی گئی ہے۔“

اگر نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ ہوتی تو وہ بھی مسجد میں جائز ہوتی، مسجد میں نماز جنازہ کا جائز نہ ہونا دلیل ہے اس بات کی کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ کہ سراج احمد سعیدی صاحب نے مذکورہ آیت کے تحت مختلف مفسرین کے حوالے دیکر صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد جو دعاء ثابت کی ہے، ان حوالوں کا نماز جنازہ کے بعد مر وجہ دعاء کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں کیونکہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں اور زیادہ سے زیادہ ان حوالہ جات اور عبارات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان عبارات کی روشنی میں پنج وقتی نماز کے بعد دعاء پر استدلال کیا جاسکتا ہے جس کے ہم بھی قائل ہیں، لہذا یہ حوالہ جات سعیدی صاحب کیلئے کسی طرح بھی مفید نہیں ہو سکتے۔

جواب نمبر ۳: نماز جنازہ دعاء ہے نہ کہ نماز

نماز جنازہ کو دوسری نمازوں پر قیاس کر کے سعیدی صاحب نے اس کے بعد بھی دوسری نمازوں کی طرح دعاء کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ نماز جنازہ میں دعاء والا پہلو غالب ہے، اسکو نماز محض اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ نماز کی طرح اس میں بھی بعض شرائط کا خیال رکھنا (مثلاً سمت قبلہ، طہارت وغیرہ)

ضروری ہے۔ ورنہ دیکھ لیجئے کہ اسمیں نہ رکوع، نہ سجدہ اور نہ قعدہ۔ اگر کل کو کوئی ایسا شخص کھڑا ہو جائے جو دعویٰ کرے کہ نماز جنازہ میں رکوع بھی ہے اور دلیل یہ دے کہ ہر نماز میں رکوع ضروری ہے لہذا اس میں بھی رکوع ہوگا، کوئی اور کھڑا ہو جائے کہ نماز جنازہ میں سجدہ بھی ضروری ہے اور دلیل یہ دے کہ نماز جنازہ بھی نماز ہے اور ہر نماز میں سجدہ ضروری ہے لہذا نماز جنازہ میں بھی سجدہ ضروری ہے، کوئی تیسرا شخص کھڑا ہو جائے اور دعویٰ کرے کہ نماز جنازہ میں قعدہ بھی ضروری ہے، اور دلیل یہ دے کہ ہر نماز میں قعدہ ضروری ہے، لہذا نماز جنازہ بھی نماز ہے۔ اس میں بھی قعدہ ضروری ہوگا۔ میں سعیدی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ حضرات قرآن وحدیث سے نماز جنازہ میں سجدہ، رکوع اور قعدہ کو ثابت کرنے کیلئے نماز میں رکوع، سجدہ اور قعدہ والی آیات اور احادیث سے استدلال بھی شروع کر دیں اور نماز جنازہ میں سجدہ ورکوع اور قعدہ نہ کرنے والوں پر فتویٰ بازی بھی شروع کر دیں تو سعیدی صاحب کیا جواب دیں گے؟ سعیدی صاحب بھی یہی کہنے پر مجبور ہوں گے کہ نماز جنازہ کا معاملہ دیگر نمازوں سے مختلف ہے۔ دیگر نمازوں والے دلائل نماز جنازہ میں نہیں پیش کئے جاسکتے، تو ہم بھی کہتے ہیں کہ دعا کے مسئلہ میں بھی نماز جنازہ کا معاملہ دیگر نمازوں سے مختلف ہے کیونکہ نماز جنازہ خود دعا ہے پہلے باب میں اس پر مختلف دلائل پیش کئے جا چکے ہیں، یہاں مزید کچھ دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) عن منصور قال : قلت لابرہیم علی المیت شیئی موقت قال لا اعلمہ .

قال سفیان : وبلغنا ان ابراہیم قال علیہ الدعاء والاستغفار . (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)
 ”حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میت پر کوئی چیز نماز جنازہ میں متعین ہے؟ آپ نے فرمایا: میں اسکو نہیں جانتا، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نماز جنازہ میں میت پر دعا اور استغفار کی جائے گی۔“

(۲) اخبرنا ابن طاؤس عن ابیہ وقلت له افضل ما یقال علی المیت الاستغفار .

(ایضاً ص ۴۹۳)

”ہمیں حضرت ابن طاؤس نے خبر دی، وہ اپنے باپ حضرت طاؤس سے روایت ہے کہ میں نے اس کو کہا: سب سے افضل چیز جو میت پر کی جائے استغفار ہے۔“

(۳) سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

”ان الصلوة الجنابة قد شرعت للدعاء المحض.“

(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوة علی الجنابة کے تحت حضرت جابر کی روایت کے آخر میں ص ۱۰۸ کے حاشیہ نمبر ۲ کے ضمن میں یہ عبارت موجود ہے۔ ناشر: قدیمی کتب خانہ کراچی)

”بے شک نماز جنازہ محض دعائے کیلئے مشروع ہوئی ہے۔“

(۴) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”لكن التسمية ليست بطريق الحقيقة ولا بطريق الاشتراك ولكن بطريق

المجاز.“ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۲۲ ناشر: ادارة الطباعة المنيرة بیروت)

”لیکن نام رکھنا بطور حقیقت نہیں، نہ بطور اشتراک ہے بلکہ بطریق مجاز ہے۔“

(۵) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”بان صلوة الجنابة هي الدعاء للميت اذ هو المقصود منها.“

(شامی باب الجنائز ج ۱ ص ۶۴۲)

”اس لئے کہ نماز جنازہ خود میت کیلئے دعاء ہے کیونکہ نماز جنازہ سے مقصود دعاء ہی ہے۔“

اس کے علاوہ پہلے باب کے حوالہ جات پر بھی ایک مرتبہ نظر دوڑا لی جائے تاکہ معلوم ہو کہ نماز جنازہ کو دعاء کہنے والے حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کم نہیں بلکہ کثیر ہے اور تو اور پہلے باب میں احمد رضا خان صاحب کی عبارت بھی پیش کی جا چکی کہ وہ کہتے ہیں نماز جنازہ کو نماز مجاز کہا گیا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ نماز جنازہ خود میت کے لئے دعاء ہے تو ہم نماز جنازہ کی صورت میں میت کے لئے دعاء کر لیتے ہیں لہذا ہم دعاء کے منکر نہیں کہ ہم پر فتویٰ بازی کی جاسکے۔

(۶) شیخ الاسلام شمس الآثمہ علامہ ابی بکر محمد بن احمد السرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَعَلَىٰ هَذَا قَالَ لَوْ كَانَ جَنْبًا فِي الْمَصْرِ تَيْمَمٌ وَصَلَىٰ عَلَيْهَا أَيْضًا لِأَنَّهَُا بِمَنْزِلَةِ الدُّعَاءِ.“ (کتاب المبسوط ج اول ص ۱۸۰ ناشر المکتبۃ الغفاریۃ کانسی روڈ کوئٹہ)

”اور اسی بنا پر فرمایا: کہ اگر وہ شہر میں جنبی ہو تو تیمم کرے اور اس پر جنازہ بھی پڑے اس لئے کہ وہ بمنزلہ دعاء کے ہے۔“

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مسئلہ کی وضاحت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”فَانِ فِي الْقِيَاسِ يَجُوزُ لَانِ الصَّلَاةَ عَلَى الْمَيِّتِ دُعَاءٌ وَدُعَاءُ الرَّاكَبِ وَالنَّازِلِ سَوَاءٌ.“ (مبسوط ج ص ۱۸۲)

”قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ سوار ہو کر میت پر جنازہ جائز ہو اس لئے کہ جنازہ میت پر درحقیقت دعاء ہی ہے اور سوار اور غیر سوار کی دعاء برابر ہے۔“

مذکورہ تمام عبارات سے یہ ثابت ہوا کہ نماز جنازہ درحقیقت میت کیلئے دعاء اور استغفار ہی ہے، لہذا اسکو دوسری نمازوں پر قیاس کر کے ہم پر فتویٰ بازی بھی نہیں کی جاسکتی۔

ان آیات سے استدلال کا جواب کہ جن میں دعائے مانگنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید ناراضگی کا اظہار ہے

سراج احمد سعیدی صاحب اور ان کے ہمנו اساتھی بسا اوقات ان آیات سے بھی جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کو ثابت کرنے کیلئے استدلال کرتے ہیں نظر آتے ہیں کہ جن میں دعائے مانگنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید ناراضگی کا اظہار ہے، حالانکہ ان حضرات کا ان آیات سے اس مسئلہ پر استدلال درست نہیں، کیونکہ یہاں دعویٰ خاص ہے اور دلیل عام ہے، دعویٰ جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کا ہے اور استدلال دعاء کے عام دلائل سے ہے، جو کہ درست نہیں۔ دعائے مانگنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو شدید ناراضگی ہے ہم اس کے مستحق تب ہوتے جب کہ ہم میت کیلئے کسی وقت بھی دعاء کے قائل

نہ ہوتے حالانکہ ہم نماز جنازہ کی صورت میں میت پر دعاء اور استغفار کر چکے اور قبر پر بعد دفن بھی دعاء کرتے ہیں، ہمارا جرم یہ ہے کہ ہم وہاں دعاء کرتے ہیں کہ جہاں سنت سے ثابت ہے، جہاں دعاء سنت سے ثابت نہیں ہم نہیں کرتے، اور سنت پر عمل ہی اصل دین ہے، جس کے ہم منکر نہیں الحمد للہ علی ذالک۔

فصل دوم: احادیث طیبہ سے پیش کئے جانے والے دلائل کے تحقیقی جوابات

پہلی حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ پر دعاء سے استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا: آپ ﷺ نے انکی نماز جنازہ پڑھائی اور بخشش کی دعاء کی۔ صلی علیہا واستغفر لہا۔ (محصلاً تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۶۶)

جواب: یہ استدلال تب درست تھا کہ جب روایت میں دعا بعد جنازہ کا لفظ ہوتا، حالانکہ یہاں دعاء بعد جنازہ کا لفظ نہیں لہذا استدلال بھی درست نہیں ہے، اور صلی علیہا واستغفر لہا میں واؤ حرف عطف واقع ہے جو کہ ترتیب کیلئے نہیں آتی بلکہ مطلق جمع کیلئے آتی ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ دعاء نماز جنازہ کے اندر کی گئی تھی نہ کہ اس کے بعد۔

دوسری حدیث: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے اپنی کتاب ”تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ“ کے ص ۶۷ پر حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے: مندرجہ بالا روایت میں ہے کہ واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فسمعتہ پس میں نے آپ سے سنا، یہ کلمہ مسلمانوں کے موقف کی روشن دلیل ہے کہ آپ نے یہ دعا نماز جنازہ کے بعد فرمائی الفاء للتعقیب مع الوصل، فاتعقیب مع الوصل کا فائدہ دیتی ہے یعنی ایک کام کرنے کے بعد دوسرا کام شروع کر دینا۔ نماز جنازہ ادا کر لینے کے بعد دعا میں مصروف ہو جانا۔“

الجواب

سعیدی صاحب نے مذکورہ روایت سے استدلال کرتے ہوئے مسلمانوں کا موقف یہ بتایا ہے کہ ان کے ہاں اس روایت سے جنازہ کے بعد دعاء ثابت ہوتی ہے حالانکہ سعیدی صاحب نے اس روایت کو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”سنن ابی داؤد“ اور امام رحمۃ اللہ علیہ ابن ماجہ کی کتاب ”سنن ابن ماجہ“ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ”باب الدعاء للمیت“ کے تحت نقل کیا ہے اس باب میں جتنی روایات بھی امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہیں وہ سب نماز جنازہ کے اندر دعاء سے متعلق ہے، لہذا یہ روایت بھی نماز جنازہ کے اندر دعاء کی دلیل ہے نہ کہ جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کی۔ باقی رہی بات سنن ابن ماجہ کی تو اس کے متعلق عرض ہے کہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ”باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنائزہ“ (ص ۱۰۷) شریقی کتب خانہ کے تحت نقل کیا ہے کہ باب ان روایات کا جو نماز جنازہ میں دعاء کے متعلق وارد ہوئی ہیں ”تو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کا فہم بھی یہی بتاتا ہے کہ یہ روایت نماز جنازہ کی دعاء کے بارے میں ہے نہ کہ جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کے بارے میں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب بھی اس روایت کو نماز جنازہ کے اندر کی دلیل تسلیم کرتے ہیں۔ اس پر دو حوالے پیش خدمت ہیں۔

(۱) مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتاب ”جامع الاحادیث“ ج ۳ کے ص ۵۶ پر عنوان ہے ”نماز جنازہ کی دعائیں“ اس عنوان کے تحت ص ۶۲ تک نماز جنازہ کی دعائیں نقل کی گئی ہیں، حضرت واثلہ والی روایت اور اسکی دعا کو ص ۶۱ پر نقل کیا گیا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ احمد رضا خان صاحب کے ہاں بھی یہ روایت نماز جنازہ میں دعاء کی دلیل ہے نہ کہ جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کی۔

(۲) مولوی احمد رضا خان صاحب نے نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کو ایک رسالہ ”المرتبة الممتازة فی دعوات الجنائزہ“ میں جمع کیا ہے اور صالح قادری صاحب کی وصیت کی ہے کہ میرا جنازہ جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں اور یہ سب دعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خضوع و

خشوع سے پڑھیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۰۹ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مولوی احمد رضا خان صاحب نے نمبر ۱۰ پر وہی دعاء نقل کی ہے جو کہ حضرت واثلہؓ کی روایت میں مذکور ہے اور اس کے حاشیہ پر لکھا ہے: سنن ابی داؤد باب الدعاء للمیت آفتاب عالم پریس لاہور ۱۰۱/۲۔ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی الدعاء فی الجنائز علی الجنائز مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۹ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۱۶)

اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ حضرت واثلہؓ کی روایت میں جو دعاء ہے وہ نماز جنازہ کے اندر کی ہے نہ کہ بعد کی اب سعیدی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیا امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رضا خاں صاحب آپ کے ہاں مسلمان نہیں ہیں جو کہ اس روایت کو نماز جنازہ کے اندر کی دعاء کی دلیل سمجھ رہے ہیں؟

سعیدی صاحب نے ف سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ چونکہ تعقیب مع الوصل کیلئے آتی ہے اس لئے یہ روایت جنازہ کے بعد کی دعاء کی دلیل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سعیدی صاحب سنن ابی داؤد میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کی روایت پڑھنے سے پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کیوں نہیں پڑھتے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت حضرت امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یوں نقل کی ہے: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا الخ. (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۳ ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور)

رسول اللہ ﷺ نے میت پر نماز پڑھی تو کہا: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا الخ .. یہاں بھی فقال میں واقع ہے، کیا سعیدی صاحب یہاں بھی یہی تسلیم کریں گے کہ دعاء اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا ... نماز جنازہ کے بعد ہے؟ ماہو جواب کم فہو جوابنا۔

سعیدی صاحب کو راوی کے ان الفاظ کی بنا پر کہ ”میں نے سنا“ شبہ ہوا کہ یہ روایت نماز جنازہ کے بعد کی دلیل ہے حالانکہ یہ الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ دعاء نماز جنازہ میں پڑھی گئی وہ اس

طرح کہ اگر راوی حضرت واثلہ نبی ﷺ کے بالکل پیچھے کھڑے تھے، جسکی وجہ سے تھوڑی تھوڑی آواز ان کے کان میں بھی پڑھ گئی، اگر یہ دعائیہ نبی ﷺ نے جنازہ کے اندر یا باہر سلام پھیر کر بالکل جہراً پڑھی ہوتی جیسا کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء جہراً پڑھی جاتی ہے مروجہ دعاء کے اندر تو اس کے سننے والا ایک آدمی نہ ہوتا حضرت واثلہ یوں نہ فرماتے ”فسمعنا“ کہ میں نے آپ ﷺ کو سنا، بلکہ یوں فرماتے: ”فسمعنا“ کہ ہم نے آپ ﷺ کو سنا، لہذا اس سے دلیل پکڑنا بھی درست نہیں۔

تیسری دلیل حضرت عوف بن مالکؓ کی روایت سے استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے حضرت عوف بن مالکؓ کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے۔ اس حدیث میں حفظ من دعا کا معنی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی دعاء یاد کر لی اور صحابیؓ نے یہ دعا نبی ﷺ سے نماز کے بعد سیکھی تھی لہذا نماز جنازہ کے بعد دعاء ثابت ہوئی (محصلاً)

الجواب:

(۱) یہ دعا بھی نماز جنازہ کے اندر کی ہے نہ کہ نماز جنازہ کے بعد کی امام ترمذیؒ نے اس روایت پر یہ بات قائم کیا ہے۔ باب ما یقول فی الصلوۃ علی المیت، باب ان دعاؤں کا جو کہ میت پر نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۹۸ مطبوعہ: المیزان: ناشران و تاجران کتب لاہور) امام ابن ماجہ نے اس روایت پر یہ باب قائم کیا ہے۔ ”باب ما جاء فی الدعاء فی الصلوۃ علی الجنازة“ باب ان روایات کا جو کہ میت پر نماز جنازہ کی دعاء کے بارے میں آئی ہے۔“ (سنن ابن ماجہ ص ۱۰۷، ص ۱۰۸ ناشر قدیمی کتب خانہ کراچی) مولوی احمد رضا خان صاحب نے صالح قادری صاحب کو وصیت کی تھی ان دعاؤں کو مسلمانوں کے نماز جنازہ میں پڑھا کریں اور میرے جنازہ پر بھی یہ دعائیں پڑھنا ان دعاؤں میں دوسرے نمبر اسی حضرت عوف بن مالکؓ کی روایت کردہ دعاء اللہم اغفر لہ وارحمہ... لے کو ذکر کیا گیا ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۱۰) اسی طرح مولوی احمد رضا خان صاحب کی جامع الاحادیث (ج ۳ ص ۵۶ شمیر برادرز میں بھی اس دعاء کو نماز جنازہ کی دعاؤں میں نقل کیا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ

یہ دعاء نماز جنازہ کے اندر کی ہے نہ کہ جنازہ کے بعد کی۔

(۲) سعیدی صاحب نے فُحْظَت من دعاء کے الفاظ سے استدلال کیا ہے کہ امام نووی نے شرح مسلم (ج ۱ ص ۳۱۱) میں فرمایا ہے اُنّی علمنیہ بعد الصلوٰۃ کہ نبی ﷺ نے مجھے یہ دعاء نماز جنازہ کے بعد سکھائی تھی۔ جس سے نماز جنازہ کے بعد دعاء کا ثبوت بقول سعیدی صاحب فراہم ہو گیا۔

جواباً عرض ہے کہ یہاں نماز کے فوراً بعد دعاء سکھانا مراد نہیں ہے، کیونکہ میت کی نماز کے فوراً بعد تو اس کی تدفین ہو جاتی ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے نبی ﷺ تو جنازہ کے فوراً بعد حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعاء سکھانے لگ جائیں اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم میت کی تدفین کیلئے چلیں جائیں؟ ظاہر بات ہے کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ میت کی تدفین کیلئے چلے گئے ہوں گے اور حضرت عوف رضی اللہ عنہ بھی تدفین کے لئے ساتھ چلے گئے ہوں، اگر یہاں جنازہ کے بعد دعاء سیکھنا مراد ہے تو فوراً بعد نہیں بلکہ جنازہ کے بعد میت کی تدفین وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سیکھنا مراد ہوگا، کیونکہ جنازہ گاہ کوئی درگاہ نہیں، سیکھنے کیلئے مسجد نبوی وغیرہ دوسری جگہیں تھیں۔

اگر جنازہ کے بعد حضرت عوف کا نبی ﷺ سے جنازہ گاہ میں دعاء سیکھنا مراد بھی لے لیں تو اس سے اجتماعی دعاء کا ثبوت کہاں سے نکل آیا؟ کیا اس میت کے جنازہ میں صرف حضرت عوف ہی شریک تھے؟ باقی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس عمل میں شریک ہونا تو نہیں پایا جاتا پھر یہ دعا اجتماعی کیسے ہو گئی؟ پھر کسی چیز کا سیکھنا اور بات ہے اور عملاً اختیار کرنا اور بات ہے۔ یہاں زیادہ سے زیادہ دعا کے سیکھنے کا ثبوت فراہم ہوا نہ اجتماعی طور پر دعاء مانگنے کا جبکہ محل نزاع تو دعاء مانگنا ہے؟

(۳) ترمذی میں حضرت عوف رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں ففہمت من صلوٰۃ علیہ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۹۸ ناشر: المیزان ناشران و حاکم کتب لاہوری) یعنی میں نے آپ ﷺ کی نماز جنازہ سے ان کلمات کو سمجھا۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعاء کے الفاظ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے نماز کے اندر ہی سنے تھے، آپ ﷺ کے پیچھے حضرت عوف کھڑے

ہوں گے، بالکل پیچھے کھڑے ہونے کی وجہ سے ہلکی سی آواز حضرت عوف کے کان میں پڑتی ہوگی۔ جس سے انہوں نے نماز میں یہ الفاظ آپ ﷺ سے سمجھ لئے۔ بالکل جبر ہوتا تو دوسرے صحابہ بھی سن لیتے حالانکہ روایت میں صرف حضرت عوف کے سننے کا تذکرہ ہے، لہذا جب یہ دعاء ہی نماز جنازہ کے اندر کی ہے تو اس سے استدلال کی عمارت بھی زمین بوس ہوگئی۔ فللہ الحمد۔

چوتھی دلیل: غزوہ موتہ کے شہداء پر دعاء استغفار سے استدلال:

غزوہ موتہ کے شہداء کی شہادت کا حال نبی اقدس ﷺ کو بذریعہ کشف معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے پردے ہٹا دیئے، آپ ﷺ نے ان کے لئے دعاء اور استغفار کی پھر صحابہ کرامؓ کو بھی ان کے لئے استغفار کا حکم دیا، سراج سعیدی صاحب نے اسی واقعہ سے ان الفاظ کو نماز جنازہ کے بعد لیل بنالیا ”فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دعا له ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استغفروا لا خیکم فانه شهید۔“ ”تو رسول اللہ ﷺ نے اسکی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لئے دعاء مانگی، پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا تم بھی اپنے شہید بھائی کے لئے استغفار کرو۔“ سعیدی صاحب اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”نماز جنازہ کے بعد دعاء، اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے آپ ملاحظہ کر رہے ہیں اور اس کا ایک ثبوت مندرجہ بالا حدیث بھی ہے جس میں روز روشن کی طرح واضح ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہیدوں کی نماز جنازہ بھی پڑھی اور اس کے بعد خود بھی دعاء مانگی اور صحابہ کرام کو بھی نماز جنازہ کے بعد دعاء مانگنے کا حکم دیا۔“ (تحقیق دعاء بعد از صلوٰۃ جنازہ ص ۸۰)

الجواب: حالانکہ مذکورہ واقعہ کا حال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا اس وقت آپ منبر پر تشریف فرما تھے، جب نبی ﷺ نے شہداء موتہ کو دعا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کے لئے استغفار کا حکم دیا وہ بھی منبر پر تشریف ہونے کی حالت کی بات ہے جبکہ نزاع تو جنازہ کے بعد جنازہ گاہ میں اجتماعی دعا کے معاملہ میں تھا، سعیدی صاحب بات کہاں سے کہاں لے گئے؟ پھر

روایت کے الفاظ ہیں پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی جبکہ اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ان کے لئے استغفار کا حکم دیا۔ تو آپ ﷺ نے دعاء اکیلے فرمائی پھر صحابہ کرام کو استغفار کا حکم دیا۔ اس بات کا زیر بحث مسئلہ سے کیا تعلق۔

پھر مولوی احمد رضا خان صاحب مذکورہ واقعہ پر جرح کرتے ہیں اور سعیدی صاحب اس کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں یہ عجیب تضاد ہے؟ مولوی احمد رضا خان صاحب سے جامع الاحادیث میں اس روایت اور واقعہ پر درج ذیل جرح منقول ہے: خان صاحب لکھتے ہیں:

أَوَّلًا : یہ حدیث دونوں طریق سے مرسل ہے۔ عاصم بن عمر واسطابیعین سے ہیں۔ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے۔ اور یہ عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن حزم صغار تابعین سے ہیں۔ عمرو بن حزم صحابی کے پڑ پوتے۔

ثانیاً : خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں، یہاں تک کہ ذہبی نے ان کے متروک ہونے پر اجماع کیا۔ یہ دونوں جواب الزامی ہیں ورنہ ہم حدیث مرسل کو قبول کرتے ہیں اور امام واقدی کو ثقہ مانتے ہیں۔

ثالثاً : عبداللہ بن ابی بکر سے راوی امام واقدی کے شیخ عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہیں کما فی المیزان۔ تو یہ مرسل نامعتضد ہے۔

رابعاً : خود اسی حدیث میں صاف تصریح ہے کہ پردے اٹھادیئے گئے تھے۔ معرکہ حضور اقدس ﷺ کے پیش نظر تھا۔ لیکن یہاں یہ اعتراف کیا جاسکتا ہے کہ جنگ موتہ ملک شام میں بیت المقدس کے قریب ۸ھ میں ہوئی اور خانہ کعبہ ۲ ہجری میں قبلہ قرار پا چکا تھا اور نماز جنازہ کے لئے صرف رویت کافی نہیں بلکہ جنازہ نمازی کے سامنے ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا مقصود رابعاً سے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کا رد ہے اور وہ اتنی ہی بات سے ہو گیا کہ حدیث میں یہ ہے کہ پردے اٹھادیئے گئے تھے۔

خامساً : کیا دلیل ہے کہ یہاں صلاۃ بمعنی نماز معبود ہے؟ بلکہ بمعنی درود ہے اور ”دعائہ“ عطف

تفسیری نہیں بلکہ تعیم بعد تخصیص ہے اور سوق روایت اسی میں ظاہر کہ حضور پر نور ﷺ کا اس وقت منبر اطہر پر تشریف فرما ہونا مذکور اور منبر انور دیوار قبلہ کے پاس تھا اور معتاد یہی ہے کہ منبر اطہر پر رو بخاضرین و پشت قبلہ جلوس ہو اور اس روایت میں نماز کے لئے منبر سے اترنے پھر تشریف لے جانے کا کہیں ذکر نہیں۔ نیز برحالت نجاشی اس میں نماز صحابہ بھی نہیں۔ نہ یہ کہ حضور نے ان کو نماز جنازہ کے لئے فرمایا۔ اگر یہ نماز تھی تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا وجہ؟ نیز اس معرکہ میں تیسری شہادت حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ہے ان پر صلاۃ کا ذکر نہیں۔ اگر نماز ہوتی تو ان پر بھی ہوتی۔

ہاں درود کی ان دو کے لئے تخصیص وجہ وجہ رکھتی ہے اگرچہ وجہ کی ضرورت و حاجت بھی نہیں کہ وہ احکام عامہ سے نہیں۔ وجہ اس حدیث سے ظاہر ہوگی کہ جس میں ان صحابہ کرام کا حضرت ابن رواحہ سے فرق ارشاد ہوا۔ اور وہ یہ کہ انکو جنت میں منہ پھیرے ہوئے پایا کہ معرکہ میں قدرے اعراض ہو کر اقبال ہوا تھا۔

اور سب سے زائد یہ کہ وہ شہدائے معرکہ ہیں۔ نماز غائب جائز جاننے والے شہید معرکہ پر نماز ہی نہیں مانتے تو باجماع فریقین صلاۃ بمعنی دعا ہونا لازم۔ جس طرح خود امام نوودی شافعی امام قسطلانی شافعی، امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے صلاۃ علی قبور شہدائے احد میں ذکر فرمایا کہ یہاں صلاۃ بمعنی دعا ہونے پر اجماع ہے۔ کما اثنوا، فی النہی الحاجز۔ حالانکہ وہاں تو صلی علی اہل احد صلاتہ علی المیت ہے۔ یہاں تو اس قدر بھی نہیں۔

وہابیہ کے بعض جابلان بے خرو مثل شوکانی صاحب نیل الاوتار ایسی جگہ اپنی اصول دانی یوں کھولتے ہیں کہ صلاۃ بمعنی نماز حقیقت شرعیہ ہے اور بلا دلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔

اقول: اولاً: ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقت شرعیہ صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ ہے۔ یہ معنی نماز جنازہ میں کہاں؟ کہ اس میں رکوع ہے نہ سجود، نہ قرأت ہے نہ قعود۔ الثالث عندنا والبواقی اجماعاً۔ لہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ صلاۃ مطلقاً نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دعائے مطلق

اور صلاۃ میں برزخ ہے کما اشار الیہ البخاری فی صحیحہ و اطال فیہ۔
لا جرم امام محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نماز پر اطلاق صلاۃ مجازاً ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔
سماھا صلاۃ لیس فیہا رکوع ولا سجود۔ ۱۷۲/۱۔

عمدة القاری میں ہے لکن التسمیة بطریق حقیقة ولا بطریق الاشتراک ولكن بطریق المجاز۔

ثانیا : صلاۃ کے ساتھ جب علی فلاں مذکور ہو تو ہرگز اس سے حقیقت شرعیہ مراد نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔
قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا .

اَللّٰهُمَّ ! صل وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ کما تحب وترضی .

وقال تعالیٰ

صَلِّ عَلَيْهِمْ . إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ .

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اَللّٰهُمَّ صل علی آل ابی اوفیٰ .

کیا اس کے یہ معنی ہے کہ الہی اوفیٰ پر نماز پڑھ یا ان کا جنازہ پڑھ۔

کیا صلاۃ علیہ شرع میں بمعنی درود نہیں۔ ولكن الوهابیہ قوم لا یعقلون۔“

(جامع الاحادیث ج ۳ ص ۳۹ تا ص ۴۱ ناشر شبیر برادرز لاہور، یہی عبارت عربی عبارات

کے کے ترجمہ کے ساتھ فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۶۰ تا ص ۳۶۳ پر مذکور ہے) کیا وہابیہ ہی جاہل ہیں یا
سراج احمد سعیدی صاحب بھی؟

پانچویں دلیل: حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے تو انہوں نے اپنے عزیزوں کو فرمایا کہ مجھے
رات کو دفن کر دینا اور نبی اقدس ﷺ کو اس لئے نہ بلانا کہ یہودی رات کی تاریکی میں نبی اقدس

ﷺ کو کہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں، چنانچہ رات کے وقت ہی انتقال کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ کو ان کے وصال کی خبر دی گئی، آپ ﷺ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر تشریف لائے، نماز پڑھی اور دعاء فرمائی۔ اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے سرانج احمد سعیدی صاحب نے کہا ہے کہ جب نماز کے بعد آپ ﷺ نے دعا فرمائی ہے تو جنازہ کے بعد دعاء ثابت ہوگئی۔

الجواب:

(۱) خاص واقعات سے عام احکام ثابت نہیں ہوتے جیسا کہ خود احمد رضا خاں صاحب نے بھی اپنے رسالہ ”النبی الحاجر“ میں لکھا ہے:

”واقعة عين لا عموم لها، وقائع خاصة احكام عامة نہیں ہوتے وہ ہر گونہ احتمال کا محل ہوتے ہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۸۰)

لہذا اس خاص واقعہ سے نماز جنازہ کے بعد کی مروجہ دعاء ہرگز ثابت نہ ہوگی۔

(۲) روایت میں الفاظ ہیں ثم دفع يديه فقال الق طلحة يضحك.... الخ... (تحقیق دعا بعد از صلوة الجنازة ص ۸۱) جبکہ ثم تو تراخی اور مہلت کیلئے آتا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ یہ جنازہ کے فوراً بعد نہ تھی جبکہ مروجہ دعاء جنازہ کے فوراً بعد ہوتی ہے۔ لہذا استدلال درست نہیں۔

(۳) یہ دعاء قبر پر تھی، جس کے ہم بھی منکر نہیں، یہ تو تمہاری دلیل نہ ہوئی بلکہ ہمارے موقف کی دلیل ہے۔

چھٹی دلیل: حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال:

سرزمین حبشہ میں جب حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، تو چونکہ وہاں کے حضرات کو حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا علم نہ تھا، نبی اقدس ﷺ کو بذریعہ وحی ان کے انتقال کی خبر دی گئی، نبی اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کے جنازہ کی ادائیگی کا حکم دیا، جب

نبی اقدس ﷺ نے نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی میت نماز جنازہ کے وقت آپ ﷺ کے سامنے کر دی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہی فرماتے ہیں کہ میت سامنے تھی، آپ ﷺ نے حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ میں دعا اور استغفار فرمائی۔ سعیدی صاحب کو روایت کے الفاظ سے جنازہ کے بعد دعاء کا وہم ہو گیا روایت کے الفاظ جو سعیدی صاحب نے نقل کئے یہ ہیں: ”فلما مات النجاشی صلی علیہ واستغفر لہ۔“ کہ جب نجاشی نے انتقال کیا تو نبی ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اور اس کے لئے بخشش کی دعاء فرمائی۔ ان الفاظ کو بنیاد بناتے ہوئے سعیدی صاحب نے نماز جنازہ کے بعد دعاء کو ثابت کر نیکی کوشش کی۔

الجواب

(۱) نماز جنازہ میت کے لئے خود دعاء اور استغفار ہے، روایت کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعاء نماز جنازہ کے اندروالی دعا ہے نہ کہ جنازہ کے بعد والی۔ کیونکہ کتب احادیث میں جہاں بھی ایسی روایت آئی ہے کہ جس میں صلوٰۃ و دعا یا صلاۃ و استغفار کے الفاظ ہیں اس سے محدثین کے ہاں جنازہ کے اندروالی دعا مراد ہوتی ہے، کتب احادیث اور ان پر ابواب دیکھنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ محدثین اس سے نماز جنازہ کے بعد والی دعا ہرگز مراد نہیں لیتے۔ اگر محدثین نے اس روایت سے نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا پر دلیل لی ہے تو سعیدی صاحب اس کا حوالہ ذکر کریں وگرنہ عوام کو مغالطہ میں نہ ڈالیں۔

(۲) خاص واقعہ سے عام احکام ثابت کرنا درست نہیں، مولوی احمد رضا خان صاحب خود اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

”واقعہ عین لاعموم لھا، وقائع خاصہ احکام عامہ نہیں ہوتے، وہ ہرگز نہ احتمال کے محل ہوتے

ہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۸۰)

(۳) اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ نبی اقدس ﷺ نے نجاشی رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے

بعد دعا کی تھی، تو پھر بھی یہ سعیدی صاحب کی دلیل نہیں بنتی، وہ اس طرح کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جنازہ کے بعد دعا دُفن سے پہلے اسلئے مکروہ فرمائی ہے کہ اسکی وجہ سے میت کی تدفین میں تاخیر ہوتی ہے، یہاں ایسا معاملہ نہ تھا، کیونکہ مدینہ میں تو حضرت نجاشی کو دُفن نہیں کیا گیا، بلکہ سرزمین حبشہ میں دُفن کیا گیا تھا، یہاں دعا کرنے کی وجہ سے حضرت نجاشی کی تدفین میں تاخیر کا مسئلہ نہ تھا، اس لئے یہ بات محل نزاع سے خارج ہے۔

ساتویں دلیل: سوسفارشیوں والی روایت سے استدلال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی میت ایسی نہیں کہ اسکی نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد ۱۰۰ ہو جائے اور وہ سفارش کریں تو اسکی سفارش قبول نہ ہو۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میت کے لئے خود دعا اور استغفار ہے کہ اسکی وجہ سے میت کی سفارش ہو رہی ہے، سراج احمد سعیدی صاحب کو نماز جنازہ کا خود دعا اور استغفار ہونا تسلیم نہیں اس لئے انہوں نے اس روایت سے جنازہ کے بعد دعا نکال لی، ان کا استدلال روایت کے ان الفاظ ”فیشفعون الا شفّعوا فیہ“ سے ہے، کہ اس روایت میں ف تعقیبہ موجود ہے جو اس بات پر شاہد ہے کہ وہ ۱۰۰ آدمیوں کی جماعت نماز جنازہ کے بعد اسکی مغفرت کی سفارش کرے، اس سے اجتماعی دعا بھی ثابت ہوگئی اور دعا بعد نماز کا معاملہ بھی واضح ہو گیا۔ (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۸۹)

الجواب

(۱) سعیدی صاحب نے جنازہ کے بعد دعا کو ثابت کرنے کے لئے استدلال کی ساری عمارت ف پر قائم کی ہے۔ حالانکہ بعض روایات میں ف ہے ہی نہیں مثلاً ناسائی میں الفاظ یوں ہیں ”یشفعون الا شفّعوا فیہ“ اس روایت کے الفاظ نے سعیدی صاحب کی عمارت کی بنیادیں ہی اکھاڑ کر رکھ دیں۔ جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

(۲) سعیدی صاحب کو چاہیے کہ وہ غیر مقلد اندرون پر نہ چلیں خود مجتہد بننے کی بجائے اسلاف کی

پیروی کریں، اسی میں عافیت ہے۔ محدثین اس سے نماز جنازہ کی دعا مراد لیتے ہیں۔ کسی محدث نے اس روایت سے جنازہ کے بعد کی مروجہ دعا پر استدلال نہیں کیا مثلاً امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر یوں باب قائم کیا ”فضل من صلی علیہ مائۃ“ (سنن نسائی ج ۱ ص ۲۲۸ ناشر مکتبہ سلفیہ لاہور)

”فضیلت اس شخص کی جس پر سو آدمی نماز جنازہ پڑھیں“ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر یوں باب قائم کیا ہے ”باب کیف الصلوۃ علی المیت والشفاعۃ لہ“ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۹۹ ص ۲۰۰ ناشر: المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور) ”میت پر نماز جنازہ کیسے پڑھی جائے اور اس کے لئے سفارش کیسے کی جائے“ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر یوں باب قائم کیا ہے ”فی المیت ما یبعۃ من صلاۃ الناس علیہ“ اس میت کے بارے میں کہ جس پر لوگ نماز پڑھنے کے لئے جائیں۔ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر یوں باب قائم کیا ہے ”باب الرجل یصلی علیہ امة من الناس“ اس آدمی کا باب کہ جس پر لوگوں کی ایک بڑی جماعت نماز ادا کرے“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۰۳ ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۷ ناشر ادارۃ القرآن کراچی)

ان تمام محدثین کے طرز سے یہی بات معلوم ہوئی کہ اس روایت کا تعلق نماز جنازہ اور اسکے اندر کی سفارش و دعا کے ساتھ ہے نہ کہ جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کے ساتھ۔ اور تو اور مولوی احمد رضا خان صاحب کی جامع الاحادیث میں اس روایت پر یہ عنوان قائم ہے: ”سو نمازیوں کے طفیل میت بخش دی جاتی ہے“ (جامع الاحادیث ج ۳ ص ۴۸، ص ۴۹ ناشر: شبیر برادرز لاہور) اور اس روایت کا جو ترجمہ جامع الاحادیث میں موجود ہے اس سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا تعلق نماز جنازہ والی دعا سے ہے چنانچہ لکھا ہے: ”جس میت پر سو مسلمان نماز جنازہ میں شفع ہوں گے، انکی شفاعت اس کے حق میں قبول ہوگی۔“ (جامع الاحادیث ج ۳ ص ۴۹) سعیدی صاحب اگر اسی ایک کتاب کو ہی دیکھ لیتے تو دل میں انصاف ہوتے ہوئے اس روایت سے استدلال نہ کرتے۔

آٹھویں دلیل: چالیس سفارشیوں والی روایت سے استدلال

حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کے جنازہ پر چالیس مسلمان شریک ہوں اللہ تعالیٰ اس کے حق میں انکی شفاعت قبول فرمائے گا۔ یہ روایت بھی اس پر واضح دلیل ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہے، اسی وجہ سے تو جنازہ پڑھنے کی وجہ سے میت کیلئے مغفرت کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ سراج احمد سعیدی صاحب کو نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کے حق میں کوئی دلیل تو ملتی نہیں خواہ مخواہ پریشان ہو کر ادھر ادھر پاؤں مار رہے ہیں، اس روایت کو پڑھنے کے بعد ہر مسلمان یہی سمجھتا ہے کہ نماز جنازہ خود میت کے لئے مغفرت کا ذریعہ ہے، پتہ نہیں کیوں سعیدی کو نماز جنازہ میں میت کے لئے مغفرت مانگنا پسند نہیں تحریف کر کے ہر روایت کو اپنے مقصد کیلئے استعمال کر رہے، انہیں اس روایت میں جنازہ کے بعد والی دعا پر کوئی اور لفظ نہیں ملا تو ”فیقول علی جنازۃ“ کے الفاظ کو ذکر کرتے ہوئے کہا: ”اس روایت میں ”فیقول علی جنازۃ“ قابل غور ہے اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا کریں۔

(تحقیق دعا بعد از صلاۃ الجنائزہ ص ۸۹) (صحیح فیقوم علی جنازہ ہے)

الجواب

کسی نے صحیح کہا کہ بھوکے سے کسی نے پوچھا کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں، اس نے کہا چار روٹیاں۔ اب اس روایت میں جنازہ کے بعد دعا کرنے کا تذکرہ کہاں ہے؟ کچھ تو خدا خونی دل میں ہونی چاہیے کہ نبی اقدس ﷺ کی احادیث سے کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے؟ سعیدی صاحب کسی محدث کا حوالہ پیش کر سکتے ہیں کہ جس نے اس روایت سے مروجہ دعا پر استدلال کیا ہو؟ دیدہ باید۔ سعیدی صاحب کو چاہیے کہ وہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی جامع الاحادیث ہی کھول کر دیکھ لیں اسمیں اس روایت پر عنوان قائم ہے ”چالیس نمازیوں کی دعا سے میت بخش دی جاتی ہے“ اس سے بھی ثابت ہوا کہ مذکورہ روایت کا تعلق جنازہ کی دعا کے ساتھ ہے۔

نویں دلیل: فوت شدہ پر چار آدمیوں کی گواہی والی روایت سے استدلال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں کوئی مسلمان کہ وہ فوت ہو جائے پھر گواہی دیں اس کے قریبی ہمسائیوں میں سے چار آدمی اور کہیں کہ ہم اس کی بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اس کے عمل قبول کرتا ہوں اور اسے بخشا ہوں۔ (الاحسان بترتیب ابن حبان ج ۲ ص ۱۲۲ کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۱۳) سعیدی صاحب نے اس روایت پر بھی اپنی رائے مسلط کرتے ہوئے اس کو نماز جنازہ کے بعد دعا کی دلیل بنالیا۔ (ایضاً ص ۸۹، ۹۰)

الجواب

ہر آدمی اس روایت پر غور کر کے یہی کہے گا کہ سعیدی صاحب نے اپنی کتاب کا حجم بڑھانے کے لئے اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ اس روایت میں یہ کہاں ہے کہ جنازہ کے بعد دفن سے پہلے جنازہ گاہ میں قریبی لوگ میت کے لئے دعاء کریں؟ اگر اصل موضوع سے متعلق روایت نہیں ملتی تو آپ نہ لکھیں، محض کاروائی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس سے اگلی روایت بھی اسی مضمون کی ہے، اس کا بھی اصل موضوع سے کوئی متعلق نہیں۔

دسویں دلیل: گذرتے ہوئے جنازہ کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تاثرات

والی روایت سے استدلال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس میت کے متعلق اچھے تاثرات کا اظہار کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ اس کے بعد دوسرا جنازہ گذرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس میت کے متعلق برے تاثرات کا اظہار کیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا واجب ہوگئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! کیا واجب ہوگئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے لئے تم نے اچھے تاثرات کا اظہار کیا اس

کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جس کے لئے تم نے برے تاثرات کا اظہار کیا اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی کیونکہ تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳، مسلم ج ۱ ص ۳۰۸، الاحسان بترتیب ابن حبان ج ۲ ص ۱۳، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۴۵) سعیدی صاحب نے اس روایت سے بھی اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی کہ یہ دعا بعد از جنازہ کی دلیل بنا کر پیش کر دی گئی (دیکھئے تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۹۰، ۹۱)

الجواب

اس روایت کا نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء سے کیا تعلق؟ یہ جنازہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نبی ﷺ کے پاس سے گزرا تھا، محل نزاع تو جنازہ کے بعد دفن سے پہلے جنازہ گاہ میں اہتمام سے دعا کرنا ہے، یہ محض کتاب کا حجم بڑھانا نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے بعد تین روایات سعیدی صاحب نے اسی مضمون کی (جنازہ کے گزرنے والی) ذکر کی ہیں، ان کا بھی جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء سے کوئی تعلق نہیں۔

گیارہویں دلیل: بچے کی نماز جنازہ والی روایت سے استدلال

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: صلوا علی الطفل والسقط و ادعوا لو الدیہ بالمغفرۃ والرحمة کہ نماز جنازہ پڑھو بچے پر اور ماں کے پیٹ سے گر کر پیدا ہونے والے بچے پر اور دعا کرو اسکے والدین کیلئے مغفرت اور رحمت کی۔ سعیدی صاحب نے اس روایت سے بھی جنازہ کے بعد دعاء کے مسئلہ پر استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ میت بچے کے والدین کے لئے دعا جنازہ کے بعد کی جائے گی۔ (دیکھئے تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۹۲)

الجواب بچہ چونکہ گناہوں سے پاک ہے، اس لئے نبی اقدس ﷺ نے فرمایا: نماز جنازہ میں بچے کی مغفرت کی بجائے اس کے والدین کی مغفرت کے لئے دعاء کی جائے۔ سعیدی صاحب کو پتہ نہیں نماز جنازہ میں خالص دعاء کرنے سے کیوں چڑ ہے؟ ہر روایت کو نماز جنازہ کی بجائے بعد والی مروجہ دعا

کی طرف موڑ دیتے ہیں، حالانکہ روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو کہ اس بات کی وضاحت کرتا ہو کہ یہ دعاء نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے جنازہ گاہ میں ہونی چاہیے، اگر اس سے جنازہ کے بعد کی دعا مراد ہے تو اس سے قبر پر دفن کے بعد والی دعا کیوں مراد نہیں ہو سکتی؟ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ نے یہ روایت حدیث کی کتاب سے لی ہے، تو معنی بھی اس کا حدیث کی کتاب سے لو۔ مشہور محدث امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ سے اسی قسم کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”السقط یصلی علیہ ویدعی لا یویہ بالعافیہ والرحمة“ کہ جو بچہ قبل از وقت زندہ پیدا ہو جائے اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کے والدین کیلئے عافیت اور رحمت کی دعاء کی جائے (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۳۱ ناشر اذکار القرآن کراچی) اس روایت پر امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب قائم کیا ہے ”باب الصلوة علی الصغیر والسقط ومیراثہ“ کہ باب بچے اور قبل از وقت پیدا ہونے والے بچے پر نماز اور اسکی وراثت کا“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۹) امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرز سے معلوم ہوا کہ والدین کے لئے جو دعا کرنی ہے نماز جنازہ میں کرنی ہے۔ اس پر قرینہ ایک اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ اس باب سے پہلے امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور باب قائم کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے: باب الدعاء علی الطفل۔ بچے پر دعاء کا باب۔ پھر اس دعا کے متعلق تین روایات ذکر کی ہیں جو کہ بچے کے والدین کے لئے کی جائیں گی جو یہ ہیں:

(۱) عن الحسن انه كان اذا صلى على الطفل قال : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا ، و اجعله لنا اجرًا .

”حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب بچے پر نماز پڑتے تو کہتے: اے اللہ! اس بچے کو ہمارے لئے پیش رو بنا اور اسکو ہمارے لئے اجر کا ذریعہ بنا۔“

(۲) عبدالرزاق عمن سمع الحسن يقول في الصلاة على الطفل اَللّٰهُمَّ اجعله سلفا لو الديه وفرطا واجراً ”امام عبدالرزاق اس سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے حضرت حسن

بصری سے سنا کہ وہ بچے پر نماز میں کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! اس بچے کو اپنے والدین کے لئے پیش رو بنا، اور آگے جانے والا اور اجر کا ذریعہ بنا۔

(۳) تیسری روایت بھی اسی طرح کی ہے (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۹) ان روایات سے ثابت ہوا کہ بچے کے والدین کیلئے جو دعا کرنی ہے وہ نماز جنازہ میں کرنی ہے اسی وجہ سے بچے کے جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ بچے کے والدین کے لئے ہی ہے نہ کہ اس کے لئے دعا مغفرت کیونکہ بچہ تو بخشا بخشایا ہے سعیدی صاحب یہاں دوسری روایت کے الفاظ ”یقول فی الصلاة علی الجنائز“ پر غور فرمائیں ان کو ان کے سوال کا جواب مل جائے گا۔ میں نے تو محدثین امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے وغیرہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ دعا والدین کیلئے نماز جنازہ میں ہو گی، سعیدی صاحب کوئی حوالہ کسی حدیث کی کتاب سے پیش کریں کہ یہ دعا نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے جنازہ گاہ میں ہوگی۔ ویدہ باید۔

اس کے بعد سعیدی صاحب نے روایات ذکر کر کے میت کا بولنا، میت کا سننا، میت کا علم ثابت کیا ہے، ہم اس سے انکار نہیں کرتے لیکن اس کا نماز جنازہ کے بعد والی دعا سے کیا تعلق؟ کیا یہ کتاب کا حجم بڑھانے کا حیلہ نہیں؟

بارہویں دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نماز جنازہ ہو چکنے کے بعد آنے والی

روایت سے استدلال

سراج احمد سعیدی نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس میں تصریح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جنازہ ہو چکنے کے بعد تشریف لائے اور نبی اقدس ﷺ سے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت مانگی، نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان الصلاة علی الميت لا تعداد ولكن اُدع واستغفر له کہ نماز جنازہ لوٹائی نہیں جاتی لیکن تو اس کے لئے دعا مانگ اور اس کے لئے مغفرت طلب کر (البدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۱) اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے سعیدی صاحب نے

کہا: اگر نماز جنازہ کے بعد دعائے مانگنا ناجائز ہوتا تو حضور پر نور ﷺ حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دعائے مانگنے کی اجازت ہرگز نہ دیتے۔“ (تحقیق دعا بعد از صلاۃ الجنازہ ص ۹۴)

الجواب خاص واقعہ سے عام احکام ثابت نہیں ہوتے جیسا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا: واقعۃً عین العموم لھا۔ وقائع خاصہ احکام عامہ نہیں ہوتے، وہ تو ہر گونہ احتمال کا محل ہوتے ہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۸۰) لہذا اس سے استدلال درست نہیں۔ استدلال درست نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ صاحب بدائع الصنائع اس روایت کو اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کے لئے لائے ہیں کہ میت پر دوبارہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے، جس نے پہلی مرتبہ نماز جنازہ میں شرکت نہ کی، وہ دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھے گا بلکہ میت کے لئے دعا کرے گا، جبکہ محل نزاع تو یہ مسئلہ ہے کہ جن لوگوں نے میت پر نماز جنازہ پڑھ لی ہے، وہ لوگ میت کو نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دعاء کی غرض سے رکھ چھوڑیں، اس کے جواز پر یہ روایت دلالت نہیں کرتی، صاحب بدائع الصنائع کے منشاء کے خلاف سعیدی صاحب کا اس روایت سے استدلال کرنا قابل افسوس ہے۔ پھر یہ بھی صراحت نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی اقدس ﷺ نے جنازہ گاہ میں دعا کرنے کا کہا تھا یا قبر پر، حالانکہ محل نزاع تو جنازہ گاہ کی دعا ہے؟

تیسری دلیل: جنازہ کے بعد ایک آدمی کے دعائے مانگنے والی روایت سے استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے حوالے سے تین واقعات نقل کئے کہ ایک آدمی دعائے مانگ رہا تھا نماز جنازہ کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مانگ تیری دعا قبول ہوگی۔

الجواب: یہ واقعات بھی موضوع سے جدا ہیں، محل نزاع تو نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے اہتمام سے اجتماعی دعا ہے کہ اسکی وجہ سے میت کی تدفین میں تاخیر ہوتی ہے، انفرادی دعا محل نزاع سے خارج ہے، لہذا ایسی روایت سے استدلال بھی درست نہیں۔

چودھویں دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے نا تمام استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے اس روایت سے بھی استدلال کیا کہ جس میں آیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت یزید بن مکلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میت پر چار تکبیرات سے نماز پڑھی پھر سلام پھیرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے اور میت کے لئے یوں دعا کی:

اللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ ... الخ .. (ایضاً ص ۱۹۵)

الجواب: اس روایت سے بھی نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا پر استدلال درست نہیں، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دعا جنازہ گاہ میں نہ کی تھی، بلکہ قبر پر کی تھی چنانچہ مصنف عبدالرزاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں ”وَجَلَسَ عَلَى الْقَبْرِ وَهُوَ يَدْفِنُ قَالَ اللَّهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ.“ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ قبر کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت یزید بن مکلف رضی اللہ عنہ کو دفن کیا جا رہا تھا، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا کی اللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ الخ اور امام عبدالرزاق نے اس روایت پر یوں باب قائم کیا ”باب الدعاء للميت حين يفرغ منه“ ”میت کے لئے دعاء کا باب جس وقت اسکی تدفین سے فراغت حاصل کی جائے“ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۰۹، ۵۱۰) اور امام ابن ابی شیبہ نے اس روایت پر یوں باب قائم کیا ہے: ”فِي الدَّعَاءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ مَا يَدْفَنُ وَيَسْوَى عَلَيْهِ“ ”میت کیلئے اس دعاء کے بارے میں جو کہ دفن اور اسپر مٹی کے برابر کرنے کے بعد کی جائے گی۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۲)

یہ تو قبر پر دعا کی دلیل ہوئی نہ کہ جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کی۔

پندرھویں دلیل: جنازہ ہو چکنے کے بعد پہنچنے پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے دعاء کرنے سے استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

کامل مبسوط، البدائع الصناع، الجوهرائی کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے جنازہ ہو چکنے کے بعد پہنچنے پر میت کے لئے دعاء کی۔ (ایضاً ص ۹۶)

الجواب یہ استدلال بھی درست نہیں، کیونکہ محل نزاع تو ان لوگوں کی اجتماعی جنازہ گاہ میں اہتمام سے دعا ہے جو کہ ایک مرتبہ جنازہ پڑھ چکے، ان حضرات نے تو جنازہ ہی نہیں پڑھا تھا، لہذا انکی دعا سے دلیل پکڑنا درست نہیں، پھر یہ بھی صراحت نہیں کہ ان حضرات نے یہ دعا جنازہ گاہ میں کی تھی، ہو سکتا ہے قبر پر کی ہو؟ جن کتب کے حوالے سے یہ روایت نقل کی گئی ہے، انہوں نے بھی اس روایت سے نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء سے استدلال نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو اس روایت کو اس غرض سے نقل کیا ہے، کہ ایک مرتبہ نماز جنازہ ہو چکنے کے بعد دوبارہ نماز جنازہ درست نہیں، دعا کی جاسکتی ہے۔ اس سے ہمیں بھی اختلاف نہیں۔

سولہویں دلیل: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے دعاء کرنے کے واقعہ سے استدلال

سراج احمد سعیدی اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات نے پیغام بھیجا کہ وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء کرنا چاہتی ہیں۔ (محصلاً ص ۹۶)

الجواب پہلے یہ بات عرض کی جا چکی کہ خاص واقعات سے عام احکام ثابت نہیں ہوتے لہذا اس روایت سے بھی استدلال درست نہیں۔ پھر سراج احمد سعیدی صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ عورتوں کے لئے نماز جنازہ فرض نہیں۔ (ایضاً ص ۹۷) جبکہ محل نزاع تو وہ دعاء ہے جو کہ نماز جنازہ پڑھنے والے نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے جنازہ گاہ میں اہتمام سے کریں اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر تو جنازہ کی نماز فرض نہ تھی؟ پھر اس روایت سے استدلال کیسے درست ہوگا؟ اگر معمول کے مطابق جنازہ کے بعد اجتماعی دعا ہوتی تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو دعا کیلئے پیغام بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟

سترہویں دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال

سراج احمد سعیدی نے نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کو ثابت کرنے کیلئے اس روایت کو بھی اپنی دلیل بنانے کی کوشش کی کہ جس میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید ہونے کے بعد جب چار پائی پر لٹایا گیا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے کلمات کہے۔
(ایضاً ص ۹۷، ص ۹۸)

الجواب اس روایت سے نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا پر استدلال درست نہیں، اس لئے کہ ان روایات پر غور کرنے سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ دعائے کلمات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان سے بے ساختہ اس وقت نکلے تھے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غسل کیلئے لٹایا گیا، نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء سے اس واقعہ کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ چنانچہ مشہور محدث علامہ یعنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چار پائی پر لٹانے کی غرض کو یوں بیان کرتے ہیں:

”قولہ (وضع عمر رضی اللہ عنہ علی سریرہ) لاجل الغسل“ (عمدة القاری شرح بخاری ج ۱ ص ۱۹۷) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو چار پائی پر لٹکایا گیا وہ غسل کے لئے تھا۔ اسی طرح مشہور حنفی محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (لعمر رضی اللہ عنہ وقد وضع علی سریرہ) جملة حالیه من عمرو والمعنی وضع عمر رضی اللہ عنہ یوم مات علی سریرہ للغسل و حضر جمع من اصحابہ. (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱۱ ص ۳۱۳) کہ وقد وضع علی سریرہ کا جملہ عمر رضی اللہ عنہ کے لفظ سے جملہ حالیه ہے اور معنی یہ ہے کہ جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو آپ رضی اللہ عنہ کو تختہ پر غسل کے لئے لٹایا گیا اور آپ کے ساتھی وہاں جمع ہو گئے۔ جس طرح یہ روایت بخاری ج ۱ ص ۵۲۰ (ناشر: قدیمی کتب خانہ کراچی) پر موجود ہے اسی طرح بخاری ج ۱ ص ۵۱۹ پر بھی موجود ہے، اس روایت کے الفاظ ”وقد وضع علی سریرہ“ (کہ آپ کو تختہ پر رکھا گیا) کے اوپر چٹخی نے بین السطور یہ الفاظ لکھے ہیں ”ای للغسل بعد موته“ یعنی آپ کو وفات

کے بعد غسل کیلئے رکھا گیا تو اس وقت بے ساختہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زبان سے آپ کے لئے دعائیہ کلمات نکلے۔ جب یہ دعائیہ کلمات اتفاقیہ طور پر نماز جنازہ سے پہلے نکلے ہیں تو ان کا نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء سے کیا تعلق؟ اصل میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو دیکھ کر آپ کے مناقب بیان کرنے لگے، اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو مناقب عمر بن الخطاب کے تحت لائے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ یہاں یُصلُّون کے معنی یہ نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز جنازہ پڑھ رہے تھے، اس لئے کہ یہ تو غسل دینے کی حالت تھی، اس وقت کون سی نماز؟ بلکہ معنی یہ ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے رحمت کی دعا کر رہے تھے۔ جہاں بھی صلوٰۃ و دعایا صلوٰۃ و استغفار کے الفاظ آئیں وہاں پر ہر جگہ صلوٰۃ سے مراد نماز نہیں ہوتی جیسا کہ اسکی وضاحت مولوی احمد رضا خان صاحب کے حوالہ سے بھی گذر چکی۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے طبرانی کے حوالے سے روایت ذکر کی کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا: ”اجعلوا زیارتھا صلوٰۃ علیہم و استغفارہم۔“ (شرح الصدور ص ۲۰۵) قبروں کی زیارت سے اہل قبور کے لئے دعاء اور استغفار کا ارادہ کرو۔“ یہاں روایت میں صلوٰۃ کا لفظ موجود ہے، اس کا معنی کوئی بھی یہ نہیں کرتا جب قبر والوں کی زیارت کیلئے جاؤ تو انکی پہلے نماز جنازہ ادا کرو پھر ان کے لئے استغفار کرو۔ اسی طرح سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ بنی سلمہ کے ایک آدمی نے نبی اقدس ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والدین فوت ہو چکے ہیں کیا میں ان کے ساتھ کوئی نیکی کر سکتا ہوں؟ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا: الصلوٰۃ علیہما و الاستغفار لہم۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۴۴) ان الفاظ کا معنی کوئی بھی نہیں کرتا کہ ان پر پہلے جا کر نماز جنازہ پڑھا کرو پھر استغفار کیا کرو، بلکہ ان الفاظ کا صاف اور صریح معنی یہی ہے کہ ان کے لئے دعا اور استغفار کرو۔“ ثابت ہوا کہ ہر جگہ صلوٰۃ کا معنی نماز نہیں۔

اٹھارھویں دلیل: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے استدلال
سراج احمد سعیدی صاحب نے نماز جنازہ کے بعد دعاء مروجہ کو ثابت کرنے کیلئے مبسوط سرحدی

ج ۲ ص ۶۷، البدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۱، طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۱۱ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے بھی استدلال کیا ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ہو چکنے کے بعد پہنچے تو فرمایا: ان سبقتمو نی بالصلاة عليه فلا تسبقو نی بالدعاء۔ “کہ اگر تم نے ان کے لئے نماز جنازہ میں مجھ سے سبقت کی ہے تو دعائیں مجھ سے سبقت نہ کرو گے۔ (ایضاً ص ۹۸)

الجواب علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا پس منظر ذکر فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے احناف کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے کہ میت کو دفنانے کے بعد اس کی قبر پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا قبر پر صرف دعا ہوگی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ اس کی قبر پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے جبکہ احناف فرماتے ہیں کہ اس کی قبر پر دعا تو کی جاسکتی ہے، قبر پر دوبارہ نماز جنازہ نہ ہوگی، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو ثابت کرنے کیلئے ذکر فرمایا ہے کہ قبر پر دوبارہ نماز جنازہ تو نہیں البتہ دعا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہو چکنے کے بعد پہنچے تو انہوں نے دعا تو کی لیکن قبر پر دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ اگر اس روایت کو نماز جنازہ کے بعد کی مروجہ دعا کی دلیل بنائیں تو یہ روایت امام شافعی کے خلاف حجت نہ رہے گی، پھر تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا استدلال برقرار رہے گا۔ لہذا یہ روایت دوبارہ نماز جنازہ کے درست نہ ہونے کی دلیل ہے نہ کہ نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کی۔ چنانچہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”والمعنى فيه ان حق الميت قد تادى لفعل الفریق الاول۔“

(المبسوط للسرخسی ج ۲ ص ۶۷)

”کہ معنی اس کا یہ ہوا کہ فریق اول کے جنازہ پڑھنے سے میت کا حق ادا ہو گیا“ لہذا یہ نماز جنازہ کے دوبارہ جائز نہ ہونے کی دلیل ہوئی۔ سعیدی صاحب علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف انہی کتاب سے ایسی بات ثابت کر رہے ہیں جو کہ خود انکی بھی مراد نہیں یہ تاویل القول بما لا یرضی بہ

القائل ”نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ سعیدی صاحب محدثین اور فقہاء کی محنت پر پانی پھیر رہے ہیں، جن کتب کا کا سعیدی صاحب حوالہ دیتے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ اجتماعی دعاء کو ثابت نہیں کیا۔ پھر محل نزاع تو وہ اجتماعی دعاء ہے جو قبل از دفن نماز جنازہ کے بعد جنازہ گاہ میں ہو جب کہ سعیدی صاحب طبقات ابن سعد کے حوالے سے لکھ رہے ہیں کہ اس کے بعد آپ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے تابوت کے پاس کھڑے ہو کر ان کے لئے ثنا و دعا کرنے لگے (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنائزہ ص ۹۹) اس سے تو معلوم ہوا کہ حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ نے دعا اکیلے کی تھی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے ساتھ شریک نہ تھے؟ سعیدی صاحب کی اجتماعی دعاء کی دلیل یہ روایت کیسے بن گئی۔ اور اس روایت کا ترجمہ بھی غلط کیا جاتا ہے، مفتی امین صاحب نے اس روایت کا عجیب ترجمہ کیا ہے، لکھتے ہیں: ”اگر تم نے میرے آنے سے پہلے نماز جنازہ پڑھ لی ہے تو ٹھہر جاؤ (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۸) ٹھہر جاؤ (کسی لفظ کا ترجمہ ہے؟ حالانکہ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ مجھے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا تو کوئی حق نہیں لیکن دعاء اور استغفار چونکہ پوری زندگی کا وظیفہ ہے جو کہ کسی موقع محل یا وقت کے ساتھ خاص نہیں، اس لئے میں جب چاہوں گا ان کے لئے دعاء واستغفار کروں گا اور اس دعا واستغفار میں تم مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتے یعنی میں کثرت سے ان کے لئے دعاء واستغفار کروں گا۔

جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کو ثابت کرنے والے حضرات نے جن الفاظ پر اجتماعی دعا کی بنیاد رکھی ہے، وہ یہ ہیں ”ان سبقتمونی بالصلاة عليه فلا تسبقوني بالدعاء۔“ (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنائزہ ص ۹۸) حالانکہ یہ روایت دوسرے الفاظ سے بھی مروی ہے چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو اس روایت کے الفاظ نقل کئے ہیں وہ یہ ہیں: عن عبد اللہ بن سلام لما فاتته الصلوة على عمر رضي الله تعالى عنه قال ان سبقت بالصلوة فلم اسبق بالدعاء له۔“ اس کا ترجمہ جو احمد رضا صاحب نے کیا ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ لکھتے ہیں: عبد اللہ بن سلام رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو جب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ مبارک پر نماز میرے آنے سے پہلے ہو چکی تو کہا کہ دعا کی بندش تو نہیں میں ان کے لئے دعا کروں گا (رسالہ النصی الحاجز مندرجہ فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۰۶ ناشر: رضا فاؤنڈیشن لاہور) روایت کے ان الفاظ اور مولوی احمد رضا صاحب کے ترجمہ نے سعیدی صاحب اور مفتی امین صاحب کے ترجمہ کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ نماز جنازہ ہو چکنے کے بعد دعاء یا تو کسی وقت بھی انفرادی طور پر ہو سکتی ہے، یا قبر پر ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے ہو چکنے کے بعد پہنچے، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ میرے بھائی کی قبر کہاں ہے؟ لوگوں نے بتلائی تو آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کیلئے دعا کی۔“

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱۹ ناشر ادارۃ القرآن کراچی)

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”وبہ نأخذ“ کہ اسی موقف کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ اسی قسم کی روایت اس سے پہلے بھی مروی ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سعیدی صاحب موضوع (نماز جنازہ کے بعد قبل از دفن اہتمام سے اجتماعی دعاء) پر روایات پیش کرنے کی بجائے غیر متعلقہ روایات پیش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے تو نماز جنازہ ہی نہ پڑھا تھا، جبکہ ہماری بحث ان افراد کی اجتماعی دعاء سے متعلق ہے جنہوں نے نماز جنازہ پڑھا ہو، پھر وہ جنازہ گاہ میں ہی دفن سے پہلے اہتمام سے اجتماعی دعا کریں۔

انیسویں دلیل: حضرت عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ اونی کے واقعہ سے استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے حضرت عبداللہ بن ابی اونیؓ کے واقعہ سے بھی نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء پر استدلال کیا ہے اور کمال ہوشیاری سے اصل روایت کے مستدل عربی الفاظ نقل نہیں کئے تاکہ اصل حقیقت پر پردہ پڑا رہے۔ اور نہ ہی سند ذکر کی۔

الجواب (۱) مفتی احمد یار نعیمی صاحب اس روایت کو کنز العمال کے حوالہ سے ابراہیم ہجری

سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَأَيْتَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ مَاتَتْ ابْنَتُهُ أَلَىٰ أَنْ قَالَ
ثُمَّ كَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا ثُمَّ قَامَ بَعْدَ ذَلِكَ قَدَرِ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَتَيْنِ وَقَالَ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصْنَعُ هَكَذَا.

”میں نے ابن ابی اوفیٰ کو دیکھا یہ بیعت رضوان والے صحابی ہیں کہ ان کی دختر کا انتقال ہوا
پھر ان پر چار تکبیریں کہیں پھر اس کے بعد دو تکبیروں کے فاصلہ کی بقدر کھڑے ہو کر دعاء کی اور فرمایا کہ
میں نے حضور ﷺ کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا۔“ (جاء الحق ص ۲۲۴ ناشر: قادری پبلشرز لاہور)
مفتی احمد یار نعیمی صاحب نے جس ابراہیم بھجری کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی ہے، وہ
ضعیف ہے، کیونکہ ابراہیم بھجری کو محدثین (امام ابن معین، امام ابو حاتم، امام بخاری، امام نسائی، امام
ترمذی، امام حاکم، امام ابن عدی، امام ابن سعد، امام سعدی، اور امام حربی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ) نے
ضعیف اور منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۶۵) لہذا یہ روایت ضعیف ہونے کی
وجہ قابل استدلال ہی نہیں۔

(۲) اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو یہ روایت اصل موضوع (نماز جنازہ کے بعد جنازہ
گاہ میں دفن سے پہلے اہتمام سے اجتماعی دعاء) کے متعلق ہے ہی نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن
ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے نماز جنازہ کے اندر کی تھی۔ چنانچہ امام
نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں: وفی رواية کبر اربعاً فمکث ساعة حتی
ظننت انه سیکبر خمساً ثم سلم عن یمینہ وعن شمالہ. (ریاض الصالحین ص
۳۹۹، کتاب الاذکار للنووی ص ۱۴۵) ”اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ حضرت
عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے چار تکبیریں کہیں اور کچھ دیر ٹھہرے رہے، حتیٰ کہ ہم نے یہ خیال کیا کہ وہ پانچویں
تکبیر بھی کہیں گے مگر پھر انہوں نے دائیں اور بائیں سلام پھیر دیا۔“ ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ یہ دعاء

نماز جنازہ کے اندر تھی سلام سے پہلے، جبکہ ہمارا موضوع نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا ہے؟
(۳) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ائمہ احناف کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد نماز جنازہ میں سلام سے پہلے کوئی دعا ہے یا نہیں۔ ائمہ احناف اس دعا کے قائل نہیں ہیں جیسا کہ مفتی احمد یار نعیمی صاحب نے فتاویٰ عالمگیری کے حوالہ سے لکھا ہے:

”وَلَيْسَ بَعْدَ التَّكْبِيرِ الرَّابِعَةِ قَبْلَ السَّلَامِ دَعَاءٌ“ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے کوئی دعا نہیں۔ یعنی نماز جنازہ میں پہلی تین تکبیروں کے بعد کچھ نہ کچھ پڑھا جاتا ہے مگر اس چوتھی تکبیر کے بعد کچھ نہ پڑھا جائے گا جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے“ (جاء الحق ص ۲۲۸ ناشر: قادری پبلشرز لاہور) جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس دعا کے قائل ہیں۔ چنانچہ امام بیہقی جو کہ شافعی ہیں اس روایت پر یوں باب قائم کرتے ہیں ”باب ماروی فی الاستغفار للمیت والدعاء له مابین التكبيرة الرابعة والسلام.“ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۴۲) ”وہ باب جس میں اس کا ذکر ہوگا کہ میت کے لئے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا اور استغفار کرنا چاہیے“ سراج احمد سعیدی صاحب نے بھی اس روایت کو ذکر کرتے ہوئے سنن کبریٰ بیہقی کا حوالہ دیا ہے اگر وہ شافعی ہیں تو سلام سے پہلے دعاء مانگ لیا کریں؟ سعیدی صاحب نماز کی جس کتاب کا حوالہ دے رہے ہیں، کاش کہ وہ ہمارے پاس ہوتی تو ہم اس سے بھی سعیدی صاحب کے بیچ اور جھوٹ کو پرکھ لیتے۔

میسویں دلیل: حضرت عبید ابی عامر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال

صحیح مسلم شریف کے حوالے سے سراج احمد سعیدی صاحب نے لکھا ہے کہ عبید ابی عامر کے مرنے کے بعد نبی ﷺ نے اس کے لئے دست مبارک اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے بخشش کے لئے دعائیں فرمائیں۔ (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۱۰۰)

الجواب: اس روایت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ دعا نماز جنازہ کے بعد جنازہ گاہ میں ہی دفن سے پہلے کی گئی تھی؟ سعیدی صاحب کو ایسی روایات ذکر کرتے ہوئے فکر آخرت کا خیال کیوں نہ آیا؟ لا حول

ولا قوة الا بالله العلي العظيم .

اکیسویں دلیل: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے مروجہ دعاء کو ثابت کرنے کے لئے روایت ذکر کی کہ حضور پر نور ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری کے کہنے پر دوبارہ دعائے خیر برائے عبید ابی عامر فرمائی تھی۔“
(ایضاً ص ۱۰۰)

الجواب: اس روایت سے تو معلوم ہوا کہ نبی اقدس ﷺ کا عام معمول دوبارہ دعا کرنے کا نہ تھا، اسی لئے تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دوبارہ دعا کرنے کی درخواست کی تھی، وگرنہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو دوبارہ درخواست کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

یہ بھی روایت میں صراحت نہیں کہ یہ دعا نماز جنازہ کے بعد فوراً جنازہ گاہ میں ہی کی گئی تھی یا کہیں اور؟ جبکہ بحث تو نماز جنازہ کے فوراً بعد جنازہ گاہ میں ہی میت سامنے رکھ کر دفن سے پہلے اجتماعی دعا میں ہے۔ یہ دعا بھی اجتماعی نہیں؟ اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے حوالہ سے گذر چکا کہ خاص واقعہ سے عام احکام ثابت نہیں ہوتے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۸۰)

بائیسویں دلیل: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کو ثابت کرنے کے لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے بھی استدلال کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک بچے پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا: اللہم اعذه من عذاب القبر . کہ اللہ اس بچے کو عذاب قبر سے پناہ دے۔“ (محصلہ تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۱۰۰)

الجواب سعیدی صاحب محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے خلاف مجتہد بن کر ان کی کتب سے غلط استدلال کر رہے ہیں، اس دعاء کا نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ اجتماعی دعا سے کیا تعلق؟ یہ دعا تو حضرت

تیسویں دلیل: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ پڑھانے کے واقعہ سے استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے مروجہ دعاء کیلئے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پر ان کے لئے کثرت سے دعا فرمائی۔ ویکثر الترحم علیہ . (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۴۱) (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنائزہ ص ۱۰۰)

الجواب اس روایت کا نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء سے کیا تعلق؟ حدیث میں تو صاف لکھا ہے ”نماز جنازہ پر ان کے لئے کثرت سے دعا فرمائی“ آپ بھی نماز جنازہ میں کثرت سے دعاء کر لیا کریں، کون روکتا ہے؟

چوبیسویں دلیل: سورۃ فاتحہ کے مسئلہ سے مروجہ دعا پر استدلال اور اس کا جواب

سراج احمد سعیدی صاحب یہاں پہنچ کر عجیب خطبہ میں مبتلا ہوئے وہ اس طرح کہ اسلاف میں نماز جنازہ کے اندر سورۃ فاتحہ کے مسئلہ میں اسکی حیثیت میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا جن روایات میں سورۃ فاتحہ کا نماز جنازہ میں پڑھنا آیا ہے اسکی حیثیت کیا ہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو بطور قراءت کے پڑھنے کے قائل ہیں جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ اس کو بطور دعاء کے پڑھنے کے قائل ہیں، نہ کہ بطور قرأت کے، لیکن نماز جنازہ کے بعد جنازہ گاہ میں ہی اس کو بطور رسم کے اجتماعی طور پر پڑھنے کے اسلاف نہ قائل ہیں اور نہ ہی اس مسئلہ میں ان سے کوئی اختلاف مذکور ہے۔ سراج احمد سعیدی صاحب نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے والی روایات کو اور اسمیں مذکور اختلاف کو توڑ مروڑ کر نماز جنازہ کے بعد والی اجتماعی فاتحہ جو جنازہ گاہ میں ہی دفن سے پہلے ہوتی ہے، پرفٹ کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نماز جنازہ کے اندر فاتحہ نہیں پڑھنی بلکہ اسے نماز جنازہ کے بعد بطور دعا پڑھنا چاہیے (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنائزہ ص ۱۰۳) اور ظلم یہ کہ اس موقف کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کر دیا ہے کہ وہ حضرات نماز جنازہ کے بعد فاتحہ بطور دعا پڑھتے تھے۔ حالانکہ یہ حقائق کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش ہے، سعیدی صاحب میں اگر علم نام کی کوئی چیز ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتماعی معمول نقل کرتے کہ یہ مقدس حضرات نماز جنازہ کے بعد سورۃ فاتحہ کو بطور دعا پڑھتے تھے، جن روایات کو سعیدی صاحب نے نقل کیا ہے کہ ان کا تعلق تو نماز جنازہ کے اندر سورۃ فاتحہ سے ہے نہ کہ نماز جنازہ کے بعد، یہ شریعت کیساتھ مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟

پچیسویں دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ پڑھنے کے بعد دوبارہ جنازہ کے واقعہ سے استدلال

مفتی احمد یار نعیمی صاحب نے نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کو ثابت کرنے کے لئے سنن کبریٰ بیہقی کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل نقل کیا ہے: ان علیا صلی علی جنازۃ بعد ما صلی علیہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جنازے پر نماز کے بعد دعا مانگی۔ (جاء الحق ص ۲۲۲ ناشر قادری پبلشرز لاہور)

الجواب اس روایت کا نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں، مفتی صاحب نے روایت کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے اور اسکو استعمال بھی بے موقع کیا ہے۔ اوپر والے الفاظ کا صحیح ترجمہ یہ

ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ پر نماز جنازہ پڑھنے کے بعد نماز جنازہ پڑھی۔ مفتی صاحب نے ترجمہ ہی غلط کر دیا۔ اور امام بیہقی اس روایت کو دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کے باب میں لائے ہیں، نہ کہ نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کے باب میں اور دوسری روایت کے الفاظ ہی مختلف ہیں کہ جن سے مفتی صاحب کا استدلال ہی باطل ہو جاتا ہے۔ دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

فجاء قرظة بن كعب و اصحابه بعد الدفن فامرهم ان يصلوا عليه .

(سنن کبریٰ ج ۴ ص ۴۵)

قرظہ بن کعب اور ان کے ساتھی دفن کے بعد آئے اور انہوں نے ان کو اس پر صلوٰۃ کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ چند حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ پڑھانے کے بعد پہنچے اور میت کو دفن بھی کیا جا چکا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو اس پر صلوٰۃ کا حکم دیا۔ یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا ہو سکتی ہے اور قبر پر دعا میں کوئی اختلاف نہیں اور آخری روایت میں حضرت علی نے حکم دیا خود شریک نہ ہوئے، یہی روایت درست ہے۔ پہلی روایت راوی کا وہم ہے۔

چھبیسویں دلیل: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے معمول سے استدلال اور

اس کا جواب

سراج احمد سعیدی صاحب نے نماز جنازہ کے بعد والی اجتماعی مروجہ دعا کو ثابت کرنے کے لئے حضرت حسن بصری کے معمول سے بھی استدلال کیا ہے جو کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے ان کاں اذا سبق بالجنازة يستغفر لها فيجلس او ينصرف امام حسن بصری کے پہنچنے سے پہلے جب نماز جنازہ پڑھ لی جاتی تو آپ میت کے لئے دعا مغفرت کرتے اس کے بعد وہاں بیٹھ جاتے یا واپس چلے جاتے۔“ (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۱۰۵) حالانکہ اس روایت کا بھی نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ اجتماعی دعا سے کوئی تعلق نہیں، اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ جس نے نماز جنازہ نہیں پڑھی، وہ میت کے لئے دعا مغفرت کر سکتا ہے، لیکن دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا، محل نزاع تو وہ اجتماعی دعا

ہے جو کہ نماز جنازہ پڑھنے والے حضرات نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد دفن سے پہلے جنازہ گاہ میں ہی میت سامنے رکھ کر اجتماعی شکل میں کریں؟ جبکہ حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ ہی نہیں پڑھی؟ پھر ہو سکتا ہے کہ وہ یہ دعا قبر پر کرتے ہوں جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

فصل نمبر ۳: فقہاء کرام اور اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات سے استدلال کے جوابات

سراج احمد سعیدی اور بعض دوسرے حضرات نے فقہاء کرام اور اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کی بعض عبارات سے بھی نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، ان عبارات کے مختصر جوابات بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر ۱: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے غلط استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے تعزیت سے متعلق حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے مروجہ دعا کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت امام صاحب نے فرمایا ہے تعزیت دفن سے پہلے ہونی چاہیے، حالانکہ تعزیت کا نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے کہ تعزیت کا تعلق خود میت کے وارثوں سے ہے اور دعا کا اور ایصالِ ثواب کا تعلق خود میت سے ہے، تعزیت میں میت کے وارثوں سے انکی دلجوئی کے کلمات تعزیت کرنے والا انفراداً کہتا ہے، جبکہ نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء اجتماعاً ہوتی ہے اور میت کو سامنے رکھ کر ہوتی ہے اس کا تعزیت والے مسئلہ سے کیا تعلق؟

نمبر ۲: حضرات پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے غلط استدلال:

سراج احمد سعیدی صاحب نے جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کو ثابت کرنے کے لئے حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت ذکر کی ہے، حالانکہ اس روایت پر تفصیل سے بات ہو چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے یہ

دعا چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے مانگی تھی، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ حنبلی ہیں، اور بعض حنابلہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا کے قائل ہیں، حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اسی دعا کے پس منظر میں ذکر فرمایا ہے، اس روایت کا نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اسکی بڑی دلیل یہ بھی ہے حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”غنیۃ الطالبین“ میں نماز جنازہ اور میت کے احکام تفصیل سے ذکر فرمائیں ہیں، اور نماز جنازہ میں حنابلہ کے مطابق چوتھی تکبیر کے بعد دعاء کا تذکرہ فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

”وَيَقُولُ فِي الرَّابِعَةِ: رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.“ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۲۲۵ ناشر: قدیمی کتب خانہ کراچی)

”اور نماز جنازہ پڑھنے والا چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعاء پڑھے: رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً..... الخ.“

اس کے بعد فرمایا:

”وَمِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ يَقِفُ قَلِيلًا وَلَا يَقُولُ شَيْئًا وَيَسْلَمُ.“ (ایضاً ص ۲۲۵)

”اور ہمارے بعض حضرات نے فرمایا کہ چوتھی تکبیر کے بعد قدرے توقف کرے اور بغیر دعا کے سلام پھیر دے۔“

حضرت پیران پیر کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ وہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے نماز جنازہ کے اندر ہی دعاء کے قائل ہیں، نہ کہ جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کے، میت کے احکام پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں تفصیل سے ذکر فرمائیں ہیں لیکن کہیں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جنازہ کے بعد والی مروجہ دعاء کا تذکرہ نہیں فرمایا، سراج احمد سعیدی صاحب نے ان کا نام استعمال کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

نمبر ۳: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے غلط استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے غلط استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

”علامہ امام حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن مرابط نے فرمایا: موت کی اطلاع دینے کے فائدے بھی ہیں کہ لوگ جنازہ کو تیار کرانے کے لئے جلدی آئیں گے والصلاة عليه والدعاء والاستغفار اسکی نماز جنازہ پڑھیں گے اور اس کے لئے دعا مانگیں گے اور مغفرت طلب کریں گے (تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۱۰۶) اس عبارت کا بھی نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ والصلاة عليه کے بعد جو واؤ ہے وہ تفسیری ہے کہ لوگ نماز جنازہ میں میت کے لئے دعا اور استغفار کریں گے اور واؤ مطلق جمع کیلئے آتی ہے ترتیب کے لئے نہیں آتی کہ پہلے جنازہ اس عبارت سے ثابت ہو اس کے بعد دعا ثابت ہو، اگر اس سے مراد نماز جنازہ کے بعد والی دعا ہے، تو اس سے قبر پر کی جانے والی دعا کیوں مراد نہیں ہو سکتی؟ کیا اس عبارت میں کوئی لفظ ہے جو کہ قبر والی دعا کی نفی کرتا ہو؟ لہذا جب قبر والی دعا کا بھی احتمال ہے تو استدلال باطل ٹھہرا۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

نمبر ۴: اشعة اللمعات اور کشف الغطاء سے غلط استدلال

سراج احمد سعیدی صاحب نے نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کو ثابت کرنے کے لئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ اور ان کے نبیرہ شاہ نورالحق محدث دہلوی کی عبارات کو ذکر کیا ہے، حالانکہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی اشعة اللمعات اور کشف الغطاء میں شیخ نورالحق رحمۃ اللہ علیہ کا جو فتویٰ ہے۔ دونوں میں نماز جنازہ کے بعد والی دفن پہلے سے کی جانے والی میت کو رکھاجتماعی دعا سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میت کے ایصال ثواب کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے، کسی وقت بھی ہو سکتا ہے، اس کے ہم بھی قائل ہیں، لیکن ایصال ثواب کے لئے ایک وقت مقرر کر کے اسکو لازمی جاننا اور اس وقت میں شریک نہ ہونے والوں کو تنقید کا نشانہ بنانا درست نہیں۔ یہ دونوں عبارات تو ہماری

تائید کرتی ہیں نہ کہ سراج احمد سعیدی صاحب کی، سراج احمد سعیدی صاحب کو چاہیے کہ اصل موضوع پر واضح عبارات پیش کریں، چونکہ اور چنانچہ والا رویہ ترک فرمائیں۔ سعیدی صاحب تو نماز جنازہ سے پہلے بھی اہتمام سے اجتماعی دعا کے قائل ہیں جبکہ کشف الغطاء میں لکھا ہے:

و پیش از نماز نیز بدعا نہ ایستدزیر اچہ دعا میکند بدعائیکہ کہ او فرو

اکبر است بیودن دعا یعنی نماز جنازہ کذا فی التجنیس۔“

(کشف الغطاء، فصل ششم نماز جنازہ ص ۴۰، ناشر: مطبع احمدی دہلی)

”اور نماز سے پہلے بھی دعاء کے لئے نہ کھڑا ہوا اس لئے کہ اس نے وہ دعا کرنی ہے جو کہ اس

سے زیادہ وافر اور بڑی ہے یعنی نماز جنازہ۔ کتاب تجنیس میں بھی ایسے ہی ہے۔“

جو حضرات نماز جنازہ سے پہلے بھی دعا کے قائل نہیں انکی عبارات سے نماز جنازہ کے بعد

والی مروجہ دعا پر استدلال ہو رہا ہے فیما للتعجب! صاحب کشف نماز جنازہ کو خود دعا تسلیم کرتے ہیں۔

(ایضاً ص ۲۱۰)

نمبر ۵: ابن ابی الدینار رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے غلط استدلال:

مفتی امین صاحب نے نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کو ثابت کرنے کے لئے ابن ابی

الدینار رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے غلط استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

”ابن ابی الدینار نے اپنی مسند سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا

تو پوچھا جب تم کو قبر میں رکھا تو پھر کیا ہوا؟ اس نے کہا ایک شخص آگ کا کوڑا لے کر میری طرف دوڑا، اگر

دعا کرنے والے میرے لئے دعا نہ کرتے تو وہ مجھے مار ہی دیتا۔“ (شرح الصدور عربی ص ۱۱ مترجم ص

۱۶۱) (نماز جنازہ کے بعد دعاء کا حکم ص ۱۶) اس عبارت اور واقعہ کا بھی نماز جنازہ کے بعد کی جانے والی

جنازہ گاہ میں ہی دفن سے پہلے اجتماعی دعاء سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ صاف صراحت ہے کہ یہ دعائیت کو

دفن کرنے کے بعد کی گئی جیسی تو آگ کا کوڑا لیکر قبر میں آدمی اس کے پاس آ رہا تھا، اس وقت دعا کی وجہ

سے اس سے یہ مصیبت ٹل گئی۔ لہذا یہ دعاؤں کے بعد ہوئی اس کے ہم بھی منکر نہیں۔ فللہ الحمد۔

نمبر ۶: امام فضلی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے غلط استدلال

بعض حضرات نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا کو ثابت کرنے کیلئے امام فضلی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے البحر الرائق شرح کنز الرقائق میں فرمایا ہے لا بأس به کہ اس دعا کے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب

(۱) حالانکہ لا بأس به کے الفاظ فقہاء کرام کے ہاں کراہت تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کے لئے استعمال ہوتے ہیں چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”حمل الکراہۃ علی التنزیہی فلا تنافی قولہم لا بأس به لان غالب

استعمالہا فیما ترکہ اولیٰ۔“ (فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۸۳)

”مکروہ تنزیہی پر محمول کرنے کو فقہاء کا قول ’لا بأس به‘ بالکل منافی نہیں ہے اس کا

استعمال عام طور پر ان باتوں میں ہوتا ہے جن کا چھوڑ دینا بہتر ہے۔“

مفتی سعد اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اکثر در کراہت تنزیہی مستعمل می شود“ (فتاویٰ سعدیہ ص ۱۳۰)

”لابأس به“ کا قول اکثر کراہت تنزیہی میں مستعمل ہوتا ہے۔“

ثابت ہوا کہ ”لابأس به“ کا جملہ فقہاء کرام کے ہاں مکروہ تنزیہی کے لئے بولا جاتا ہے، پھر

مکروہ تنزیہی بھی تو تب ہوگا جب کہ یہ عمل کسی فرقے کی پہچان اور علامت نہ بن جائے اور اسکو سنت کا

درجہ نہ دیا جائے اور نہ کرنے والے پر تنقید نہ کی جائے، حالانکہ اس کو اب سنت کا درجہ دیا جانے لگا اور اس

دعا کو نہ مانگنے کی وجہ سے نہ مانگنے والوں کو دوزخی کہا جا رہا ہے، پھر اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے؟

(۲) اس کتاب کے باب نمبر ۳ میں فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کثیر عبارات نقل کی جا چکی ہیں کہ

نماز جنازہ کے بعد دعاء منع ہے اور مکروہ و بدعت بھی۔ خاص طور پر حوالہ نمبر ۲۳ میں مفتی سعد اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کا قول بتایا ہے، اور حوالہ نمبر ۵ کے تحت حاشیہ جواہر انفیس میں مجموعۃ الفتاویٰ کے حوالے سے اس کو مفتی بہ قول بتایا ہے اور اس باب کے حوالہ نمبر ۲۶ میں مجموعہ خوانی کے حوالہ سے گزر چکا کہ فتویٰ اسی قول پر ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء نہ کرے، جب احناف کا مفتی بہ قول نماز جنازہ کے بعد دعاء نہ کرنے کا ہے تو اس کے خلاف اگر کوئی قول ملے گا بھی تو اس پر عمل نہ ہوگا، کیونکہ خلاف مذہب اور مفتی بہ قول کے مقابلہ میں جو قول ہوگا وہ شاذ اور نادر ہوگا۔ اور شاذ اور نادر قول خواہ کسی کا بھی ہو اس پر عمل جائز نہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قد قال العلامة قاسم لا عبرة بأبحاث شيخنا يعني ابن الهمام إذ خالف المنقول.“ (فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۸۴ باب المسح علی الخفين)

”علامہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی بحثوں کا کچھ اعتبار نہیں جب وہ کسی منقول کی مخالفت کریں۔“

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے:

”لا يعمل به لمخالفته لا طلاق سائر المتنون.“ (فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۵۶۸)

”کہ اس پر عمل نہیں ہوگا کیونکہ یہ جملہ متنوں کے اطلاق کے خلاف ہے۔“

بریلوی عالم پروفیسر غلام مصطفیٰ صاحب نے مولوی احمد رضا خان صاحب کے ضعیف اور نادر قول سے متعلق درج ذیل اقوال نقل کئے ہیں:

”قول ضعیف پر فتویٰ دنیا جہل و مخالف اجماع ہے“ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۱۵)

”مفتی کو حق نہیں کہ وہ طے شدہ امور کو زیر بحث لائے۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۲۴۷)

”نادر پر حکم نہیں ہوتا اور احکام فقہ غالب پر ہی مرتب ہوتے ہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۴۴)

(کتاب: اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور ان کی فقہی خدمات ص ۸۲)

اس کے علاوہ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے رسالہ ”الہادی الحاجب عن جنازة الغائب“ میں ایک نادر قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تمام نصوص صریحہ کتب معتمدہ واجماع جمیع ائمہ مذاہب کے مقابل گیا رھویں صدی کے ایک فاضل قاضی کی حکایت پیش کرتے ہوئے شرم چاہیے تھی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۶۴ ناشر: رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

”تصریح ہے کہ خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۶۵)

فاضل بریلوی صاحب اسی قاضی صاحب کے نادر قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”خدارا انصاف! ذرا یوں فرض کر دیکھئے کہ کتب مذہب میں جواز نماز غائب و تکرار جنازہ کی عام تصریحات ہوتیں اور ایک قاضی ممدوح نہیں ان جیسے دو سو قاضی اسے ناجائز بتاتے اور کوئی شخص کتب مذہب کے مقابل ان دو سو سے سند لاتا تو دیکھیے یہ حضرات کس قدر غل مچاتے، اُچھل اُچھل پڑتے کہ دیکھو کتب مذہب میں تو جواز کی تصریح ہے اور یہ شخص ان سب کے خلاف گیا رھویں صدی کے دو سو قاضیوں کی سند دیتا ہے ہم ان کی مانیں یا کتب مذہب کو حق جانیں اور اب جو اپنی باری ہے تو تمام ائمہ مذاہب کا اجماع، تمام کتب مذہب کا اتفاق سب بالائے طاق اور تنہا قاضی ممدوح کو تقلید کا استحقاق۔ اس ظلم صریح و جہل فتیح کی کوئی حد ہے؟ مگر یہ ہے کہ جب کہیں کچھ نہ پایا الغریق یتشبث بالحشیش، ڈوبتا ہوا سوار (تکا) پکڑتا ہے وباللہ العصمۃ۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۶۶)

شاذ قول کی تردید میں آخری بات کرتے ہوئے فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

”غرض مذہب مہذب خفی کا حکم تو یہ ہے، باقی جو کوئی غیر مقلد بنا چاہے تو آج کل آزادی و بے لگامی کی ہوا چل رہی ہے، ہر شخص کو شتر بے مہار ہونے کا اختیار ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص

(۳۶۸) یہی بات ہم امام فضلی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے حق میں کہتے ہیں کہ ان کا قول جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کے مقابلہ میں حجت نہیں۔

علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات سے غلط استدلال

سراج احمد سعیدی اور بعض دوسرے حضرات نے نماز جنازہ کے بعد جنازہ گاہ میں ہی دفن سے پہلے اہتمام سے میت کو سامنے رکھ کر کی جانے والی اجتماعی دعاء کو علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارات سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ علماء دیوبند میں سے کوئی بھی معتبر عالم دین ان قیودات سے اہتمام کے ساتھ دعاء کا قائل نہیں ہے۔ بریلوی حضرات کی مروجہ دعاء میں درج ذیل باتیں پائی جاتی ہیں۔

- (۱) یہ دعاء نماز جنازہ کے فوراً بعد ہوتی ہے۔
- (۲) جنازہ گاہ میں ہی ہوتی ہے۔
- (۳) میت کو سامنے رکھ کر ہوتی ہے۔
- (۴) دفن سے پہلے ہوتی ہے۔
- (۵) سب جنازہ پڑھنے والوں کو اس دعاء میں شامل ہونے کی دعوت دی جاتی ہے۔
- (۶) یہ دعاء اجتماعی رنگ میں ہوتی ہے۔
- (۷) اگر کوئی جنازہ پڑھانے والا مروجہ دعاء نہ کر دے تو آگے بڑھ کر زبردستی اس دعاء کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس پر متعدد واقعات شاہد ہیں۔
- (۸) اس موقع پر دعاء نہ کرنے والوں کو مختلف فتوؤں سے نوازا جاتا ہے مثلاً ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوگا۔

(تحقیق دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ ص ۳۰)

دعاء نہ مانگنے والے مغرور، بے باک، بے کار، مجھڑ سے کم تر اور غضب الہی و قہر خداوندی

کے مستحق (ایضاً ص ۳۲) مولوی عمر اچھروی صاحب نے دعاء نہ مانگنے والوں کے متعلق لکھا ہے: ”جنازہ کے بعد دعاء نہ مانگنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ عبادی میں داخل نہیں ہیں (مقیاس الحنفیت ص ۵۳۱) اگر تم نے دعاء نہ مانگی بلکہ اس کو بدعت کہا تو تم نے اسکو جھٹلادیا تو بفرمان الہی عذاب الہی میں جلدی مبتلا ہو جاؤ گے (مقیاس الحنفیت ص ۵۳۰) اگر تم اب بھی دعا بعد نماز جنازہ نہ پڑھو تو نبی ﷺ کی رسی قیامت کے دن منکر کے گلے میں ہوگی (مقیاس الحنفیت ص ۵۳۶) معلوم ہوا کہ عملاً یہ حضرات اس موقع پر دعا کو ضروری سمجھتے ہیں، تبھی تو دوسروں پر فتویٰ بازی ہو رہی ہے۔ اس التزام اور اہتمام اور ان قیودات کے ساتھ ہمارے اکابر میں سے کوئی بھی اس دعاء کا قائل نہیں ہے، نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کے قائل حضرات کی دیانتداری تو یہ تھی کہ وہ ہمارے اکابر کی وہ عبارات پیش کرتے جو کہ کلیتاً ان کے موقف اور فکر سے متفق تھیں لیکن ان کو جب ڈھونڈنے سے بھی ایسی عبارات نہ ملیں تو لوگوں کو باور کرانے کے لئے کہ اہل السنۃ والجماعت دیوبند کثر اللہ امثالہم کے اکابر بھی اس مسئلہ میں ہمارے ساتھ متفق ہیں، اکابر کی عبارات توڑ مروڑ کر پیش کرنی شروع کر دیں، حالانکہ ان عبارات کا ان حضرات کے موقف سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ عبارات تو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ایصال ثواب میت کا حق ہے اور وہ کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے، اس کے لئے کوئی وقت اپنی طرف سے متعین کر کے، اس میں شریک نہ ہونے والوں کو تنقید کا نشانہ بنانا نہ ہمارے اکابر کی تعلیم ہے اور نہ ہی ہماری عوام کا مزاج ہے، یہ مزاج دوسروں کو مبارک ہو۔

مروجہ دعاء کو ثابت کرنے کے لئے ہمارے اکابر کی جن عبارات کو پیش کیا جاتا ہے، انکی اصل حقیقت اور اصل موقف کو تفصیل سے درج کیا جاتا ہے۔

نمبر ۷: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی عبارت سے غلط استدلال

مفتی امین صاحب نے مروجہ دعاء کو ثابت کرنے کے لئے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی درج ذیل عبارت نقل کی:

سوال: بعد جنازہ قبل دفن چند مصلیوں (نمازیوں) کا ایصال ثواب کیلئے سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا اور امام جنازہ یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب اس میں کوئی حرج نہیں۔ (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۱۱ مصنف مفتی محمد امین صاحب)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی اصل عبارت اور مفتی صاحب کی غلطی

مفتی امین صاحب نے مفتی عزیز الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ سے یہ عبارت پیش کی ہے، لیکن اس کے بعد والی عبارت جو کہ علماء دیوبند کا اصل موقف ہے اور مفتی صاحب کے مطلب کے خلاف ہے، مفتی صاحب نے اس کو نقل نہ کیا۔ مفتی عزیز الرحمن صاحب کا مکمل جواب ملاحظہ فرمائیں۔

”اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کو رسم کر لینا اور التزام کرنا مثل واجبات کے اس کو بدعت بنا

دے گا۔ کما صرح بہ الفقہاء۔“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۲۶۱ سوال نمبر ۸۱۷۔ ناشر:

دارالحدیث بیرون بوہڑ گیٹ ملتان) چند امور ملاحظہ ہوں۔ (۱) مفتی صاحب نے اس کو رسم بنانے سے منع

فرمایا ہے جبکہ کبھی کرنے کی اجازت دی (۲) اس کے التزام کو بدعت کہا ہے (۳) سوال میں چند نمازیوں

کی دعاء کا تذکرہ ہے، نہ کہ سب کی، کیونکہ جب چند نمازی کبھی اس عمل کو کریں گے تو باقی اکثر نمازی میت

کو تدفین کے لئے لے جائیں گے، اس صورت میں چونکہ میت کی تدفین میں تاخیر بھی نہ ہوگی اور سب

نمازیوں کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ بھی نہ ہوگا۔ جبکہ دعاء مانگنے والے حضرات

میں یہ تینوں باتیں نہیں پائی جاتیں، لہذا اس عبارت کو پیش کرنا مفتی امین صاحب کو مفید نہ ہوا۔ عام آدمی

اگر اس طرح کی حرکت کرے تو افسوس اس وقت بھی ہوگا لیکن مفتی صاحب تو اپنے مسلک کے ذمہ دار عالم

دین ہیں، ادھوری عبارت نقل کر کے اپنا مطلب نکالنا ان جیسے عالم دین کو زیب نہیں دیتا۔

مفتی عزیز الرحمن عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے تفصیلی فتاویٰ

ہمارے اکابر کی عبارات سے استدلال کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ ان کی کتاب سے ان کا مکمل موقف نقل کریں تاکہ عوام کو صحیح بات سمجھ میں آ سکے۔ مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں تفصیلی فتاویٰ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) سوال نمبر ۵۳۶ کے جواب میں فرمایا:

”نماز جنازہ کے بعد دعاء مشروع نہیں ہے اور ان احادیث میں دعاء سے مراد نماز جنازہ کی دعا ہے یعنی پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نماز جنازہ پڑھو تو اس کے اندر دعاء جنازہ اخلاص کے ساتھ کرو، اسی طرح دوسری حدیث میں صاف یہ موجود ہے کہ دعاء نماز جنازہ مراد ہے فقط۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۱۷۵ ناشر دارالحدیث ملتان)

(۲) سوال نمبر ۵۳۹ کے جواب میں فرماتے ہیں:

”کتب فقہ میں لکھا ہے کہ نماز جنازہ دعا ہے واسطے میت کے لہذا اور کوئی دعا بعد نماز جنازہ کے مشروع نہیں ہے۔ شامی میں ہے فقد صراحوا عن اخرهم بان صلوة الجنائزہ ہی الدعاء للمیت۔... الخ وفي خلاصة الفتاوى لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائزہ وفي البزازیة لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائزہ. وفي شرح المشکوۃ ولا يدعو للمیت بعد صلوة الجنائزہ لانه يشبه الزیادة فی صلوة الجنائزہ. پس معلوم ہوا کہ میت کے جنازہ کے بعد اور کچھ دعاء نہ کرے کہ صلوة جنازہ خود دعا للمیت ہے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۱۷۶، ص ۱۷۷)

(۳) سوال نمبر ۶۰۵ کے جواب میں لکھتے ہیں:

”اور نماز جنازہ کے بعد پھر دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنا ثابت نہیں ہے اور فقہاء نے اس سے منع فرمایا ہے اور بقول ملا علی قاری رحمہ اللہ زیادة فی صلوة الجنائزہ کا شبہ ہوتا اور صلوة الجنائزہ خود دعا للمیت ہے فلا یشرع الدعاء الاخر بعدھا فقط۔“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۱۹۶)

(۴) سوال نمبر: ۶۰۸ کے جواب میں لکھتے ہیں:

”نماز جنازہ خود دعاء للمیت ہے اس کے بعد اور کوئی دعا ماثور و منقول نہیں۔ امام و مقتدی سب اسکو ترک کر دیں کہ خلاف سنت فعل کا التزام درست نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۱۹۷)

(۵) سوال نمبر: ۷۳۶ کے جواب میں لکھتے ہیں:

”تعلیم مسائل دین میں کسی وقت بھی روک نہیں ہو سکتی لیکن دعاء بعد صلوة الجنائزہ بھیت موسومہ اس سے کسی طرح ثابت نہیں ہے اور ایجاد و اختراع و التزام مالا یلزم ہے اور ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعد صلوة جنازہ دعاء کی ہو فان صلوة الجنائزہ هو الدعاء للمیت وفيها دعاء جامع ماثور لا يساويه دعاء فقط۔“ (ایضاً ص ۲۳۷)

(۶) سوال نمبر: ۸۳۴ کے جواب میں فرماتے ہیں:

”فقہاء رحمہم اللہ نے نماز جنازہ کے بعد دوبارہ دعا کرنے کو مکروہ اور ممنوع لکھا ہے، کیونکہ نماز جنازہ خود دعاء للمیت ہے اس میں اور کسی ایجاد و ایذا کی حاجت نہیں ہے لہذا بعد نماز جنازہ فوراً اس کا التزام کہ تین بار سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچایا جاوے اچھا نہیں ہے۔ دوسرے وقت یا اپنے دل میں بلا اعلان و التزام کے اگر ثواب کسی سورت کا پہنچا دیوے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ فقط۔“ (ایضاً ص ۲۶۶)

(۷) سوال نمبر: ۸۴۱ کے جواب میں فرماتے ہیں:

”صلوة جنازہ خود دعاء للمیت ہے اس کے سوا اور کسی موقع پر فاتحہ مذکور کا علی وجہ الاجتماع ثبوت نہیں ہے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۲۶۸)

سراج احمد سعیدی صاحب اور مفتی امین صاحب کو چاہیے کہ ہمارے اکابر کا تفصیلی موقف پڑھ کر پورا موقف نقل کریں۔ ادھوری عبارات نقل کر کے عوام کو پریشان نہ کریں۔

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ کہ مروجہ دعا بدعت ہے

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ کے دارالعلوم دیوبند میں تحریر کردہ فتاویٰ امداد المفتین کے نام سے شائع شدہ ہیں ان میں بھی اس عمل کو بدعت فرمایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(سوال نمبر ۶۰) ماقولکم ورتہ الانبیاء فی الدعاء للمیت و قرأ الفاتحة او بشئ من القرآن لا یصال الثواب الیه بعد الفراغ عن الصلوة علیہ فهل یتأب المیت ام لا یضیع اللہ عمل العلمین افتونا ولکم الدرجات العلی فی جنات ولا فناء لہا؟

الجواب: الدعاء للمیت و قرأ الشئ من القرآن بعد صلوة الجنائز لا یصال الثواب الی المیت، لم یثبت عمن ہواشفق علی امتہ والہ واصحابہ من سائر الأباء والأہل مہات ولا عن احد من خلفائہ الراشدین ومن بعدهم من الصحابة والتابعین فلو کان فی ذالک حسن لسبقونا الیہا فعرفنا من ہلہنا انہا بدعة وضلالة و لیس بعمل صالح قد قال فیہ تبارک و تعالیٰ لا یضیع عمل العلمین وقد صرح بہ خلاصة الفتاویٰ. (واللہ تعالیٰ اعلم). (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (امداد المفتین ج ۲ ص ۶۲ ناشر: دارالاشاعت کراچی)

دارالعلوم دیوبند کا موجودہ حالیہ فتویٰ کہ مروجہ دعا ثابت نہیں

دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ پر نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا سے متعلق جو فتویٰ موجود ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

مفتی دارالعلوم دیوبند مدظلہ نے اس مسئلہ کے متعلق جنوری 2011ء میں جواب نمبر ۲۸۵۱۲ کے تحت جوارشاد فرمایا وہ درج ذیل ہے:

”اہل حق اہل سنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ نماز جنازہ بذات خود دعا ہے اور بعد نماز جنازہ مستقلاً دعا کرنا منقول و ماثور نہیں، فتاویٰ محمودیہ اور فتاویٰ رحیمیہ متداول ہیں آپ کے یہاں بھی دستیاب ہیں دونوں میں اطمینان سے مسئلہ ہذا کی بحث اور دلائل کا مطالعہ فرمائیں۔“

مفتی دارالعلوم دیوبند صاحب مدظلہ نے فتاویٰ محمودیہ سے اس مسئلہ کی وضاحت دیکھنے کے لئے فرمایا ہے اس لئے فتاویٰ محمودیہ سے بھی اس مسئلہ کی وضاحت نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

فتاویٰ محمودیہ سے وضاحت کہ مروجہ دعا بدعت ہے

(۱) فتاویٰ محمودیہ میں سوال نمبر: ۴۱۴۹ کے جواب میں لکھا ہے:

”یہ ثابت نہیں، قرآن کریم، حدیث شریف اور کتب فقہ میں کہیں اس کا حکم نہیں دیکھا حالانکہ چھوٹے چھوٹے مستحباب بھی کتب فقہ میں مذکور ہیں، بلکہ بعض کتب میں نماز جنازہ کے بعد دعاء کو منع کیا گیا ہے (اس لئے کہ نماز جنازہ خود میت کیلئے دعا ہے) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۷۰۸)

(۲) سوال نمبر: ۴۱۵۰ کے جواب میں لکھا ہے:

”نماز جنازہ خود دعا ہے اس کے بعد وہیں ٹھہر کر دعاء کرنا جیسا کہ بعض جگہ رواج ہے شرعاً ثابت نہیں خلاصۃ الفتاویٰ میں اس کو مکروہ لکھا ہے۔“ (ایضاً)

(۳) سوال نمبر: ۴۱۵۱ کے جواب میں لکھا ہے:

”خلاصۃ الفتاویٰ ۱/۲۲۵ میں اس کو منع کیا ہے ”لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة.“ (ایضاً ص ۷۰۹)

(۴) سوال نمبر: ۴۱۵۲ کے جواب میں لکھا ہے:

”جو لوگ ایسے عمل کو سنت کہتے ہیں ان سے مطالبہ کیا جائے کہ کس حدیث میں اور کس فقہ کی کتاب میں ہے؟ مگر آپ نے ان سے ثبوت طلب نہیں کیا کچھ حکمت ہی ہوگی؟ فقہاء نے نماز جنازہ سے فارغ ہو کر بعد سلام میت کے لئے مستقلاً کھڑے ہو کر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے، فقہ حنفی کی معتبر کتاب خلاصۃ الفتاویٰ میں اس کو منع کیا ہے۔ اس دعاء کا نیک کام ہونا کیا حضور ﷺ، خلفاء راشدینؓ،

ائمہ مجتہدین وغیرہ کو معلوم نہیں تھا آج ہی منکشف ہوا ہے۔“ (ایضاً ص ۷۱۰)

(۵) سوال نمبر: ۴۱۵۳ کے جواب میں لکھا ہے:

”نماز جنازہ خود دعا ہے اور میت کے لئے اس میں دعائے مغفرت ہی اصل ہے۔ نماز کے بعد مستقلاً کھڑے ہو کر دعاء کرنا ثابت نہیں بلکہ کتب فقہ میں اس کو منع کیا گیا ہے۔“ (ایضاً ص ۷۱۰، ص ۷۱۱)

(۶) سوال نمبر: ۴۱۵۴ کے جواب میں لکھا ہے:

”کتب فقہ میں بعد نماز جنازہ دعاء کا ثبوت نہیں بلکہ دعاء کا انکار منقول ہے اور (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) گیارہ مرتبہ پڑھنے تک بھی جنازہ کو نہ اٹھانا ثابت نہیں ہے لہذا یہ طریقہ شرعاً بے اصل اور بدعت ہے۔ اس پر انکار کرنے والے کو برا کہنا بہت ہی بُرا ہے، صلوٰۃ جنازہ خود دعا ہے نفس ایصال ثواب بغیر التزام مالا یلزم کے درست اور نافع ہے۔“ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۷۱، ص ۷۱۲) سراج احمد سعیدی صاحب اور مفتی امین صاحب کو چاہیے کہ ہمارا موقف اگر نقل کرنا ہے تو پورا نقل فرمائیں تاکہ عوام کو صحیح بات سمجھ میں آ سکے۔

نمبر ۸: مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے غلط استدلال

مفتی محمد امین صاحب نے مروجہ دعاء کو ثابت کرنے کے لئے مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی استدلال کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”مسلک دیوبند کے مولانا شمس الحق افغانی دیوبندی نے لکھا ہے: مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے تطبیق یوں دی ہے کہ دعاء قبل کسر الصفوف (صفیں توڑنے سے پہلے) منع ہے اور بعد کسر الصفوف جائز ہے، میرے نزدیک یہ تطبیق درست ہے۔ (الکلام الموزون ص ۹۱) (نماز جنازہ کے بعد دعاء کا حکم ص ۱۳)

الجواب: مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الکلام الموزون تو ہمارے پاس اس وقت موجود

نہیں ہے، وگرنہ اسی کتاب سے اصل حقیقت واضح کر دی جاتی۔ یہاں مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے چونکہ بات منقول ہے، اس لئے مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصل موقف نقل کیا جاتا ہے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ سو اس سلسلے میں عرض ہے کہ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صفیں توڑنے کے بعد انفرادی دعاء کے قائل ہیں نہ کہ اجتماعی دعاء کے اور محل نزاع بھی انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی دعا ہے۔ چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

”نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعاء کا ثبوت نہیں۔ نماز جنازہ خود دعا ہے۔“

(کفایت المفتی جواب نمبر ۱۲۴ ج ۴ ص ۱۱۵ ناشر دارالاشاعت کراچی)

جواب نمبر ۱۲۵ کے تحت لکھتے ہیں:

”نماز جنازہ بقرعہ فقہائے احناف دعا ہے اور اگرچہ اس پر لفظ صلوٰۃ بمعنی نماز کا اطلاق بھی کیا گیا ہے اور صحیح ہے۔“

تاہم اس میں دعا ہونے کی جہت راجح اور غالب ہے اور بعد فراغ من الصلوٰۃ آنحضرت ﷺ و صحابہ کرامؓ و ائمہ مجتہدینؒ سے ثابت نہیں کہ وہ کوئی دعا اور کرتے تھے یعنی نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے متصل بعد۔ البتہ بعد دفن قبر پر تھوڑی دیر توقف کرنا اور میت کے لئے دعا کرنا حدیث سے ثابت ہے جو سنن ابی داؤد میں مروی ہے۔

تاہم نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد فرداً فرداً اگر لوگ دعا مانگ لیں تو کچھ مضائقہ بھی نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ نہ مانگنے والوں کو کسی قسم کی طعن تشنیع ملامت نہ کی جائے اور دعا کا کوئی خاص اہتمام و تداعی اور جماعت بنانے کی پابندی نہ ہو، اسی طرح اگر کوئی شخص اکیلا بغیر اہتمام و التزام و پابندی ہیئت جماعت کے دعا مانگے تو کسی کو اسے روکنے اور منع کرنے کا بھی حق نہیں ہے کیونکہ اس خاص صورت میں ایک امر مباح کا مرتکب ہے یا زیادہ سے زیادہ مستحسن کا اور ان دونوں حالتوں میں منع کرنے کے کوئی معنی

نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۱۱۵) مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف اور فتویٰ سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) جنازہ کے بعد دعائیہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں۔

(۲) قبر پر دعاء کرنا حدیث سے ثابت ہے۔

(۳) جنازہ کے بعد اجتماعی درست نہیں۔

(۴) انفرادی دعا جائز ہے ان شرطوں کے ساتھ۔

(الف) دعائے مانگنے والوں پر تنقید نہ کی جائے

(ب) دوسروں کو اس دعاء کی ترغیب اور دعوت نہ دی جائے

(ج) انفرادی طور پر بھی اس دعا کو لازمی نہ سمجھا جائے۔

ان شرطوں کے ساتھ اگر کوئی مانگتا ہے تو انفرادی مانگنے سے اسے کوئی بھی منع نہیں کرتا۔

مفتی امین صاحب اور سراج احمد سعیدی صاحب کو مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پورا موقف نقل کرنا چاہیے تھا، ادھر اور موقف نقل کرنا اہل علم کو زیب نہیں دیتا۔

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جواب نمبر ۱۴۶ کے تحت لکھتے ہیں:

”نماز جنازہ بھی میت کے لئے دعاء ہے اور نماز جنازہ کی مشروعیت کی راجح جہت یہی ہے۔

تاہم نماز کے بعد میت کی مغفرت کیلئے دعاء کرنا جائز نہیں بلکہ ہر شخص تمام عمر اپنے اموات کیلئے دعا کر سکتا ہے۔ دعا کرنے یا ایصالِ ثواب کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن نماز جنازہ کے بعد اگر جماعت

کے لوگ بہ ہیئت اجتماعیہ تین بار سورۃ اخلاص پڑھنے کا طریقہ مقرر کر لیں تو یہ ہیئت اجتماعیہ اور اہتمام بدعت ہے کیونکہ اس کا ثبوت نہیں۔ اسی طرح اگر اسے لازم سمجھیں تو یہ التزام بدعت ہے کیونکہ بغیر شریعت کے لازم کرنے کے کسی چیز کو خود لازم کر لینا بدعت ہے۔ ہاں ہر شخص اگر بطور خود سورۃ اخلاص یا

کچھ اور پڑھ کر بخش دے تو کچھ مضائقہ نہیں اور چونہ پڑھے اس پر کوئی ملامت نہیں۔“
(کفایت المفتی ج ۴ ص ۱۲۶)

یہ ہے مفتی صاحب کا اصل موقف۔ سراج احمد سعیدی صاحب نے مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”دلیل الخیرات“ سے نامکمل اور ادھوری عبارتیں نقل کی ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کفایت المفتی میں ”دلیل الخیرات“ کے حوالے سے مروجہ دعاء کے متعلق جو تفصیلی فتویٰ ہے وہ بھی افادہ عام کیلئے نقل کر دیا جائے تاکہ سراج احمد سعیدی صاحب کی دیانت بھی کھل کر سامنے آجائے۔

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاتحہ خوانی سے متعلق چند رسموں کی تحقیق کے عنوان سے اس کے دوسرے موقع کی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”دوسرا موقع: پھر نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ اٹھانے سے پہلے سب لوگوں کو روک کر امام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد دعا کرنے کے متعلق کتب فقہ میں حسب ذیل روایتیں ہیں:

فیہ بقولہ بعد الثالثة لا نه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة وعن الفضلي لا بأس به . (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳)

یعنی مصنف نے دعا کو تیسری تکبیر کے بعد کے ساتھ مقید کر دیا کیونکہ سلام کے بعد دعا نہ کرے جیسا خلاصہ میں ہے اور محمد بن فضلؒ سے مروی ہے کہ مضائقہ نہیں۔

ولا يدعو للميت بعد صلوة الجنابة لا نه يشبه الزيادة في صلوة الجنابة .

(مرقاۃ لعلی القاری)

یعنی نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ دعا نماز جنازہ میں زیادتی کرنے کا شبہ پیدا کر دے گی۔

اذا فرغ من الصلوة لا يقوم داعياله . (سراجیہ)

جب نماز جنازہ سے فارغ ہو تو دعا کرتا ہوا کھڑا نہ رہے۔

ولا يقوم داعياله (جامع الرموز) یعنی نماز جنازہ کے بعد کھڑا رہ کر دعا نہ کرے۔

ولا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائز لا نه يشبه الزيادة فيها كذا في المحيط

نماز جنازہ کے بعد کھڑا رہ کر دعا نہ کرے کیونکہ یہ دعا نماز میں زیادتی کر دینے کا شبہ پیدا کرتی ہے۔

وعن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلوة الجنائز مکروه وقال محمد بن

فضل لا بأس به كذا في القنية (برجندی شرح مختصر الوقایہ) اور امام ابو بکر بن حامد سے

مروی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے اور امام محمد بن فضل نے فرمایا: کچھ مضائقہ نہیں۔

منقولہ بالا عبارتوں سے یہ تین باتیں صراحتاً ثابت ہوتی ہیں:

(۱) نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے یا کھڑا رہ کر دعا نہ کرے (خلاصہ، بحر الرائق، مرقاۃ، سراجیہ،

جامع الرموز، محیط)

(۲) نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔ (قنیہ عن الامام ابی بکر بن حامد)

(۳) نماز جنازہ کے بعد دعا میں مضائقہ نہیں (قنیہ و بحر عن الامام محمد بن فضل)

لیکن کسی معتبر کتاب میں یوں نہیں لکھا کہ نماز جنازہ کے سلام کے بعد دعا کرنا چاہیے یا فلاں

دعا مستحب ہے، صرف امام محمد بن الفضل سے یہ مروی ہے کہ دعا کرنے میں مضائقہ نہیں اور چونکہ لفظ ”لا

بأس“ اکثر خلاف اولیٰ میں مستعمل ہوتا ہے اس لئے ایک صاف اور واضح تطبیق تو امام محمد بن فضل اور امام

ابو بکر بن حامد کے کلام میں یہ ہو سکتی ہے کہ اول الذکر مکروہ تنزیہی اور موخر الذکر مکروہ تحریمی فرماتے ہیں:

اور ظاہر یہی ہے کیونکہ اکثر کتب فقہ و فتاویٰ میں اول اصل مذہب یہی بیان کیا ہے کہ دعا نہ

کرے یا دعا مکروہ ہے اور کراہت مطلقہ سے اکثری طور پر تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور محمد بن فضل سے

اس کے خلاف جو قول نقل کیا ہے اس کو لا بأس سے تعبیر کیا جو اصل معنی کے لحاظ سے کراہت تنزیہی یا کم

از کم خلاف اولیٰ میں مستعمل ہوتا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

اگر کسی کو شبہ ہو کہ نفس دعا اموات مسلمین کے لئے تو ہر وقت جائز ہے پھر اس وقت خاص میں دعا کے مکروہ ہونے کی کیا وجہ؟ تو جواب یہ ہے کہ فقہاء کرامؒ کا نماز جنازہ کے بعد دعا کو مکروہ فرمانا مطلق نہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ اجتماع و اہتمام کے ساتھ دعا کرنا مکروہ ہے اور نفس دعا کا جائز ہونا جواز اجتماع و اہتمام کو ملتزم نہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ میت کے وقت انتقال بلکہ اس سے بھی پہلے عیادت کے زمانے سے اس کے لئے فرداً فرداً دعا مانگنے کا ثبوت روایات حدیثیہ و فقہیہ میں موجود ہے، ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ اگر وہ کسی مریض کی عیادت کو جائے تو اس کے لئے دعا کرے اس کے بعد جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کرے اس کے بعد جنازے کی نماز پڑھے اس کے بعد دفن تک اور پھر اپنی زندگی تک میت کے لئے دعا کرتا رہے اور قرأت قرآن مجید و دیگر عبادات بدنہ و مالیہ کا ثواب اسے پہنچاتا رہے، ان تمام حالات میں فرداً فرداً دعا کرنے یا ایصال ثواب کرنے کی کوئی ممانعت نہیں بشرطیکہ کوئی بدعت یا قید غیر مشروع عارض نہ ہو جائے۔

اور شریعت مقدسہ نے اموات مسلمین کے لئے دفن سے پہلے اجتماع و اہتمام کے ساتھ دعا کرنے کا صرف یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے جیسے صلوٰۃ جنازہ کہتے ہیں۔ پس دفن سے پہلے دعائے اجتماعی اور اہتمام کا ثبوت صرف نماز جنازہ کے لئے ہے کہ وہ بھی میت کے لئے دعائے مغفرت ہی کا نام ہے۔ اس کے علاوہ اور جس موقع پر اجتماع و اہتمام و التزام کے ساتھ دعا کی جائے اسے فقہاء مکروہ بدعت فرماتے ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہونے کا حکم بہت سی کتابوں میں مذکور ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا اور سب کا مطلب یہی ہے کہ اجتماع و اہتمام سے دعا کرنا مکروہ ہے مگر فقہاء کے کلام میں کراہت کی وجہ مختلف عنوانوں سے بیان کی گئی ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوگا اور اس کلام میں غور کرنے سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ

”دعائے اجتماعی اور اہتمام کو ہی مکروہ فرماتے اور منع کرتے ہیں کیونکہ نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ اسی میں پیدا ہو سکتا ہے۔

اگر لوگ نماز جنازہ کے بعد جمع ہو کر اور اہتمام کر کے دعا نہ کریں بلکہ صفیں توڑ کر علیحدہ ہو جائیں اور اپنے اپنے طور پر ہر شخص تنہا تنہا دعا کرے تو اس میں کسی طور سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ نہیں ہو سکتا۔

میت کے لئے دفن سے پہلے شریعت مقدسہ نے خاص صورت اجتماعیہ اور اہتمام کے ساتھ دعا کرنے کا صرف ایک مرتبہ حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے طریقوں اور پاک سیرتوں سے صرف ایک مرتبہ اجتماع اور اہتمام سے دعا کرنا ثابت ہے (اور وہ نماز جنازہ ہے) اس لئے اس (نماز جنازہ) سے زیادہ جس موقع پر اجتماع و اہتمام سے دعا کی جائے گی وہ گویا اس اجتماع و اہتمام کے طریقہ شریعیہ (نماز جنازہ) پر زیادتی ہوگی یعنی نماز جنازہ کے علاوہ اور کسی موقع پر اجتماع و اہتمام کے ساتھ دعا کرنے کا یہ مطلب ہوگا کہ شارع علیہ السلام نے میت کی خیر خواہی اور اس کے لئے دعائے اجتماعی میں کچھ نقصان چھوڑ دیا تھا جسے ہم پورا کرتے ہیں۔

”نعوذ باللہ من ذالک“ شارع علیہ السلام نے اپنی امت کے لئے جس قدر محبت اور رحمت کاملہ کا تقاضہ تھا اس قدر اہتمام و اجتماع دعا کے لئے معین فرمایا۔ اگر اس سے زیادہ اجتماع و اہتمام مطلوب ہوتا تو بلا شک وہ مقرر فرما سکتے تھے۔ پس کس قدر غضب ہوگا اگر ہم اپنے افعال سے اس بات کا وہم پیدا کریں کہ شارع علیہ السلام نے اس اجتماع و اہتمام لل دعاء کی تعیین میں کوتاہی فرمائی۔ بعض فقہاء نے فرمایا کہ کھڑا رہ کر دعا نہ کرے چونکہ نماز جنازہ کے بعد اسی حالت پر کھڑا رہنا اور دعا کرنا خاص طور سے اجتماع و اہتمام کو ثابت کرتا ہے اس لئے اس طرح تعبیر فرما دیا مطلب وہی ہے کہ اجتماع و اہتمام سے دعا نہ کرے۔

یعنی اگر کوئی ایک شخص نماز جنازہ کے بعد اتفاقی طور پر اپنی جگہ کھڑا رہا اور اس نے کوئی دعا

اپنے دل میں میت کے لئے مانگ لی تو اگرچہ اس نے کھڑا رہ کر یہ دعا کی ہے مگر مکروہ نہیں ہوگی کیونکہ کراہت کی اصل علت اجتماع و اہتمام موجود نہیں اور نفس قیام علت کراہت نہیں۔

بعض فقہاء نے فرمایا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے کیونکہ نماز جنازہ خود دعا ہے یا لا نہ دَعَا مَرَّةً۔ ایک مرتبہ تو دعا کر چکا۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اہتمام و اجتماع دعا کا نہ کرے کیونکہ اہتمام و اجتماع کی دعا تو خود نماز جنازہ ہے اور وہ ایک مرتبہ کا چکا اور دوسری مرتبہ اہتمام و اجتماع کا ثبوت شریعت مقدسہ سے نہیں ورنہ اگر اجتماع و اہتمام سے ممانعت مراد نہ ہو تو ایک مرتبہ دعا ہو چکنا تنہا تنہا دعا کرنے کی ممانعت کی علت نہیں بن سکتا کیونکہ وہ عمر بھر تک احادیث، فقہ سے ثابت ہے۔ بعض فقہاء نے نماز جنازہ سے پہلے بھی دعا کرنے کو مکروہ فرمایا اور وجہ بیان فرمائی کہ ایک کامل اور عمدہ دعا کرنے والا ہے (یعنی نماز جنازہ پڑھنے والا ہے) اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ نماز جنازہ سے پہلے دعا کے لئے اجتماع و اہتمام نہ کیا جائے کیونکہ اجتماع و اہتمام کے ساتھ ایک کامل دعا ہونے والی ہے کیونکہ وہ شریعت مقدسہ مطہرہ کی مقرر کی ہوئی ہے۔ اور اس سے پہلے کوئی اجتماعی دعا ثابت نہیں اس لئے مکروہ ہے ورنہ نفس دعا تنہا تنہا ہر وقت جائز ہے اور آگے کو دعا کرنے کا ارادہ تنہا تنہا پہلے دعا کرنے کو مکروہ نہیں بنا سکتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میت کیلئے فرداً فرداً دعا مانگنے کا ہر وقت ہر شخص کو اختیار ہے۔ جب کہ التزام مال یلزم اور تخصیصات غیر مشروعہ سے خالی ہو لیکن اجتماع و اہتمام کے ساتھ دفن سے پہلے دعا مانگنا صرف نماز جنازہ کے ضمن میں شریعت سے ثابت ہے اور نماز جنازہ سے پہلے یا اس کے بعد دفن سے پہلے اجتماع و اہتمام سے دعا کرنے کا حدیث و فقہ و سلف صالحین ائمہ مجتہدین سے کوئی ثبوت نہیں لہذا مکروہ و بدعت ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ فقہاء کے قول بالکراہت اور امام محمد بن فضل کے قول لا بأس بہ میں ایک وجہ تطبیق کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو فقہاء مکروہ فرماتے ہیں وہ اہتمام و اجتماع سے دعا کرنے کو مکروہ فرماتے ہیں اور امام محمد بن فضل نفس دعا کا حکم بتاتے ہیں۔ انہوں نے اجتماع و اہتمام کا حکم

نہیں بتایا نفس دعا کو لایا بس بہ فرمایا ہے اور اگر اس صورت میں لایا بس بہ کے معنی ایسے بھی لئے جائیں جو مندوب کو شامل ہوتے ہیں تاہم مضائقہ نہیں۔

شبہ نمبر (۱) اگر کسی کو شبہ ہو کہ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کی شہادت کے بیان میں مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو گئی اور ان کو غسل کیلئے لٹایا گیا تو لوگوں نے ان کی نعش مبارک کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کے لئے دعا اور ان کی ثناء و صفت اور سوال نزول رحمت کرتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ سے پہلے بھی میت کے لئے اجتماع و اہتمام کے ساتھ دعائے مغفرت کرنی جائز ہے اور فعل صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ لوگ دعا کرنے کے لئے اہتمام سے جمع ہوئے تھے بلکہ علامہ عینیؒ نے تصریح کر دی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ عمرؓ کو غسل کے لئے لٹایا تھا اور اس سے صاف واضح ہے کہ اس وقت وہی لوگ تھے جو غسل کے ضروریات کو انجام دینے والے تھے اور غسل کو انجام دہی کے لئے ہی حاضر ہوئے تھے اور ایسے وقت عموماً ہر شخص کے دل میں ایک خاص کیفیت اور رقت طاری ہوتی ہے اور وہ بے اختیار یا با اختیار میت کے لئے دعائے مغفرت کرتا جاتا ہے اور کوئی اہتمام و اجتماع کا قصد نہیں کرتا۔

بہر حال اس واقعہ میں اور اس حدیث میں اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ لوگوں کا اجتماع و اہتمام دعا کے لئے تھا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ ”صاحب بحر“ نے ”مجتبے“ سے نقل کیا ہے کہ اہل میت کا مسجد میں اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ تعزیت کے لئے آئیں مگر وہ ہے اور اسی طرح شرح منیہ اور فتح القدیر میں کراہت کا ذکر کیا اور گھر میں بیٹھنے کو بھی بلفظ لایا بس ذکر کیا۔ علامہ شامیؒ نے فرمایا کہ گھر میں بیٹھنا بھی خلاف اولیٰ ہے اور لفظ لایا بس کے یہی حقیقی معنی ہیں اور وہی یہاں پر مراد ہیں مگر صاحب بحر نے تعزیت کے لئے بیٹھنے کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کرنا بقالی سے نقل کیا ہے۔ انہ جلس لما قتل جعفر و زید بن حارثہ والناس یا تو نہ و یعزونه (رد المحتار) کہ آنحضرت ﷺ بیٹھے جبکہ جعفر و

زید بن حارثہ کے قتل کی خبر آئی اور لوگ آتے تھے اور تعزیت کرتے تھے۔ پھر علامہ شامی جواب دیتے ہیں:

يجاب عنه بان جلوسه صلى الله عليه وسلم لم يكن مقصودا للتعزية آه.
(رد المحتار) کہ اس استدلال کا یہ جواب دیا جائے گا کہ آنحضرت ﷺ کا بیٹھنا بغرض تعزیت نہ تھا جیسے اس مسئلہ میں لوگوں نے محض آنحضرت ﷺ کے اتناقیہ بیٹھنے اور لوگوں کی تعزیت کرنے سے یہ سمجھ کر استدلال کر لیا کہ تعزیت کے لئے بیٹھے تھے۔ اسی طرح ہمارے زیر بحث مسئلہ میں بخاری کی روایت میں بغرض غسل جمع ہونے اور دعا کرنے کا ذکر دیکھ کر یہ سمجھ لیا گیا کہ دعا کے لئے لوگوں نے اجتماع کیا تھا پس جو جواب علامہ شامی نے اس استدلال کا دیا وہی جواب ہم نے اس استدلال کا دیا ہے۔ ففہم۔“
(کفایت المفتی ج ۴ ص ۱۶۸ تا ۱۷۳ ناشر: دارالاشاعت کراچی)

اس کے بعد حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو اور شبہات کے جواب بھی تحریر فرمائے ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ترک کیا جاتا ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس تفصیلی فتویٰ کو پڑھ کر ہر ذی انصاف یہی کہے گا کہ مروجہ دعا کے قائل حضرات اور مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موقف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دعاء مانگنے والے اس دعا پر اصرار کرتے ہیں جب کہ مفتی کفایت اللہ صاحب اس کے اصرار و التزام اور اجتماع کو بدعت فرماتے ہیں۔ اور مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صفیں توڑنے کے بعد انفرادی دعاء کے قائل ہیں جب کہ اجتماعی دعا ان کے ہاں بدعت ہے جیسا کہ ان کے الفاظ سے واضح ہے:

”اگر لوگ نماز جنازہ کے بعد جمع ہو کر اور اہتمام کر کے دعا نہ کریں بلکہ صفیں توڑ کر علیحدہ ہو جائیں اور اپنے طور پر ہر شخص تنہا تنہا دعا کرے تو اس میں کسی طور سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ نہیں ہو سکتا۔“ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۱۷۰)

جب مفتی امین صاحب کا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے موقف ہی نہیں ملتا تو پھر

ان کی ادھوری عبارت نقل کر کے اپنا مطلب نکالنا کس طرح درست ہوگا؟

نمبر ۹: حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے غلط استدلال

مفتی امین صاحب نے نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعاء کو ثابت کرنے کے لئے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی استدلال کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

(۲) مکتبہ فکر دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا قول: پس ان تمام احادیث اور عبارات مذاہب سے یہ حاصل ہوا کہ تمام نمازوں کے بعد دعاء کرنا چاروں مذہبوں میں مسنون و مشروع ہے۔ اس کا انکار سوا اس جاہل، مجنون کے کسی نے نہیں کیا جو اپنی ہوائے نفسانی کے راستہ میں گمراہ ہو گیا اور شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا اس کو بہکایا۔ (امداد الفتاویٰ)

(۳) نیز مسلک دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

بعد نماز عیدین کے دعا مانگنا گونہی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول نہیں مگر چونکہ عموماً ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوا۔ (بہشتی زیور ص ۸۱ جلد ۱۱)

قابل غور بات یہ ہے کہ نماز عیدین کے بعد خیر القرون میں دعا مانگنا ثابت نہیں تو پھر بھی دعا مانگنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مسنون قرار پایا تو نماز جنازہ کے بعد تو خیر القرون میں دعا مانگی جاتی رہی جیسے اوپر مذکور ہوا پھر کیوں انکار کیا جاتا ہے مگر ضد کا علاج نہیں۔ (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۱۲-۱۳)

الجواب جنازہ اور نمازوں میں جس طرح احکام کے اعتبار سے اور کئی فرق ہیں (جو کہ بہار شریعت کے حوالے سے ذکر کئے جا چکے ہیں) اسی طرح ایک فرق یہ بھی ہے کہ نمازوں کے بعد دعاء کو فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا جبکہ جنازہ کے بعد فقہاء کرام نے دعاء سے منع کیا ہے اور اس کو مکروہ بدعت فرمایا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں باب سوم)

وجہ اس کی یہ ہے کہ جنازہ خود دعا ہے اس کے بعد میت کی تدفین ہونی چاہیے۔ حضرت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بات ارشاد فرمائی ہے وہ بالکل درست ہے کہ دعاء تمام نمازوں کے بعد مسنون ہے، لیکن جنازہ نماز نہیں بلکہ خود دعا ہے اور خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جنازہ کو دعا قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

”نماز جنازہ درحقیقت اس میت کے لئے دعا ہے ارحم الراحمین سے (بہشتی زیور، گیارھواں حصہ، عنوان جنازے کے مسائل ص ۵۸۷ ناشر: توصیف پبلی کیشنز لاہور) مزید لکھتے ہیں:

”ہاں یہاں جماعت کی ضرورت زیادہ ہے اس لئے کہ یہ دعاء ہے میت کے لئے اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہ الہی میں کسی چیز کے لئے دعا کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزول رحمت اور قبولیت کیلئے۔“ (بہشتی زیور حصہ گیارھواں ص ۵۸۹) اور مولوی احمد رضا خان صاحب بھی نماز جنازہ کو ہر لحاظ سے نماز نہیں مانتے بلکہ ان کو خود تسلیم ہے کہ اس کو نماز مجازاً کہا گیا ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۶۲، ص ۳۶۳ ناشر: رضا فاؤنڈیشن لاہور) جب جنازہ کو نماز مجازاً کہا گیا ہے اور یہ میت کے لئے دعا ہے تو اس کو دوسری نمازوں پر کس طرح قیاس کیا جاسکتا ہے؟ وگرنہ کوئی غیر مقلد کہہ سکتا ہے کہ ہر نماز میں قرآن ہے لہذا نماز جنازہ میں بھی قرآن ضروری ہے؟ کوئی دوسرا اٹھے اور کہے کہ ہر نماز میں رکوع ہے لہذا نماز جنازہ میں بھی رکوع ہے؟ کوئی تیسرا اٹھے اور کہے تمام نمازوں میں سجدہ ہے لہذا نماز جنازہ میں بھی سجدہ ہے؟ کوئی چوتھا اٹھے کہ ہر نماز میں قعدہ ہے لہذا نماز جنازہ میں بھی قعدہ ہے؟ تو مفتی صاحب کیا جواب دیں گے؟ ظاہر بات ہے کہ ایسے موقع پر یہی کہا جائے گا کہ نماز جنازہ میت کے لئے دعا ہے اور دعا میں قرآن، رکوع، سجدہ اور قعدہ نہیں ہوتا لہذا نماز جنازہ میں قرآن، رکوع، سجدہ اور قعدہ نہیں ہوگا۔ یہی جواب دعا کے مسئلہ میں قبول کرنا چاہیے کہ بلاشبہ تمام نمازوں کے بعد دعا مسنون ہے لیکن نماز جنازہ چونکہ خود دعا ہے اس لئے اس کے بعد دعا نہیں اسی وجہ سے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اہتمام سے اجتماعی دعا کو دفن سے پہلے مکروہ فرمایا ہے۔ اتنی موٹی سی بات مفتی صاحب نے سمجھنے کی

بجائے دوسروں کو ضدی کہنا شروع کر دیا ہے۔ ضد سے اللہ کی پناہ۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ”نماز عیدین کے بعد دعا منقول نہیں“ (بہشتی زیور ص ۸۱ جلد ۱۱) مفتی صاحب نے اس سے سمجھ لیا کہ ثابت نہیں (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۱۳) حالانکہ منقول نہ ہونے اور ثابت نہ ہونے میں فرق ہے۔ کاش کہ مفتی صاحب اس پر غور فرماتے۔ پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو مروجہ دعا کو بدعت فرماتے ہیں چنانچہ ”امداد الاحکام“ کہ جس کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ (امداد الفتاویٰ) کا ضمیمہ قرار دیا ہے اور اس پر مکمل اطمینان کا اظہار فرمایا ہے (امداد الاحکام ج ۱ ص ۱۱۱ ناشر: مکتبہ دارالعلوم کراچی) اس میں لکھا ہے:

”پس نماز جنازہ سے فارغ ہو کر دعا کرنا بھی بدعت ہے اور رفع یدین دعا کے ساتھ ہی ہے تو وہ بھی قابل ترک ہے۔“ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۱۹۵)

جو شخصیت نماز جنازہ کے بعد دعا کو بدعت فرماتی ہے، اسکی غیر متعلقہ عبارات کو نقل کر کے یہ تاثر دینا کہ اس مسئلہ میں وہ بھی ہمارے ساتھ ہے، اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ پھر مفتی امین صاحب نے لکھا ہے:

”نماز جنازہ کے بعد تو خیر القرون میں دعا مانگی جاتی رہی جیسے اوپر مذکور ہوا۔“ (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۱۳)

مفتی صاحب نے جن روایات سے اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے، ان میں سے کوئی بھی نماز جنازہ کے فوراً بعد جنازہ گاہ میں ہی دفن سے پہلے اجتماع و اہتمام سے دعا کرنے پر دلالت نہیں کرتی الحمد للہ ان روایات کے تفصیلی جواب گزر چکے ہیں، اگر خیر القرون میں اسی طرح اہتمام سے مروجہ دعا ہوتی تھی تو پھر مفتی صاحب کو اس کو سنت کہنا چاہیے تھا، جبکہ مفتی صاحب اس دعا کو مباح کہتے ہیں؟ (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۳، ص ۴) اور مباح کے متعلق مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے:

”مباح محض جس کے کرنے نہ کرنے میں کسی ثواب و فضل کی اصلاح امید نہ ہو۔“

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۷۹)

تعجب ہے کہ یہ دعاء خیر القرون سے ثابت بھی ہو اور ہو بھی مباح؟ کہ جس کے کرنے سے ثواب بھی نہیں؟

نمبر ۱۰: شرح برزخ کتاب سے غلط استدلال

مفتی امین صاحب نے رسالہ شرح برزخ سے بھی نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ دعا پر استدلال کیا ہے (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۱۳، ۱۴) حالانکہ محل نزاع تو نماز جنازہ کے فوراً بعد جنازہ گاہ میں ہی دفن سے پہلے اجتماع و اہتمام سے دعا مانگنا ہے جبکہ شرح برزخ میں ایسی کوئی بات نہیں لکھی کہ جس سے یہ بات ثابت ہو؟ ہاں انفرادی طور پر میت کے لئے دعاء کسی وقت بھی منع نہیں ہے یہی اس عبارت کا مطلب ہے۔

نمبر ۱۱: کتاب انوار الباری سے غلط استدلال

مفتی امین صاحب نے مروجہ دعاء کو ثابت کرنے کے لئے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ”انوار الباری“ سے بھی غیر متعلقہ عبارت نقل کی ہے۔ (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۱۴) حالانکہ اس عبارت کا بھی نماز جنازہ کے فوراً بعد جنازہ گاہ میں ہی دفن سے پہلے اجتماع و اہتمام سے مانگی جانے والی دعاء سے کوئی تعلق نہیں، جبکہ محل نزاع تو یہی دعا ہے نہ کہ انفرادی دعا۔ انفرادی دعا تو جائز ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ مذکورہ عبارت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

مفتی امین صاحب کے ایک سوال کا جواب

مفتی امین صاحب نے ایک سوال اپیل کے عنوان سے اٹھایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا جواب بھی نقل کر دیا جائے۔ مفتی صاحب نے لکھا ہے:

”موجودہ دور کے علمائے دیوبند غور کریں اور سوچیں پھر سوچیں کہ تمہارا علم زیادہ ہے یا کہ

تمہارے مرکزی دارالعلوم دیوبند کے مفتی صاحب کا جنہوں نے سال ہا سال تک فتویٰ کا کام کیا ہے۔ تمہارا علم زیادہ ہے کہ تمہارے مفتی کفایت اللہ کا؟ تمہارا علم زیادہ ہے یا کہ تمہارے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا؟ (نماز جنازہ کے بعد دعاء کا حکم ص ۱۵)

الجواب واقعی ان تینوں شخصیتوں کا علم ہم سے زیادہ ہے۔ ہم الحمد للہ ان تینوں شخصیات کے فتویٰ اور تحقیق سے متفق ہیں، ان تینوں حضرات نے نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے اجتماع و اہتمام سے بالاتر دعا کرنے کو بدعت فرمایا ہے اور ہم بھی اسکو بدعت کہتے ہیں جیسا کہ ان حضرات کے فتاویٰ نقل کئے جا چکے ہیں۔ مفتی صاحب بھی اگر ان سے اس فتویٰ پر متفق ہیں تو بسم اللہ پڑھ کر اپنے اس رسالہ کے اگلے ایڈیشن میں انکی ادھوری عبارتیں نکال کر مکمل عبارتیں درج فرمائیں اور اپنے پیروکاروں کو اس دعاء کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیں۔ میں تو یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ان تینوں شخصیات کا علم مفتی صاحب سے بھی زیادہ ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

نمبر ۱۲: فتاویٰ فریدیہ کی عبارات سے غلط استدلال

بعض حضرات نے مروجہ دعا کو ثابت کرنے کے لئے فتاویٰ فریدیہ کی عبارات سے بھی استدلال کیا ہے۔ حالانکہ دعا کرنے والے بریلوی حضرات اور فتاویٰ فریدیہ کے موقف میں بھی کافی فرق ہے۔ مثلاً:

(۱) بریلوی حضرات دعاء بعد الجنازہ کے جواز پر تعامل سلف کو پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ مفتی فرید رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے تعامل سلف دعاء بعد الجنازہ کے نہ کرنے پر لکھا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

”البتہ دعا قبل السلام پراکتفا کرنا افضل اور تعامل سلف سے اوفق ہے۔“

(فتاویٰ فریدیہ ج ۳ ص ۲۳۷)

(۲) بریلوی حضرات اس دعاء کو احادیث سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ مفتی فرید رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا موقف یہ ہے کہ ذخیرہ احادیث اس دعاء سے ساکت (خاموش) ہے چنانچہ

لکھتے ہیں:

”پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین سے اس دعا کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے۔“ (فتاویٰ فریدیہ ج ۳ ص ۲۴۷)

مزید لکھتے ہیں:

”شرع اور وحی اس دعا کے متعلق ساکت ہے۔“ (فتاویٰ فریدیہ ج ۳ ص ۲۵۰)

(۳) بریلوی حضرات حدیث ”إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاخْلَصُوا لَهُ الدُّعَاءَ.“ اور حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم کے جنازہ ہو چکنے کے بعد پہنچنے پر دعاء کے واقعہ سے مروجہ دعاء پر استدلال کرتے ہیں، جبکہ مفتی فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے محل نزاع دعاء پر استدلال درست نہیں سمجھتے، چنانچہ لکھتے ہیں:

”اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ محدثین اور فقہاء نے حدیث ابوداؤد کو دو دعائیں قبل السلام پر حمل کیا ہے اور ان دوسری روایات سے جواب یہ ہے کہ ”جس سے جنازہ ہو جائے اور دعا کرے“ تو یہ محل نزاع نہیں ہے، محل نزاع جنازہ کرنے والوں کی دعا ہے۔“ (فتاویٰ فریدیہ ج ۳ ص ۲۴۸)

(۴) بریلوی حضرات نے اس دعاء کا اس قدر التزام و اہتمام شروع کر دیا ہے کہ اگر ہمارے مسلک کا کوئی عالم دین نماز جنازہ پڑھائے تو اس کے بعد زبردستی بریلوی عالم اس دعاء کو کروانے کی کوشش کرتا ہے ملک پاکستان میں اس طرح کے واقعات اکثر دیکھنے میں آ رہے ہیں اور آئے روز زبردستی اس دعاء کو نہ کرنے والوں پر مسلط کیا جاتا ہے، نہ مانگنے کی صورت میں ان پر فتویٰ بازی کر کے انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، خود میرے ساتھ اس کے متعدد واقعات مختلف علاقوں میں پیش آئے ہیں لہذا عملاً یہ حضرات اس دعاء کو ضروری سمجھنے لگے ہیں اور بہت سے لوگ تو یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ نماز جنازہ اس دعا کے بغیر ادھوری رہی۔ جبکہ مفتی فرید صاحب اس کو ضروری سمجھنا بدعت فرماتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

”البتہ اسی کو ضروری اور لازم سمجھنا بدعت ہوگا۔“ (فتاویٰ فریدیہ ج ۳ ص ۲۴۶)

(۵) بریلوی علماء اس دعاء کے نہ مانگنے والوں کو جہنمی قرار دیتے ہیں اور بھی کئی طرح کی فتویٰ بازی کرتے ہیں جیسا کہ اس پر حوالہ جات نقل کئے جا چکے لیکن مفتی فرید صاحب اس دعا کو مستحب بھی نہیں مانتے بلکہ عفو اور مباح سمجھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

”یہ دعا عفو اور مباح ہوگی نہ مشروع یعنی فرض، واجب، مستحب نہ ہوگی۔ اور مکروہ اس وقت ہوگی کہ نماز جنازہ کے لواحق اور مکملات کے طور پر کی جائے۔“ (فتاویٰ فریدیہ ج ۳ ص ۲۵۰)

آج کل یہی صورت حال ہے کہ عوام اس کو نماز جنازہ کی تکمیل کا باعث سمجھتی ہے اس کے بغیر ان کے ہاں نماز جنازہ ادھورا معلوم ہونے لگا ہے۔ تو پھر یہ مکروہ کیوں نہ ہوگی؟

اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہاں مباح محض وہ ہے کہ جس کے کرنے نہ کرنے میں کسی ثواب و فضل کی اصلاح امید نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۷۹) جب اس کے کرنے پر ثواب کی امید بھی نہیں تو پھر یہ سارے جھگڑے کس کام کے؟ اور یہ قول بھی شاذ ہے اور ہے بھی پندرہویں صدی کا۔ جبکہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے:

”تمام نصوص صریحہ کتب معتمدہ و اجماع جمیع ائمہ مذاہب کے مقابل گیارہویں صدی کے ایک فاضل قاضی کی حکایت پیش کرتے ہوئے شرم چاہیے تھی۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۶۴)

پھر پندرہویں صدی ہجری کے عالم کے قول کو پیش کرنا کیسے درست ہوگا؟ اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۶۵) یہ حقیقت ہے کہ جب آدمی کو اپنے موقف پر بالکل مکمل عبارات نہیں ملتیں تو پھر ادھوری اور نامکمل عبارات سے استدلال شروع کر دیتا ہے۔ جب ہمارے اکابر کی صاف اور صریح عبارات اس دعاء کے متعلق موجود ہیں کہ مروجہ دعاء بدعت اور مکروہ ہے تو پھر ان صاف اور صریح عبارت کو چھوڑ کر ادھوری اور غیر متعلقہ عبارات نقل کرنا معاملہ کو الجھانے والی بات ہے، اور یہ کسی طرح

ایک گزارش، ایک اپیل

آخر میں ایک گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ امت مسلمہ اس وقت کئی بحرانوں کی زد میں ہے، اور اس کو کئی طرح کے چیلنجز کا سامنا ہے، دینی مسائل میں تو اکثر حضرات کی دلچسپی ہی نہیں، کیونکہ ہر طرف بے حیائی اور بے دینی کا بازار گرم ہے، طرح طرح سے پراپیگنڈہ کر کے عوام کو دین اور دین داروں اور علماء کے خلاف کیا جا رہا ہے، ایسے حالات میں ہماری ذمہ داری ہے کہ جس مسئلہ کی جس قدر اہمیت و شرعی حیثیت ہے اس کو اتنی ہی اہمیت دی جائے، بے جاتشد اور فتویٰ بازی سے گریز کیا جائے، اور جنازے کا موقع تو ویسے ہی غم اور افسوس کا موقع ہوتا ہے، اس موقع پر فتویٰ بازی اور فرقہ واریت اہل میت کے لئے مزید صدمہ کا سبب بنتی ہے، لہذا اس موقع پر عوام کو ذہنی انتشار سے بچایا جائے تاکہ وہ دین داروں سے متنفر نہ ہوں بلکہ ان کے قریب آئیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت عطاء فرمائیں، کمی و کوتاہی کو معاف فرمائیں، اس سے استفادہ کرنے والوں کی اصلاح فرمائیں، میری، میرے والدین، میرے پھوپھاجی مہر محمد طفیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اور اساتذہ کرام دام فیوضہم کی نجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین ثم آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ابورافع محمد نواز فیصل آبادی سنی حنفی حسینی

مؤلف کی دیگر کتب

- (۱) قادیانیت اور گھر شاہیت اسلام کی عدالت میں
- (۲) فتنہ گھر شاہیت آپ کی عدالت میں
- (۳) ذکرِ مذہب اسلام کے آئینہ میں
- (۴) شخصیت مسیح علیہ السلام بائبل کے آئینے میں
- (۵) غیر مقلد زیر علی زئی علماء غیر مقلدین کی عدالت میں
- (۶) مکہ مدینہ والے اور غیر مقلد ایک کیسے؟
- (۷) میں غیر مقلد کیوں نہ ہوا؟
- (۸) غیر مقلدیت دست و گریباں
- (۹) فتنہ بہائیت کا علمی محاسبہ

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

This image shows a full page of a handwriting practice worksheet. It consists of multiple sets of three horizontal dashed lines, providing a guide for letter height and placement. The lines are evenly spaced across the entire page, leaving ample room for writing practice. There is no text or other markings on the page.

